دیوبندی علمائے کرام کی رواداریاں

حصہ (دوم)

تالیف

شیخ الوظائف حضرت حکیم محمد طارق محمود مجذوبی چغتائی دامت برکاتہم العالیہ

پی ایچ ڈی (امریکہ)

دارالعلوم دیوبند

دارالعلوم کراچی

دارالعلوم حقانیہ

اختلاف امتی رحمۃ

نام رسالہ: ماہنامہ الخیر ملتان پاکستان
رجب المرجب 1429ھ۔ جولائی 2008ء
بیاد: استاذ العلماء حضرت مولانا خیر محمد جالندھری نور اللہ مرقدہ
جامعہ خیر المدارس، اورنگ زیب روڈ، ملتان، پاکستان
حضرت مولانا مفتی محمد انور اکاڑوی زید مجدہم

سعودی عرب کے اخبار ''اردو نیوز'' کی ہفتہ وار اشاعت ''روشنی'' میں جامعہ خیر المدارس، ملتان کے مہتمم حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری زید مجدہم کا انٹرویو شائع ہوا جس میں آپ نے ایک سوال کے جواب میں ''فروعی اختلاف'' کے بارے میں کہا کہ یہ مذموم نہیں بلکہ علمی اور تحقیقی انداز میں فروعی مسائل پر اختلاف باعث رحمت ہے اس پر بعض حضرات نے اعتراض کیا اور جوابی مضمون لکھے۔ حضرت مولانا مفتی محمد انور صاحب اکاڑوی حفظہ اللہ نے اپنے مضمون بعنوان ''اختلاف اصول و فروع شریعت کی نظر میں'' ان اعتراضات کا مدلل جواب دیا ہے اختلافات کی تین قسمیں بیان کر کے تیسری قسم اجتہادی اختلاف کا بھرپور دفاع کیا ہے جو خلاصۃً پیش خدمت ہے۔
(از ناقل)

الحمدللہ و کفی و سلام علی عبادہ الذین اصطفی امابعد

تیسری قسم (اجتہادی اختلافات) کا اختلاف اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔ آج کل افراط و تفریط کا زمانہ ہے، بعض لوگ تیسری قسم کے اختلاف کو بھی مذموم قرار دیتے ہیں

اور بعض تیسرے اختلاف کو برداشت کرتے ہوئے پہلے دونوں اختلافوں کی بھی پروا نہیں کرتے اور ان کی تردید کی بھی ضرورت نہیں سمجھتے جبکہ اہل سنت والجماعت حفظ مراتب کرتے ہوئے احقاق حق اور ابطال باطل کا فریضہ سرانجام دیتے ہوئے پہلے دونوں اختلافوں سے عوام کو بچانے کی اور تیسرے کو رحمت خداوندی قرار دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ چنانچہ حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''جس طرح تمام انبیاء علیہم السلام کا دین ایک ہے اور شریعتیں مختلف ہیں اسی طرح فقہاء کرام کا فروعی مسائل میں اختلاف انبیاء کرام علیہم السلام کی مختلف شریعتوں کے اختلاف کا نمونہ ہے۔ حدیث میں ہے میری امت کے علماء انبیاء کے وارث ہیں۔ (عقائد اسلام 163)

چنانچہ قرآن پاک میں ہے کہ ''ہم نے تم میں سے ہر ایک کیلئے ایک دستور اور راہ مقرر کی ہے اور اللہ چاہتا تو تمہیں ایک ہی امت بنا دیتا لیکن وہ تم کو آزمانا چاہتا ہے اپنے دیئے ہوئے حکموں میں''۔ (مائدہ:48)

حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے تحت فرماتے ہیں یعنی خدا نے ہر امت کا آئین اور طریق کار اس کے احوال و استعداد کے مناسب جداگانہ رکھا ہے اور باوجودیکہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام اور ملل سماویہ اصول دین اور مقاصد کلیہ میں جن پر نجات کا مدار ہے باہم متحد اور ایک دوسرے کے مقصدر ہے ہیں۔ پھر جزئیات اور فروع کے لحاظ سے ہر امت کو ان کے ماحول اور مخصوص استعداد کے موافق خاص خاص احکام وہدایات دی گئیں۔ اس آیت میں اسی فرعی اختلاف کی طرف اشارہ ہے۔

صحیح بخاری کی ایک حدیث میں جو سب انبیاء کرام علیہم السلام کو آپس میں علاتی بھائی فرمایا ہے (جن کا باپ ایک ہو اور مائیں مختلف ہوں) اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ اصول سب کے ایک ہیں اور فروع میں اختلاف ہے۔ (تفسیر عثمانی)

تو جب علماء انبیاء کرام علیہم السلام کے وارث ہیں تو ان کو بھی اس وراثت میں فروعی اختلاف ملا ہے اور بقول مولانا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے جس طرح انبیاء کرام علیہم السلام کی شریعتوں کا اختلاف عین رحمت ہے جو بے شمار حکمتوں اور مصلحتوں اور رحمتوں پر مبنی ہے اسی طرح فقہاء کا فروعی مسائل میں اختلاف بھی رحمت ہے۔

(عقائد اسلام، صفحہ: 163-164)

اس رحمت والے اختلاف کا اللہ تعالیٰ نے اور بھی متعدد جگہ ذکر فرمایا ہے مثلاً اللہ تعالیٰ اس کتاب مبین سے ہدایت کرتا ہے ''سلامتی کی راہیں ہر اس شخص کو جو اللہ کی رضا کا تابع ہو اور اللہ تعالیٰ ان کو اپنے حکم سے تاریکیوں سے روشنی کی طرف نکالتے ہیں اور ان کو سیدھے راستے پر چلاتے ہیں''۔ (مائدہ: 16)

اس آیت کریمہ میں لفظ ''سبل السلام'' سب سبیل کی جمع ہے۔ معلوم ہوا کہ سلامتی کے بہت سے راستے ہیں جو صراط مستقیم تک ملانے والے ہیں اور مذاہب اربعہ بھی چار راستے ہیں جو منزل محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام تک پہنچاتے ہیں تو جو سلامتی کے راستے ہیں وہ رحمت ہی ہوں گے نہ کہ زحمت۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جنہوں نے محنت کی ہمارے واسطے ہم سمجھا دیں گے ان کو اپنی راہیں (عنکبوت 69) یہاں بھی راستوں کی اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف نسبت کی ہے اور یہ راستوں کا اختلاف اصول کا اختلاف نہیں فروع کا اختلاف ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف اس کی نسبت کر کے بتا دیا کہ یہ مذاہب کا اختلاف رحمت ہے۔ اسی طرح پہلے انبیاء کرام علیہم السلام کا فرمان کہ ''ہم کو کیا ہوا کہ بھروسہ نہ کریں اللہ پر اور وہ سمجھا چکا ہم کو ہماری راہیں''۔ (ابراہیم: 12) اس آیت کریمہ میں بھی انبیاء کرام علیہم السلام کے مختلف مذاہب کا ذکر ہے اور انبیاء کرام علیہم السلام کے جو بھی مختلف راستے ہیں وہ رحمت ہیں غیر رحمت نہیں۔

ان تمام آیات سے معلوم ہوا کہ ہر اختلاف برا نہیں بلکہ بعض اختلاف اللہ تعالیٰ کی

رحمت ہیں اور اگر تفکر فی خلق السموات والارض والے قرآنی اصول پر عمل کیا جائے تو بھی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مختلف قسم کے غلے، مختلف پھل آدمیوں کی شکلوں، آوازوں کا اختلاف، بیمار کے طریق علاج کا اختلاف سب اقسام کو رحمت بنایا ہے۔ اگر کوئی شخص کہے کہ اللہ تعالیٰ ایک ہی غلہ مثلاً گندم پیدا فرما دیتے جَو، جوار، چنے وغیرہ ہزاروں غلے پیدا فرما کر ہمیں پریشان کر دیا اگر ایک غلہ ہوتا تو ہم کھاتے چونکہ متعدد غلے ہیں اس لئے ہم کسی کو استعمال نہیں کریں گے تو یہ اللہ تعالیٰ کی نعمت کی ناشکری ہوگی۔ اسی طرح کوئی شخص کہے کہ اگر اللہ تعالیٰ صرف ایک طریق علاج پیدا فرماتے تو ہم علاج کرا لیتے لیکن طریق علاج مختلف ہیں اس لئے ہم پریشان ہیں اب ہم علاج ہی نہیں کرائیں گے تو سب کہیں گے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی نعمت کی ناشکری ہے۔

معلوم ہوا کہ یہ سارے اختلاف اللہ تعالیٰ کی رحمت ہیں، زحمت نہیں۔ ہاں اگر غلہ زہریلا ہو یا کیڑوں کا کھایا ہوا ہو یا پھلوں میں کیڑے پڑے ہوئے ہوں تو یہ زحمت ہے۔ ان دلائل آفاقیہ سے بھی معلوم ہوا کہ دین میں ایک اختلاف ضرور رحمت ہوگا اور وہ وہی اختلاف ہے جو فروع میں اجتہادی طور پر پیش آئے۔ البتہ اصول اور عقائد کا اختلاف عذاب الٰہی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ ''اختلاف امتی رحمۃ'' اگر سنداً اس پر اعتراض ہو مگر اس کا مفہوم قرآن وسنت اور اجماع وقیاس ادلہ اربعہ سے موید ہے۔

ہماری پیش کردہ آیات جن میں سلامتی کو مختلف راستوں اور ''لنھدینھم سبلنا'' میں اختلاف سبب رحمت ہے یا نہیں؟ اسی طرح کیا قراء سبعہ کی قراءتوں کا اختلاف، صحاح ستہ والوں کا اختلاف، دنیا میں غلوں، پھلوں، شکلوں، رنگوں، زبانوں کے اختلاف رحمت ہیں یا نہیں؟ انبیاء کرام علیہم السلام کی شریعتوں کا اختلاف اگر رحمت نہیں تو کیا زحمت ہے، سوچ کر جواب دیں۔ باقی یہ کہنا کہ ''قرآن کریم متعدد مقامات پر اختلافات سے بچنے کا حکم دیتا ہے اور اختلاف کو مذموم عمل قرار دیتا ہے'' اور 29,5,25ھ کے ''اردو نیوز'' میں بقرہ، آل عمران اور سورہ انعام کی چند آیات اختلاف کے مذموم ہونے پر پیش کی ہیں جمہور اس بات

کو تسلیم کرتے ہیں مگر وہ اختلاف ہے جو اصول دین میں کیا گیا جیسا کہ تمام تفاسیر میں مذکور ہے صاحب مضمون ایک آیت یا ایک حدیث ایسی پیش نہیں کر سکتے کہ یہ اختلاف اجتہادی اختلاف تھا۔ اسی طرح بخاری اور مسلم کی بعض روایات کا بھی ذکر کیا ہے جن کا تعلق اصول دین کے یا نفسانی خواہشات کے اختلاف سے تعلق ہے۔

"رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمہ"

"اختلاف امتی" والی روایت پر سند کے اعتبار سے اگرچہ بعض حضرات نے کلام کیا ہے مگر مفہوماً اس کو فروعی اختلاف پر محمول کیا ہے اور مفہوم اصل مقصود ہوتا ہے اور جو مفہوم قرآن وسنت سے موید ہو اور امت نے قبول کیا ہو اس کی صحت پر اعتراض کرنا فضول ہے۔ شیخ عبدالرحمن الشافعی رحمہ اللہ جو اپنے وقت کے قاضی تھے انہوں نے تو آٹھویں صدی ہجری میں مستقل کتاب لکھی جس کا نام ہی "رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمہ" رکھا۔ اللہ کرے یہ چند سطور قارئین کیلئے دفع وساوس کا ذریعہ بنیں۔ آمین!

(بحوالہ: ماہنامہ الخیر جولائی 2008ء۔ ص: 31 تا 35)

☆......☆......☆

مختلف مکاتب کے 30 علماء کرام کا ایک پلیٹ فارم پر جمع ہونا

نام رسالہ: ماہنامہ الخیر ملتان پاکستان
رجب المرجب 1429ھ۔ فروری 2008ء
بیاد: استاذ العلماء حضرت مولانا خیر محمد جالندھری نور اللہ مرقدہ
جامعہ خیر المدارس، اورنگ زیب روڈ، ملتان، پاکستان

آج عالم اسلام اور بالخصوص برصغیر میں پیچیدہ مسائل کا ایک انبار لگا ہوا ہے ان میں سے ایک بڑا مسئلہ باہمی اختلافات اور فرقہ بندی بھی ہے۔ علمائے کرام کی عمر میں اللہ کریم برکت عطا

> فرمائے یہی وہ طبقہ ہے جو امت کی دکھتی رگ کو سمجھتا ہے۔ اور اس سلسلے میں بھرپور کردار ادا کرسکتا ہے اس وقت میں بڑی ضرورت اس بات کی ہے کہ مختلف مسالک سے تعلق رکھنے والے علمائے کرام ایک پلیٹ فارم میں جمع ہوجائیں۔ آپس میں ہمارے اختلافات تو برقرار رہیں لیکن آپس میں کشادہ دلی باہمی محبت کے ساتھ دوسرے کے وجود کو بھی تسلیم کریں۔

ازمرتب!

مسلکی حالات کے پیش نظر مختلف مکاتب فکر کے علماء کرام کا ایک پلیٹ فارم پر جمع ہونا

(۱) حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحب دامت برکاتہم (شیخ الحدیث جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ)

(۲) حضرت مولانا سلیم اللہ خاں صاحب دامت برکاتہم (مہتمم جامعہ فاروقیہ شاہ فیصل کالونی کراچی)

(۳) حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب دامت برکاتہم (مہتمم جامعۃ العلوم الاسلامیہ، علامہ بنوری ٹاؤن کراچی)

(۴) حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب دامت برکاتہم (صدر جامعہ دارالعلوم کراچی)

(۵) حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم (نائب صدر جامعہ دارالعلوم کراچی)

(۶) حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی صاحب دامت برکاتہم (شیخ الحدیث جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک صوبہ خیبر پختونخوا)

(۷) پیر محمد امین الحسنات شاہ صاحب دامت برکاتہم (رئیس دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف، سجادہ نشین آستانہ عالیہ بھیرہ شریف)

(۸) حضرت علامہ عظمت علی شاہ ہمدانی صاحب دامت برکاتہم (شیخ الحدیث والتفسیر ومہتمم دارالعلوم قمرالاسلام سلیمانیہ کراچی)

(۹) حضرت مولانا حافظ محمد سلفی صاحب دامت برکاتہم (نائب امیر جماعت غربائے اہل حدیث)

(۱۰) حضرت مولانا نعیم الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم (ناظم اعلیٰ وفاق المدارس السّلفیہ پاکستان)

(۱۱) حضرت مولانا عبیداللہ صاحب دامت برکاتہم (مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور)

(۱۲) حضرت مولانا عبدالرحمٰن اشرفی صاحب دامت برکاتہم (نائب مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور)

(۱۳) حضرت مولانا قاری حنیف جالندھری صاحب دامت برکاتہم (مہتمم جامعہ خیرالمدارس ملتان)

(۱۴) حضرت مولانا انوار الحق صاحب دامت برکاتہم (نائب مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک صوبہ خیبر پختونخوا)

(۱۵) حضرت مولانا محمود اشرف صاحب دامت برکاتہم (نائب مفتی جامعہ دارالعلوم کراچی)

(۱۶) حضرت مولانا مفتی سید عبدالرؤف صاحب دامت برکاتہم (نائب مفتی جامعہ دارالعلوم کراچی)

(۱۷) حضرت مولانا مفتی سید عبدالقدوس ترمذی صاحب دامت برکاتہم (مہتمم جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا)

(۱۸) حضرت مولانا غلام الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم (چیئرمین نفاذ شریعت کونسل صوبہ خیبر پختونخوا)

(۱۹) حضرت مولانا مفتی عزیزالرحمٰن صاحب دامت برکاتہم (جامعہ دارالعلوم کراچی)

(۲۰) حضرت مولانا فضل الرحیم صاحب دامت برکاتہم (ناظم تعلیمات جامعہ اشرفیہ لاہور)

(۲۱) حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب دامت برکاتہم (شیخ الحدیث جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ وسیکرٹری جنرل پاکستان شریعت کونسل)

(۲۲) حضرت مولانا فداء الرحمٰن درخواستی صاحب دامت برکاتہم (امیر پاکستان شریعت کونسل)

(۲۳) حضرت مولانا عبدالغفار صاحب دامت برکاتہم (جامعہ فریدیہ وقائم مقام خطیب لال مسجد اسلام آباد)

(۲۴) حضرت مولانا قاری ارشد عبید صاحب دامت برکاتہم (ناظم اعلیٰ جامعہ اشرفیہ لاہور)

(۲۵) حضرت مولانا محمد اکرم صاحب دامت برکاتہم (رجسٹرار جامعہ اشرفیہ لاہور)

(۲۶) حضرت مولانا محمد صدیق صاحب دامت برکاتہم (مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان)

(۲۷) حضرت مولانا مفتی عبداللہ صاحب دامت برکاتہم (مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان)

(۲۸) حضرت مولانا عبدالمالک صاحب دامت برکاتہم لاہور (صدر رابطۃ المدارس الاسلامیہ پاکستان)

(۲۹) حضرت مولانا مفتی محمد طیب صاحب دامت برکاتہم (صدر جامعہ امدادیہ اسلامیہ فیصل آباد)

(۳۰) حضرت مولانا مفتی محمد زاہد صاحب دامت برکاتہم (نائب صدر جامعہ امدادیہ اسلامیہ فیصل آباد)

(بحوالہ: ماہنامہ الخیر فروری 2008ء۔ ص:29 تا 30)

☆......☆......☆

ماہنامہ الخیر کے دیگر رسالہ جات

حضرت شرقپوریؒ کا حضرت لاہوری رحمہ اللہ کے پیچھے نماز پڑھنا

حضرت (مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ) جب شرقپور تشریف لے گئے تو حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ نے بصد اصرار آپ کو منبر پر بٹھایا اور آپ کی اقتداء میں نماز پڑھی۔ ایک ملفوظ میں فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کی بعثت کے بعد اب روحانی تربیت آپ کے دامن گیری سے ہوسکتی ہے۔

(بحوالہ: ماہنامہ الخیر ملتان پاکستان، مئی 2013ء شمارہ نمبر 6 جلد 31۔ ص:19)

مولانا احمد علی لاہوریؒ اللہ کا نور ہے

حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمہ اللہ اکثر آپ کے درس قرآن میں شرکت فرماتے اور انہوں نے بار بار یہ بات ارشاد فرمائی کہ احمد علی اللہ کا نور ہے۔

میں شیرانوالہ کی طرف نگاہ کرتا ہوں تو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے فرش زمین سے عرش بریں تک نور کی قندیلیں روشن ہیں اور دنیا کو منور کر رہی ہیں۔

(ماہنامہ الخیر ملتان شمارہ 6 جلد 31، ماہ مئی 2013ء)

جو احمد علی کہے وہ حق ہے

اس لاہور میں وہ لوگ بھی تھے جنہوں نے عالم رویا میں آپ کو دو زانو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس پاک میں دیکھا اور مسلکی جھگڑے کے سوال پر اس صادق مصدوق کی زبان سے سنا ''جو احمد علی کہے وہ حق ہے''۔

(بحوالہ: ماہنامہ الخیر ملتان شمارہ 6 جلد 31 ص:13 ماہ مئی 2013ء)

☆......☆......☆

ماہنامہ ''نقیب ختم نبوت'' میں بھائی چارگی کا فروغ

نام رسالہ: ماہنامہ ''نقیب ختم نبوت''
محرم الحرام 1437ھ۔ نومبر 2015ء
بیاد: سید الاحرار حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
بانی: ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری

فرقہ وارانہ تحریک کو مٹانے والی تحریر

رسول امن وآشتی کی عیسائی وفد کو عطا کردہ دستاویز کے عنوان سے ڈاکٹر حافظ حقانی میاں قادری دامت برکاتہم: ماہنامہ ''نقیب ختم نبوت'' محرم الحرام 1437ھ۔ نومبر 2015ء کے شمارے میں باہمی پھیلی ہوئی دوریوں کو قریب لانے کی کوشش کر رہے ہیں اللہ قبول فرمائے۔ آمین! ازمرتب

''وما ارسلنک الا رحمۃ للعالمین''

دنیا بھر کے مسلمان اور عیسائی مل کر اس دنیا کی آبادی کا نصف حصہ بنتے ہیں یہ دونوں طبقات اگر آپس میں متحد ہو جائیں تو اس کا مطلب صرف اور صرف یہی ہوگا کہ اس دنیا نے امن وسلامتی استحکام واتفاق کا آدھا سفر طے کر لیا۔

مسلمان اور عیسائی ان دونوں طبقات کے رہنماؤں کو چاہیے کہ آپس میں مل کر بیٹھیں ایک دوسرے پر طعنہ زنی سے پرہیز کریں۔ خاص طور پر عیسائی کلیسا کے مقتدر رہنماؤں کو چاہیے کہ وہ مسلمانوں کے بارے میں زیادہ مثبت رویہ اپنائیں اور کھلے دل کا مظاہرہ کریں اور ماضی کی اعلیٰ ومثبت حقیقتوں کو ذہن میں رکھیں۔

اب ہم ایک ایسی دستاویز کا جائزہ لیتے ہیں اور ایک ایسے وعدے کی یاد کو تازہ کرتے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی حیات طیبہ میں اپنے زمانے

کے عیسائیوں کے ساتھ کیا تھا۔

اس دستاویز یا وعدہ کا عیسائیوں کے ساتھ مسلمانوں کے طرز عمل پر بڑا زبردست اثر پڑ سکتا ہے۔

۶۲۸ عیسوی میں سینٹ کیتھرین کے راہبوں کا ایک وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عیسائیوں کیلئے امن وسلامتی کی ضمانت مانگی۔ اس کے جواب میں رسول رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک تحریر دستاویز عیسائیوں کو دی۔ سینٹ کیتھرین کی موجودہ خانقاہ جبل سینائی کے نیچے واقع ہے اور یہ دنیا کی قدیم ترین عیسائی خانقاہ ہے۔ اس خانقاہ میں عیسائی مذہبی مخطوطات کا اتنا قدیم اور بڑا ذخیرہ موجود ہے جو شاید ویٹی کن کے بعد دوسرا بڑا عیسائی مخطوطات کا ذخیرہ ہے۔

اس علمی حیثیت کے علاوہ بھی سینٹ کیتھرین دنیا بھر کے عیسائیوں کیلئے مقدس زیارت کی حیثیت رکھتی ہے یہ عیسائی خانقاہ دنیا بھر کے عیسائیوں کیلئے ایک ایسے خزانے کی حیثیت رکھتی ہے جس کی مسلمان چودہ سو سال سے حفاظت کر رہے ہیں۔

سینٹ کیتھرین کے عیسائیوں راہبوں کے وفد کو دی جانے والی تحریری دستاویز یہ ہے۔

’’یہ پیغام ہے محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی طرف سے جو ایک عہد نامہ کی حیثیت رکھتا ہے ان لوگوں کیلئے جنہوں نے دور ونزدیک عیسائیت کو بطور ایک دین کے اختیار کیا ہوا ہے کہ ہم ان کے ساتھ ہیں، فی الحقیقت میرے ماننے والے، میرے مددگار، میرے صحابہ، میرے متبعین ان کا دفاع کریں گے۔ اس لئے کہ عیسائی ہماری رعایا ہیں اور واللہ مجھے ہر وہ چیز ناپسند ہے جو ان کو ناپسند ہے۔ ان پر کوئی جبر وزیادتی نہ ہو، نہ ان کے قاضی صاحبان اپنے عہدوں سے ہٹائے جائیں نہ ان کے راہبوں کو ان کی عبادت گاہ سے ہٹایا جائے۔ کوئی شخص بھی ان کی عبادت گاہوں کو تباہ نہ کرے اور نہ ہی کوئی نقصان پہنچائے اور نہ ہی ان عبادت گاہوں کی کسی چیز کو اٹھا کر

اپنے گھر لے جائے جو ایسا کرے گا وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کئے وعدے وعہد کی نافرمانی کرے گا۔ درحقیقت وہ میرے اتحادی ہیں اور جن امور سے وہ نفرت کرتے ہیں ان کی بابت میں انہیں یہ عہد دیتا ہوں کہ کوئی نہ انہیں ہجرت پر مجبور کرے گا نہ جنگ کرنے پر بلکہ مسلمان ان کی حفاظت کیلئے جنگ کریں گے۔ اگر عیسائی عورت مسلمان سے شادی کرنا چاہے تو یہ شادی اس عورت کی مرضی اور رضا مندی سے ہوگی، جبراً نہیں ہوگی، ایسی عورت کو گھر جانے سے نہیں روکا جائے گا۔

کلیساؤں کی تعظیم لازمی امر ہے، عیسائیوں کو نہ ان کی مرمت سے روکا جائے گا اور نہ کلیساؤں کی حرمت کو پامال کیا جائے گا، میری امت کا کوئی فرد تا قیامت اس دستاویز وعہد کی نافرمانی نہیں کرے گا''۔

اس تحریری دستاویز کا آخری جملہ نہایت اہمیت کا حامل ہے اور اس جملے نے اس دستاویز کو آفاقی اور ابدی حیثیت عطا کر دی ہے۔ نبی آخر الزمان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بات پر زور دیا ہے کہ نزدیک اور دور کے عیسائی ان کے اتحادی ہیں، جس کا صاف اور واضح مطلب یہ ہے کہ تحریری دستاویز صرف اور صرف سینٹ کیتھرین تک ہی محدود نہیں۔ اس کا مطلب صاف اور واضح یہ ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مستقبل میں بھی ان مراعات کو رد کئے جانے کی کسی بھی کوشش کو خارج از مکان قرار دے دیا ہے۔ دنیائے عیسائیت کے یہ حقوق جزو لاینفک اور ابدی حیثیت رکھتے ہیں۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام عیسائیوں کو اپنا اتحادی مانا ہے اور ان کے ساتھ کسی بھی قسم کی بدسلوکی کو اللہ کی نافرمانی کے برابر قرار دیا ہے۔ اس تحریری دستاویز کی نادر ترین خصوصیت یہ ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان مراعات و رعایات کی فراہمی کیلئے عیسائیوں پر کوئی شرط لاگو نہیں کی بلکہ ان رعایات کیلئے ان کا صرف عیسائی ہونا ہی محض کافی سمجھا گیا۔ ان کے عقائد میں کسی قسم کی تبدیلی کا مطالبہ نہیں رکھا گیا۔ ان سے مراعات کے بدلے میں

کوئی جزیہ یا کسی اور نوعیت کا ٹیکس طلب نہیں کیا گیا۔ ان پر کوئی اضافی فرائض و واجبات بھی عائد نہیں کئے گئے گویا یہ ان حقوق کیلئے عہدنامہ تھا جن کے ساتھ فرائض منسلک تھے۔ پھر آخری جملہ ملاحظہ فرمائیں کہ میری امت کا کوئی فرد تاقیامت اس دستاویز وعہد کی نافرمانی نہیں کرے گا۔ سبحان اللہ!

یہ سند آج کے جدید زمانے کے حقوق انسانی کا کوئی چارٹر نہیں ہے۔ بلکہ ۶۲۸ عیسوی میں لکھی جانے والی ایک تحریر و دستاویز ہے جو بالکل واضح طور پر حق جائیداد، مذہبی آزادی، کاروبار کرنے کی آزادی اور شہری کی جان و مال کی حفاظت ونگہداشت کی عظیم ترین ضمانت ہے اس دستاویز کو پڑھنے والا ہر شخص پوچھنا چاہے گا کہ ہمیں اسکے مطالعہ سے کیا سبق ملتا ہے، ہمیں کیا کرنا چاہیے؟

ڈنمارک، بیلجیم، فرانس، سویڈن کے علاوہ بعض دیگر یورپی ممالک میں مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان منافرت کے جو بیج بونے کی کوشش کی گئی اس دستاویز کا پرچار اس کا مرہم بن سکتا ہے۔ جن اخبارات و رسائل نے داعی اعظم امن وسلامتی وضامن اعظم حقوق انسانی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے (نعوذ باللہ) گستاخانہ کارٹون چھاپے ان کو چاہیے کہ وہ اس دستاویز کا مطالعہ کرنے کے بعد اس کا عام پرچار کریں۔ ایسے لوگ مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان منافرت پیدا کرتے ہیں، تنازعات وتفرقات کی آگ میں تیل ڈالتے ہیں لیکن جب ان وعدوں کو پورا کیا جائے گا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ دونوں کے درمیان رابطوں کے پل بنائے جارہے ہیں۔

جس کو ہم رابطہ بین المذاہب سے تعبیر کرتے ہیں۔ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب سے براہ راست عطا کردہ یہ دستاویز وسند ساری دنیا کے مسلمانوں کو فرقہ وارانہ عدم رواداری سے اوپر اٹھنے کی تحریک پیدا کرتی ہے اور ان عیسائیوں کو جن کے دلوں میں مسلمانوں کیخلاف بغض وعداوت ونفرت کا جذبہ موجزن ہے راہ راست دکھاتی ہے۔ بحیثیت مسلمان ہم سب کو چاہیے کہ اپنی ایسی اعلیٰ اسلامی روایات کو نظرانداز نہ کریں جن

کی تعلیم ہمیں براہ راست سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملتی ہے جب ایسی مثالیں جن کا تذکرہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عطا کردہ اس دستاویز میں ملتا ہے نظرانداز کرتے ہیں تو بلاشبہ ہم اپنے اندر موجود جذبہ انسانیت کی نفی کرتے ہیں۔

(بحوالہ: ماہنامہ نقیب ختم نبوت، نومبر 2015ء۔ص:12 تا 14)

☆……☆……☆

کتاب ''خطبات'' میں فرقہ واریت کے نقصانات

نام کتاب: خطبات
اسلام کے بنیادی ارکان کی اہمیت وضرورت پر
دل نشین اور آسان انداز میں یقین آفریں دلائل
مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمہ اللہ
اسلام پبلی کیشنز لمیٹڈ 13۔ ای، شاہ عالم مارکیٹ، لاہور

فرقہ بندی کے نقصانات

آپ اندازہ نہیں کرسکتے کہ اس فرقہ بندی سے مسلمانوں کو کتنا نقصان پہنچا ہے۔ کہنے کو مسلمان ایک امت ہیں، ہندوستان (یادرہے کہ یہ خطبات 38-1937 میں بستی دارالاسلام (پٹھان کوٹ) میں دیئے گئے تھے) میں ان کی آٹھ کروڑ کی تعداد ہے۔ اتنی بڑی جماعت اگر واقعی ایک ہو اور پورے اتفاق کے ساتھ خدا کا کلمہ بلند کرنے کیلئے کام کرے تو دنیا میں کون اتنا دم رکھتا ہے جو اس کو نیچا دکھاسکے گا مگر حقیقت میں اس فرقہ بندی کی بدولت اس امت کے سینکڑوں ٹکڑے ہوگئے ہیں۔ ان کے دل ایک دوسرے سے پھٹے ہوئے ہیں، یہ سخت سے سخت مصیبت کے وقت میں بھی مل کر نہیں کھڑے ہوسکتے۔ ایک فرقے کا مسلمان دوسرے فرقے والوں سے اتنا ہی

تعصب رکھتا ہے جتنا ایک یہودی ایک عیسائی سے رکھتا ہے بلکہ اس سے بھی کچھ بڑھ کر۔ ایسے واقعات دیکھنے میں آئے ہیں کہ ایک فرقے والے نے دوسرے فرقے والے کو نیچا دکھانے کیلئے کفار کا ساتھ دیا ہے۔ ایسی حالت میں اگر مسلمانوں کو آپ مغلوب دیکھ رہے ہیں تو تعجب نہ کیجئے۔ یہ ان کے اپنے ہاتھوں کی کمائی ہے ان پر وہ عذاب نازل ہوا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب پاک میں اس طرح بیان کیا ہے کہ: 'اویلبسکم شیعاً ویذیق بعضکم باس بعض''۔ (انعام 65)

یعنی اللہ کے عذاب کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ وہ تم کو مختلف فرقوں میں تقسیم کردے اور تم آپس میں ہی کٹ مرو۔

بھائیو! یہ عذاب جس میں سارے ہندوستان کے مسلمان مبتلا ہیں اس کے آثار مجھے پنجاب میں سب سے زیادہ نظر آرہے ہیں۔ یہاں مسلمانوں کے فرقوں کی لڑائیاں ہندوستان کے ہر خطہ سے زیادہ ہیں اور اسی کا نتیجہ ہے کہ پنجاب کی آبادی کی کثیر التعداد ہونے کے باوجود آپ کی قوت بے اثر ہے۔ اگر آپ اپنی خیر چاہتے ہیں تو ان جتھوں کو توڑیے ایک دوسرے کے بھائی بن کر رہیے اور ایک امت بن جائیے۔ خدا کی شریعت میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس کی بناء پر اہل حدیث، حنفی، دیوبندی، بریلوی، شیعہ، سنی وغیرہ الگ الگ امتیں بن سکیں۔ یہ امتیں جہالت کی پیدا کی ہوئی ہیں۔ اللہ نے صرف ایک امت ''امت مسلمہ'' بنائی تھی۔

(بحوالہ: ''خطبات'' سید ابوالاعلیٰ مودودی۔ ص: 127۔128)

☆......☆......☆

ماہنامہ ''الفاروق'' میں فرقہ واریت سے نجات کیلئے ہدایات

نام رسالہ: ماہنامہ ''الفاروق'' جنوری 2008ء

سرپرست: شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہ

علامہ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ ایک معروف علمی شخصیت گزرے ہیں آپ کا مضمون بعنوان ''مسلمانوں کے باہمی حقوق'' ماہنامہ الفاروق میں شائع کیا گیا اس میں یہ سبق دیا گیا ہے کہ باہم اختلاف پیدا کر کے ٹکڑے ٹکڑے نہ ہوجائیں۔ یہ مضمون باہمی محبت پیدا کرنے اور مسلکی آگ بجھانے کیلئے کس قدر ضروری ہے یہ تو آپ کو پڑھ کر ہی اندازہ ہوگا۔ ازمرتب!

باہم محبت، رواداری پیدا کرنے کی (18) نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہدایات

باہمی محبت کی پہلی ہدایت:۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے عرب کا بچہ بچہ ایک دوسرے کے خون کا پیاسا اور ایک قبیلہ دوسرے قبیلے کا دشمن تھا، ایک ایک خون کا بدلہ کئی کئی پشتوں تک جا کر لیتے تھے، اسی طرح خاندانوں میں لڑائیوں کا غیر منقطع سلسلہ جاری تھا اور ہر شخص اپنی جگہ پر اپنے آپ کو ہمیشہ خطروں میں گھرا ہوا پاتا تھا اور اٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے، چلتے پھرتے ہر وقت چوکنا رہتا تھا کہ کوئی اس پر حملہ نہ کر بیٹھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تو اپنے ساتھ خون کے رشتے سے بڑھ کر اور رشتہ لائے اور وہ دین کا رشتہ تھا جس نے مدت کے بچھڑوں کو ملا دیا، دشمنوں کو بھائی بھائی بنا دیا اور خاندانی و قبائلی یگانگی سے بڑھ کر اسلامی برادری کی یگانگی ان کے اندر پیدا کر دی، جس نے اس طرح ان کی ہر قسم کی عداوتوں کا خاتمہ کر دیا اور

باہمی دشمنیوں کو ان کے دلوں سے ایسا بھلا دیا کہ وہ حقیقت میں بھائی بھائی ہو گئے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''**یاایھا الذین امنوا اتقوا اللہ حق تقتہ ولاتموتن والاانتم مسلمون واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولاتفرقوا واذکروا نعمت اللہ علیکم اذ کنتم اعداء فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا**''۔

(آل عمران:102,103)

اے مسلمانو! خدا سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور نہ تم مرو لیکن مسلمان اور خدا کی رسی سب مل کر مضبوطی سے پکڑے رہو اور ٹکڑے ٹکڑے نہ ہو اور تم اپنے اوپر کے احسان کو یاد کرو کہ تم دشمن تھے تو اللہ نے تمہارے دلوں کو جوڑ دیا پھر تم بھائی بھائی ہو گئے۔

مسلمانوں کے اس باہمی میل ملاپ اور محبت کو اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل سے ظاہر فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی روئے زمین کا سارا خزانہ بھی لٹا دیتا تو ان دشمنوں کو باہم ملا کر ایک نہیں کر سکتا تھا ''**والف بین قلوبھم لو انفقت مافی الارض جمیعاً ماالفت بین قلوبھم ولکن اللہ الف بینھم انہ عزیز حکیم**'' (انفال:63)

اور خدا نے مسلمانوں کے دل ملا دیئے! اگر تو زمین میں جو کچھ ہے سب خرچ کر دیتا، تب بھی تو ان کے دلوں کو ملا نہ سکتا لیکن خدا نے ملا دیا، بے شک وہ (ہر مشکل پر) غالب آنے والا اور مصلحت جاننے والا ہے۔

تو اب مسلمانوں کو یہ چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے اس فضل کی قدر کریں اور سب مل کر خدا کے دین کی رسی کو جو ان کی یگانگی کا اصلی رشتہ ہے مضبوط پکڑیں اور باہم اختلاف پیدا کر کے ٹکڑے ٹکڑے نہ ہو جائیں کیونکہ اس رسی کی مضبوطی اسی وقت تک ہے جب تک سب مل کر اس کو پکڑے رہیں۔ فرمایا ''**واطیعوا اللہ ورسولہ ولا تنازعوا فتفشلوا وتذھب ریحکم**'' (انفال:46) اور اللہ اور رسول کا کہا مانو اور آپس میں جھگڑا نہ کرو (کہ ایسا ہوگا تو ہمت ہارو گے) اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔

باہمی اتحاد واتفاق کی دوسری ہدایت :۔ یہی باہمی اتفاق واتحاد ملت اسلامیہ کی عمارت کا ستون ہے اور مسلمانوں کی جماعت کا شیرزاہ، اس شیرزاہ کے استحکام کا نتیجہ یہ ہونا چاہیے کہ مسلمانوں میں باہم الفت ومحبت ہو، اب اگر اتفاق سے ان میں اختلاف پیش آجائے تو اس کے دور کرنے کی صورت یہ ہے کہ دونوں خدا اور رسول کے حکم طرف رجوع کریں ’’وان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ والرسول‘‘ (نساء:59)

تو اگر تم مسلمانوں میں کسی بات میں جھگڑا ہو تو اس کو اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دو۔

اگر یہ جھگڑے بڑھتے بڑھتے جنگ تک پہنچ جائیں تو مسلمانوں کا فرض ہے کہ جو فریق ظالم ہو سب مل کر اس سے لڑیں اور اس کو صلح پر مجبور کریں اور جب وہ راضی ہوجائے تو عدل وانصاف سے ان میں صلح کرادیں۔

’’وان طائفتن من المؤمنین اقتتلوا فاصلحوا بینهما فان بغت احدهما علی الاخریٰ فقاتلوا التی تبغی حتی تفئی الی امر اللہ، فان فاءت فاصلحوا بینهما بالعدل واقسطوا ان اللہ یحب المقسطین انما المومنون اخوۃ فاصلحوا بین اخویکم‘‘ (حجرات:10,9)

اگر مسلمانوں کے دو گروہ لڑ پڑیں تو ان میں صلح کرادو، پھر اگر ایک دوسرے پر ظلم کرے تو ظلم کرنے والے سے لڑو، یہاں تک کہ وہ خدا کے حکم کی طرف رجوع تو اگر وہ رجوع کرلے تو ان میں عدل کے ساتھ صلح کرادو، انصاف کرو، خدا منصفوں کو دوست رکھتا ہے، مومن تو آپس میں بھائی ہی ہیں تو اپنے دونوں بھائیوں کے درمیان صلح کرادو۔

آیت کے اخیر ٹکڑے نے بتایا کہ باہم مسلمانوں میں بھائی بھائی کا رشتہ ہے، یہ رشتہ جنگ وخونریزی کے بعد بھی نہیں کٹتا، انہی آیتوں کے تحت میں وہ حدیث ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ’’انصر اخاک ظالماً او مظلوماً‘‘۔ (بخاری ومسلم) تم اپنے بھائی کی مدد کرو، خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ! اگر وہ مظلوم ہوتو اس کی مدد کی جاسکتی ہے، لیکن اگر وہ ظالم ہوتو اس کی مدد کیوں کر کی جائے ؟ فرمایا اس طرح کہ اس کے ہاتھوں کو ظلم سے روکا جائے۔

باہمی الفت کی تیسری ہدایت:۔ کیسا ہی بڑے سے بڑا کافر اور سخت سے سخت دشمن ہو، جس وقت اس نے کلمہ شہادت پڑھا اور شریعت اسلامی کو قبول کیا وہ دفعۃً ہمارا مذہبی بھائی ہوگیا، خدا نے فرمایا:

”فان تابوا و اقاموا الصلوۃ و اتوا الزکوۃ فاخوانکم فی الدین“ (توبہ:11) تو اگر یہ کافر (کفر سے) توبہ کرلیں اور نماز کھڑی کریں اور زکوٰۃ دیں تو وہ تمہارے مذہبی بھائی ہیں۔

غلام بھی اگر کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوجائے تو وہ اسلام کے رشتہ میں داخل ہوگیا، اگر اس کے باپ کا نام ونسب نہیں معلوم تو کوئی حرج نہیں، وہ دین کے رشتہ سے ہر مسلمان کا بھائی ہے۔ فرمایا ”**فان لم تعلموا آباء ھم فاخوانکم فی الدین وامو الیکم**“ (احزاب:5) تو اگر تم ان کے باپوں کے نام نہ جانو تو وہ تمہارے دینی بھائی ہیں اور علاقہ مند ہیں۔

باہمی پیغام امن کی چوتھی ہدایت:۔ ایک مسلمان کسی مسلمان کو قتل کردے، تب بھی اللہ تعالیٰ نے مقتول کے رشتہ داروں کو قاتل کا بھائی قرار دے کر اس کے جذبہ رحم کی تحریک فرمائی ہے ارشاد ہوتا ہے ”**فمن عفی لہ من اخیہ شیء**“ (بقرہ:187) تو اگر قاتل کو اس کے بھائی کی طرف سے کچھ معاف کردیا جائے۔ ایک مسلمان پر دوسرے مسلمان کی غیبت حرام ہے کیونکہ ”**ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ میتاً**“ (حجرات:12) کیا تم میں کوئی پسند کرے گا کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے۔

باہمی خیرخواہی کی پانچویں ہدایت:۔ یتیموں کے مال کی دیکھ بھال اور خوبی سے اس کا انتظام کرنا، متولیوں کا فرض ہے کہ اگر وہ ان کو اپنے اندر شامل کر کے نیک نیتی کے ساتھ ان کو

اپنے کنبہ کا جزو بنالیں اور ملا جلا کر خرچ کریں تو یہ بھی درست ہے کیونکہ یہ ان کے بھائی ہیں جن کی خیر خواہی ان کا فرض ہے۔ فرمایا ''وان تخالطوھم فاخوانکم'' (بقرہ:220)

''اور اگر تم ان کو اپنے میں ملا لو تو یہ بھی جائز ہے کیونکہ وہ تمہارے بھائی ہیں''۔

باہمی بھائی چارگی کی چھٹی ہدایت:۔ ایک مسلمان بھائی کا دوسرے مسلمان بھائی پر یہ بھی حق ہے کہ وہ ایک دوسرے کے حق میں دعائے خیر کریں وہ یوں کہتے ہیں ''ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان'' (حشر:10)

''اے ہمارے پروردگار! ہم کو اور ہمارے ان بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے معاف کر''۔

باہمی رحم دلی کی ساتویں ہدایت:۔ ایک مسلمان کے دل میں دوسرے مسلمان کی طرف سے کینہ ہونا ایسی برائی ہے جس کے دور کرنے کیلئے خدا سے گڑگڑا کر دعا مانگنی چاہیے اور کہنا چاہیے ''ولاتجعل فی قلوبنا غلا للذین آمنوا ربنا انک رؤف رحیم'' (حشر:10)

''اور ہمارے دلوں میں مسلمانوں کی طرف سے کینہ مت رہنے دے، اے ہمارے پروردگار! تو مہربان رحم والا ہے''۔

باہمی شفقت کی آٹھویں ہدایت:۔ مسلمانوں کی یہ صفت ہے کہ ہم باہم وہ ایک دوسرے سے رحم وشفقت کے ساتھ پیش آتے ہیں خدا نے مدح فرمائی ''رحماء بینھم'' (فتح:29) ''وہ (مسلمان) آپس میں رحم وشفقت رکھتے ہیں''۔

باہمی نرمی کی نویں ہدایت:۔ مسلمان کی یہ صفت ہونی چاہیے کہ وہ دوسرے مسلمان سے جھک کر ملے اور نرمی کا برتاؤ کرے۔ ''اذلة علی المومنین'' (مائدہ:54) ''مسلمانوں سے جھکنے اور نرمی کرنے والے''۔

مسلمانوں کی اس باہمی اخوت ومحبت اور مہربانی کی مزید تشریح اور تاکید محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زبان فیض ترجمان سے یوں فرمائی ہے ''مسلمانوں کو

باہم ایک دوسرے پر رحم کرنے، محبت کرنے اور شفقت کرنے میں جسم انسانی کی طرح دیکھو گے کہ اس کے ایک عضو میں بھی تکلیف ہو تو بدن کے سارے اعضاء بخار اور بے خوابی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ فرمایا ”مقصود یہ ہے کہ امت مسلمہ ایک جسم ہے اور اس کے سارے افراد اس کے اعضا ہیں، بدن کے ایک عضو میں بھی اگر کوئی تکلیف یا دکھ درد ہو تو سارے اعضا اس تکلیف کو محسوس کرتے ہیں اور اس دکھ درد میں شریک ہوتے ہیں یہی مسلمانوں کا حال ہونا چاہیے کہ ان میں سے ایک کو بھی تکلیف ہو تو سارے مسلمانوں کو وہ تکلیف محسوس ہونی چاہیے“۔

ایک دوسری تمثیل میں آپ نے ارشاد فرمایا کہ ”مسلمان باہم ایک دوسرے سے مل کر اس طرح مضبوط ہوتے ہیں جیسے دیوار کہ اس کے ایک حصہ سے اس کا دوسرا حصہ مضبوط ہوتا ہے“۔ بخاری میں ہے کہ یہ کہہ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال کر دکھایا کہ کیسے ایک حصہ سے دوسرا حصہ مضبوط ہوتا ہے۔ اس تمثیل میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ جس طرح دیوار کی ایک اینٹ دوسری اینٹ سے مل کر مضبوط ہو کر ناقابل تسخیر حصن و حصار بن جاتی ہے اسی طرح جماعت اسلامیہ ایک قلعہ ہے جس کی ایک ایک اینٹ ایک ایک مسلمان ہے، یہ قلعہ اسی وقت تک محفوظ ہے جب تک اس کی ایک اینٹ دوسری اینٹ سے ملی ہوئی ہے جب یہ اینٹ اپنی جگہ سے کھسک جائے گی تو پوری دیوار دھم سے زمین پر آ جائے گی۔

ایک اور موقع پر ارشاد ہوا کہ ”ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے نہ وہ اس پر ظلم کرے نہ اس کو بے مدد چھوڑے اور نہ اس کی تحقیر کرے، انسان کیلئے یہ برائی کیا کم ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کی تحقیر کرے، مسلمان کا ہر حصہ دوسرے مسلمان پر حرام ہے اس کا خون، اس کا مال اس کی آبرو“۔ یہ صحیح مسلم کی روایت ہے۔ ابوداؤد میں ہے کہ فرمایا ”مسلمان مسلمان کا بھائی ہے تو وہ نہ اس پر ظلم کرے اور نہ اس کو اس کے دشمن کے حوالے کرے، جو کوئی اپنے بھائی کی ضرورت پوری کرنے میں رہے گا تو خدا

اس کی ضرورت پوری کرے گا اور جو کوئی کسی مسلمان کی تنگی کو دور کرے گا تو خدا اس کے بدلہ قیامت میں اس کی تنگی کو دور فرمائے گا اور جو کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کا پردہ رکھے گا‘‘۔

باہمی اخوت کی دسویں ہدایت:۔ ابوداؤد کی دوسری روایت میں ہے کہ فرمایا ’’جو کسی مسلمان کی دنیاوی تکلیفوں میں سے کوئی تکلیف دور کرے گا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی تکلیفوں میں سے کسی تکلیف کو دور کرے گا اور جو کسی تنگ دست پر آسانی کرے گا تو اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس پر آسانی کرے گا اور جو کسی مسلمان کا پردہ رکھے گا تو اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کا پردہ رکھے گا، اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کی مدد میں رہتا ہے جب تک وہ بندہ اپنے بھائی کی مدد میں لگا رہتا ہے‘‘۔ فرمایا: مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمان بچے رہیں‘‘۔ یہ صحیح بخاری کی ایک روایت ہے دوسری میں ہے کہ لوگوں نے دریافت کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! سب سے اچھا مسلمان کون ہے؟ فرمایا جس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمان بچے رہیں‘‘۔ یعنی جو مسلمان اپنے ہاتھ اور زبان سے کسی دوسرے مسلمان کو تکلیف نہیں پہنچاتا وہی سب سے بہتر مسلمان ہے۔

باہمی آشتی کی گیارہویں ہدایت:۔ حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ جو ایک مشہور صحابی ہیں فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تین باتوں پر بیعت کی، نماز قائم رکھنا، زکوٰۃ دینا اور ہر مسلمان کی خیر خواہی کرنا۔ کئی روایتوں میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مسلمانوں کو گالی دینا خدا کی نافرمانی (فسوق) ہے اور اس سے لڑنا (قتال) خدا کا انکار (کفر) ہے۔ یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں میں باہم برادری اور صلح و آشتی کا حکم دیا ہے، اب جو اس کے خلاف کرتا ہے وہ خدا کے حکم کو نہیں مانتا اور یہ ایک معنی میں خدا کا انکار ہی ہے، چنانچہ اسی لئے قرآن پاک میں مسلمان کے ناحق اور بالارادہ قتل کرنے کی سزا وہی رکھی ہے

جو کافروں کیلئے مخصوص ہے۔ فرمایا: کسی مسلمان کی سزاوار نہیں کہ وہ دوسرے مسلمان کو قتل کرے، مگر کہ غلطی سے ایسا ہو جائے۔

”ومن یقتل مومناً متعمداً فجزاء: جھنم خالداً فیھا وغضب اللہ علیہ ولعنہ واعدلہ عذاباً عظیماً“ (نساء:93) اور جو کوئی کسی مسلمان کا قصداً قتل کرے گا، تو اس کا بدلہ دوزخ ہے وہ اس میں پڑا رہے گا اور خدا نے اس پر خفا اور لعنت کی اور اس کیلئے بڑا عذاب تیار کیا۔

باہمی صلح کی بارہویں ہدایت:۔ حجۃ الوداع کے نہایت اہم خطبہ میں آپ نے پہلے لوگوں کو چپ کرایا۔ پھر فرمایا: دیکھو! میرے بعد کافر نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردن مارنے لگو۔ اور ایک موقع پر فرمایا کہ جو ہم پر ہتھیار اٹھائے وہ ہم مسلمانوں میں سے نہیں۔

باہمی مدد و نصرت کی تیرہویں ہدایت:۔ جان تو بڑی چیز ہے کسی مسلمان کی آبرو کے پیچھے پڑنا بھی بڑا گناہ ہے۔ فرمایا: سب سے بڑا ربا کسی مسلمان کی آبرو کی طرف بے سبب ہاتھ بڑھانا ہے۔ اگر کوئی مسلمان کسی ایسے مخمصہ میں گرفتار ہو جس میں اس کی آبرو جانے کا ڈر ہو تو ہر مسلمان کا فرض ہے کہ اس کے بچانے کی کوشش کرے، ارشاد ہوا: جو کوئی کسی مسلمان کو کسی ایسے موقع پر بے مدد چھوڑے گا، جس میں اس کی عزت پر حرف آتا ہو اور اس کی آبرو جاتی ہو تو خدا بھی اس کو ایسی جگہ بے مدد چھوڑ دے گا اور جو کوئی کسی مسلمان کی ایسے موقع پر مدد کرے گا تو خدا بھی اس کی ایسے موقع پر مدد فرمائے گا“۔

باہمی ملاقات کی چودہویں ہدایت:۔ اگر دو مسلمانوں میں کسی ناراضگی کے سبب سے بول چال بند ہو جائے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین روز سے زیادہ ایسا کرنے سے منع فرمایا۔ ارشاد ہوا کہ کسی مسلمان کیلئے جائز نہیں کہ وہ تین دن سے زیادہ اپنے بھائی کو چھوڑ دے، ملاقات ہو تو وہ ادھر منہ پھیر لے اور یہ ادھر منہ پھیر لے

اور ان دونوں میں بہتر وہ ہے کہ جو پہلے سلام کی ابتداء کرے۔ ایک اور طریقہ سے یہ روایت ہے کہ آپ نے فرمایا آپس میں کینہ نہ رکھو، حسد نہ کرو اور ایک دوسرے کو پیٹھ پیچھے برا نہ کہو، اے خدا کے بندو! بھائی بھائی ہو جاؤ اور کسی مسلمان کے لئے حلال نہیں کہ وہ اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ بول چال چھوڑ دے۔

احترام مسلم کی پندرہویں ہدایت: ۔ ایک مسلمان کیلئے اس کی عزت و آبرو سے بڑھ کر معاملہ اس کے ایمان کا ہے، قرآن نے کہا کہ جب تم کو کوئی اپنے اظہار اسلام کیلئے سلام کرے تو اس کو یہ نہ کہو کہ تو مسلمان نہیں ”**ولاتقولو المن القی الیکم السلم لست مومناً**“ (النساء:94) اس کو جو تمہاری طرف سلامتی کا کلمہ ڈالے، یہ نہ کہو کہ تو مومن نہیں۔

مقصد یہ کہ جو کوئی اپنے آپ کو مسلمان کہے یا وہ مسلمان ہونے کا دعویٰ کرے، کسی مسلمان کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ کہے کہ تم مسلمان نہیں۔ ایک لڑائی میں ایک صحابی نے ایک کافر کو زد میں پا کر حملہ کیا، اس نے فوراً کلمہ پڑھ دیا، مگر اس پر بھی ان صحابی نے اس کو قتل ہی کر دیا۔ یہ خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان صحابی کو بلا کر دریافت کیا۔ انہوں نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اس نے صرف ڈر سے کلمہ پڑھا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کس بلیغ انداز میں فرمایا ”تو اس کے ”لا الہ الا اللہ“ کے ساتھ کیا کرو گے۔ ایک روایت میں ہے کہ فرمایا: کیا تم نے اس کا سینہ چیر کر دیکھ لیا تھا؟

مسلمان بھائی سے محبت کی سولہویں ہدایت: ۔ ایک دفعہ ارشاد ہوا: مومن کو لعنت کرنا یا اس پر کفر کی تہمت رکھنا اس کے قتل کے برابر ہے۔ یہ بھی فرمایا کہ جو کوئی اپنے بھائی کو اے کافر کہے تو وہ کفر دو میں سے ایک پر لوٹے گا۔ یعنی اگر وہ درحقیقت کافر نہ تھا تو اس نے ایک مسلمان کو کافر کہا اور یہ خود ایک درجہ کا کفر ہے۔

باہمی حفاظت جان و مال کی سترہویں ہدایت: ۔ جان، ایمان اور آبرو کے بعد مال کا

درجہ ہے، ارشاد ہوا کہ جو کوئی قسم کھا کر کسی مسلمان کا حق مارے گا تو خدا اس کیلئے دوزخ واجب اور جنت حرام کرے گا۔ ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر کوئی معمولی سی چیز ہو تب بھی؟ فرمایا: درخت کی ایک شاخ ہی کیوں نہ ہو۔

باہمی خوش خلقی کی اٹھارہویں ہدایت:۔ فرمایا: ہر مسلمان پر اس کے مسلمان بھائی کے پانچ حق ہیں، سلام کا جواب دینا، اس کے چھینکنے پر "خدا تم پر رحمت کرے" کہنا، اس کی دعوت قبول کرنا، بیمار ہو تو عیادت کرنا اور مر جائے تو اس کے جنازہ کے ساتھ چلنا۔ یعنی یہ کم سے کم حقوق ہیں جن سے دو مسلمانوں کے درمیان خوش خلقی اور حسن تعلق کا اندازہ ہوتا ہے۔ ارشاد ہوا کہ جب کوئی مسلمان اپنے بیمار بھائی کی عیادت کو جاتا ہے تو وہ جب تک واپس نہ ہو جنت کی روش پر ہوتا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی ایمان واخلاص کے ساتھ کسی مسلمان کے جنازہ کے پیچھے چلتا ہے، یہاں تک کہ اس کی نماز جنازہ پڑھتا ہے اور اس کے دفن سے فراغت پاتا ہے تو اس کو ثواب کی دو رتی (قیراط) ملتی ہے، جن میں سے ہر رتی احد کے پہاڑ کے برابر ہوگی۔ یعنی یہ رتی دنیاوی پیمانہ کے حساب سے نہ ہوگی، بلکہ اس پیمانہ سے ہوگی جس کا ایک ذرہ اپنی بڑائی میں پہاڑ کا حکم رکھتا ہے۔

برادرانہ الفت کے بغیر ایمان کامل نہیں ہوتا

یہ تمام حقوق جن کی جزئیات کا احاطہ نہیں ہوسکتا اس برادرانہ الفت ومحبت کے فروغ میں ہیں جن کے بغیر کسی مومن کا ایمان کامل نہیں ہوتا، اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسلام کا کلمہ پڑھنے والوں کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی کامل مومن نہ ہوگا جب تک وہ اپنے بھائی کے لئے وہی نہ چاہے جو وہ اپنے لئے چاہتا ہے۔ الغرض ملت اسلامیہ کی جماعت کا ہر رکن دوسرے کے ساتھ ایسی محبت کرے جیسی وہ خود اپنے ساتھ کرتا ہے، اس کا نفع اپنا نفع اور اس کا نقصان اپنا نقصان سمجھے۔ ابوداؤد میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مسلمان

مسلمان کا آئینہ ہے اور مسلمان مسلمان کا بھائی ہے اس کے نقصان کو دور کرتا ہے اور اس کے پیچھے اس کی حفاظت کرتا ہے۔

دیکھئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کی عمارت کیسی مستحکم بنیادوں پر قائم فرمائی تھی۔ اگر آج بھی ان ہدایتوں پر عمل کیا جائے تو اس عمارت کی دیواریں ایسی شکستہ نہ رہیں، جیسی آج ہیں۔ ہر جماعت انہیں اصولوں پر بنی ہے اور آئندہ بھی بنے گی۔

(بحوالہ: ''ماہنامہ الفاروق'' جنوری 2008ء۔ ص:30 تا34)

☆……☆……☆

باہم شدید اختلاف کے باوجود آپس کا احترام

نام رسالہ: ماہنامہ الفاروق دسمبر 2011ء

حضرت مولانا اشرف علی صاحب دامت برکاتہم سے ہمارا سیاسی اختلاف ہے اور بہت زیادہ اختلاف ہے مگر جزئیات اور فروع اور اسلامک لاء جن کو سیاست سے تعلق نہیں ہے، ان میں ان کا قول قابل اعتماد ہوگا، مولانا موصوف کا اسلامی تفقہ اور علوم وفنون میں تمام عمر مصروف رہنا۔ ان کی تعلیم دینا، ان میں اعلیٰ سے اعلیٰ ڈگری حاصل کرنا، ان میں بے شمار مفید اور کارآمد تصانیف کر کے عالم اسلامی اور خلائق کو فیاض یاب بنانا آفتاب کی طرح دنیا میں روشن ہے اور ہو چکا ہے۔ (مکتوبات شیخ الاسلام، جلد اول۔ ص:43)

مولانا عبدالماجد دریا آبادی مرحوم، حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بیعت کی نیت سے حاضر ہوئے، حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ خود بیعت کرنے کے بجائے ان کو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں لے گئے اور انہیں بیعت کرنے کیلئے سفارش فرمائی۔ مولانا دریا آبادی نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو پوری صورتحال بتائی کہ بیعت کیلئے جو بزرگ ہماری نظر میں ہیں، ان میں نمبر اول پر

مولانا حسین احمد صاحب ہیں اب آگے جناب کا جیسا ارشاد ہو۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: آپ کا انتخاب بالکل صحیح ہے، میں اس سے بالکل اتفاق کرتا ہوں آپ مولانا حسین احمد صاحب کے ہاتھ پر بیعت کیجئے۔ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: لیکن مجھ میں اس کی بالکل اہلیت نہیں اور جناب کے ہوتے ہوئے کسی اور کی طرف رخ کرنے کے کوئی معنی ہی نہیں۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا مگر مجھ پر تو آپ کو اعتماد ہے اور میں شہادت دیتا ہوں کہ آپ میں اہلیت ہے۔

اب آپ اندازہ کریں کہ ان بزرگوں میں شدید سیاسی اختلاف کے باوجود آپس کے احترام وعقیدت، ایک دوسرے کے مرتبے کی پہچان اور حدود کی رعایت کا کیا عالم تھا۔ مولانا دریا آبادی صاحب نے دونوں بزرگوں کی ملاقات کا منظر لکھا ہے:

حضرت عثمانی اور مدنی رحمہا اللہ کے درمیان اختلاف کی حقیقت

دارالعلوم دیوبند میں مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی رہائش گاہ کے پاس حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے حامی طلبہ نے چند پرچیاں پھینکیں، جن میں نامناسب اور ناشائستہ جملے لکھے گئے تھے، حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو جب اس کا علم ہوا تو تمام طلبہ کو مسجد میں جمع کر کے حضرت عثمانی رحمہ اللہ کے مقام ومرتبہ سے انہیں آگاہ کرتے ہوئے خطاب فرمایا اور آخر میں فرمایا: جن طلبہ نے یہ پرچیاں پھینکیں میں اور تو کچھ نہیں کرسکتا البتہ رات کے آخری حصے میں اٹھ کر ان کیلئے بددعا کروں گا۔

اللہ اکبر اندازہ کیجئے سیاست میں شدید اختلاف کے باوجود حضرت عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں گستاخی کرنے سے حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو کس قدر تکلیف پہنچی، اس سے ان بزرگوں کے مقام ومرتبہ کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

ان واقعات کا ذکر کرنے کا مقصد اختلاف رائے کے موقع پر علمائے دیوبند کے معتدل مسلک ومزاج کو واضح کرنا ہے، ایسے مواقع پر عموماً ایک دوسرے پر کیچڑ اچھالنے، سب وشتم کرنے، بے جا الزامات لگانے اور پروپیگنڈہ کرنے کا ایک طوفان

کھڑا کر دیا جاتا ہے اور دونوں فریق ایک دوسرے کے اکابر کی شان میں گستاخی سے بھی دریغ نہیں کرتے، علمائے دیوبند کا مسلک و مزاج اور ان کا ذوق مشرب اس قسم بے راہ روی سے کوسوں دور ہے، تقسیم ہند کے متعلق اکابر علماء دیوبند کے اختلاف اور ان کے مسلک کو ان چند واقعات کے آئینے میں آپ دیکھ سکتے ہیں۔ یہ ان کے اعتدال کی صرف ایک مثال ہے، رائے کے اختلاف کے دوسرے مواقع میں بھی ان کے اعتدال کا یہی عالم رہا، اب اگر کوئی شخص تقسیم ہند کے وقت دو نظریوں میں سے کسی ایک کا حامی ہے لیکن دوسرے نظریے کے اکابر کی عقیدت و احترام اس کے دل میں نہیں ایسے شخص کو آپ خالص ''کانگریسی'' یا خالص ''مسلم لیگی'' تو کہہ سکتے ہیں لیکن حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف انہیں اپنی نسبت کرنے کا کوئی حق نہیں۔ رائے کے اختلاف کے مواقع پر جو بھی شخص حدود سے تجاوز کرے، ذاتیات پر اتر آئے اور اکابر کی شان میں دریدہ دہنی یا بدگمانی کا شکار ہو، یقیناً ایسا شخص اکابر دیوبند کے معتدل مسلک و مزاج سے ہٹا ہوا ہے اور اگر وہ ان کی طرف اپنا انتساب کرتا ہے تو اس معتدل مسلک و مزاج کے مطابق اپنی تربیت کا انتظام و اہتمام کرے۔

دور حاضر میں اعتدال کی اشد ضرورت

آج جبکہ علمائے دیوبند کی طرف نسبت کرنے والوں میں طریقہ کار کے اختلاف سے کئی سیاسی، جہادی اور سماجی جماعتیں بن گئی ہیں، اس لئے اعتدال کی تربیت کی اشد ضرورت ہے، مختلف جماعتوں کے ساتھ یہ وابستگی عموماً جذباتی ہوتی ہے اور جذبات کے بہاؤ کو حدود کے اندر رکھنے کیلئے اعتدال کے بہت مضبوط بند کی ضرورت ہوتی ہے۔

اس لئے میری مختلف جماعتوں اور تنظیموں سے دردمندانہ گزارش ہے کہ وہ اپنے کارکنوں اور اپنی جماعت سے وابستہ نوجوانوں کو اعتدال کی تربیت دیں، اسی طرح اہل

مدارس، طلبہ کی تربیت کرتے ہوئے، ان میں اعتدال پیدا کرنے کی طرف خاص توجہ دیں کہ اعتدال سے ہٹ کر یا افراط ہے یا تفریط اور وہ دونوں گمراہی کے راستے ہیں، اعتدال ہی اس امت کی خصوصیت بھی ہے اور راہ نجات بھی ’’و کذلک جعلنا کم امۃ و سطا‘‘ اور ہم نے تم کو ایک ایسی جماعت بنادیا ہے جو نہایت اعتدال پر ہے۔

و صلی اللہ تعالٰی علی خیر خلقہ محمد و علی الہ و اصحبہ اجمعین۔

(بحوالہ: ماہنامہ الفاروق دسمبر 2011ء۔ ص:48 تا50)

☆……☆……☆

افتراق وانتشار کا فتنہ

نام رسالہ: ماہنامہ الفاروق دسمبر 2012ء
سرپرست: شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہ
مولانا سید احمد ومیض ندوی دامت برکاتہم

اتحاد میں عظیم طاقت ہے

یہودیوں کی مسلم دشمنی قدیم ہے، عہد نبوت ہی سے یہود مسلم دشمنی کا مظاہرہ کرتے رہے ہیں، اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کیلئے یہودی تفریق بین المسلمین کا حربہ استعمال کرتے رہے ہیں، یہودیوں کو اندازہ ہے کہ اتحاد میں عظیم طاقت ہے، متحد قوم تعداد کی کمی کے باوجود فتح و کامرانی سے ہم کنار ہوجاتی ہے، جبکہ بھاری تعداد رکھنے والی منتشر قوم کے قدم جلد اکھڑنے لگتے ہیں۔

باہمی تفریق کا نتیجہ……مسلمانوں کی کمزوری

مسلمانوں کو کمزور کرنے کیلئے یہودی لابی شروع ہی سے تفریق کی پالیسی اپناتی رہتی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدینہ آمد سے قبل مدینہ کے دو مشہور قبیلے باہم دست و گریباں تھے جو اوس وخزرج کے نام سے جانے جاتے تھے، دور جاہلیت کی

تاریخ ان کے درمیان چلنے والی مشہور جنگوں کی تفصیلات سے بھری پڑی ہے لیکن جب انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت کو گلے سے لگایا اور آپ مکہ شریف سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ جلوہ افروز ہوئے تو آپ کی برکت سے یہ دونوں حریف قبیلے آپس میں شیر وشکر ہو گئے لیکن مدینہ کے اطراف آباد یہودی قبائل کو ان دونوں حریف قبائل کا اتحاد کسی طرح ہضم نہیں ہوتا تھا وہ ہمیشہ ان دونوں قبائل میں قدیم عداوت کو بھڑکانے کی ہر ممکن کوشش کرتے تھے تاکہ مسلمانوں کا شیرازہ پارہ پارہ ہو جائے، یہودیوں کی جانب سے اس قسم کے اقدامات بار بار کئے گئے، ایک مرتبہ کسی مقام پر اوس وخزرج کے دونوں قبائل موجود تھے تو ایک یہودی نے جنگ بعاث کے اشعار سنانا شروع کر دیے، اشعار سننا تھا کہ دونوں قبیلوں کے دلوں میں دشمنی کی آگ بھڑک اٹھی اور دونوں پہلے زبانی، پھر ہتھیاروں سے لڑنے پر اتر آئے، اس دوران نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ایک جماعت کو لے کر وہاں پہنچے اور صورتحال دیکھ کر فرمایا: اے مسلمانوں کی جماعت! میں تمہارے درمیان موجود ہوں، پھر یہ جاہلیت کا نعرہ کیسا؟ اللہ نے تم کو جاہلیت سے نکال کر اسلام کی روشنی عطا کی، قرآن کریم میں اسی واقعہ کے پس منظر میں کہا گیا ''واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا'' (آل عمران:103) سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور تفرقہ میں نہ پڑو۔

آپسی برادرکشی کا نقصان

یہودیوں کی تفریق کی پالیسی آج تک جاری ہے، آج بھی یہودی امریکہ اور مغربی ممالک کے تعاون سے امت مسلمہ کے خلاف تفرقہ کا حربہ استعمال کر رہے ہیں، فلسطین میں برسوں سے ساری فلسطینی جماعتیں بیت المقدس کی آزادی کیلئے متحدہ کوشش کر رہی تھیں لیکن آخر کار یہودی فلسطینیوں میں دراڑ پیدا کرنے میں کامیاب ہوئے اور سرزمین فلسطین نے اس منظر کو بھی دیکھا جب یہودی فوجیوں پر گولیاں

چلانے والے فلسطینی خود آپس میں ایک دوسرے کو نشانہ بنا رہے تھے اور اس آپس کی برادر کشی میں سینکڑوں مسلمان جاں بحق ہو گئے، بالآخر سعودی عرب کی کامیاب ثالثی نے طوفان کو تھما دیا۔ گزشتہ ماہ کی اخباری اطلاعات کے مطابق صیہونی حکام فلسطینیوں پر براہ راست حملوں کے ساتھ فلسطینی عوام میں پھوٹ ڈالنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں۔

خلافت عثمانیہ کا زوال......آپسی انتشار کا نتیجہ!

خلافت عثمانیہ کا زوال ہمارے سامنے ہے، کتنا دبدبہ اور کیسی شان وشوکت تھی؟ لیکن آپس کے انتشار نے اس کی طاقت وقوت کو پاش پاش کر کے رکھ دیا، لوگ خلافت عثمانیہ کے زوال کے متعدد اسباب بتاتے ہیں لیکن اہل نظر جانتے ہیں کہ بنیادی سبب آپس کے خلفشار اور چھوٹی چھوٹی ریاستوں کا اعلان تھا۔

مسلکی تشدد اور ہماری بے بسی

ہم پر عجیب بے حسی طاری ہے، نہ ہم ماضی سے سبق لیتے ہیں اور نہ ہی حال کی تباہی ہمیں خواب غفلت سے بیدار کرتی ہے، ان معروضات کیلئے قلم کو جنبش دینے کا داعیہ اس وقت پیدا ہوا جب گزشتہ دنوں احقر کی نظر گلبرگہ سے شائع ہونے والے ایک روزنامہ پر پڑی، روزنامہ انقلاب دکن گلبرگہ کی 15 اپریل کی اشاعت میں صفحہ اول کی سرخی اور تصویر دیکھ کر احقر کے حواس اڑ گئے، ابتداء میں تصویر دیکھ کر ذہن میں کسی حادثہ کا تصور آیا لیکن تصویر کے نیچے دی گئی تحریر پڑھ کر دم بخود رہ گیا، پانچ کالمی تصویر میں کئی مسلمان افراد زخمی حالت میں دکھائے گئے تھے، جن کے سروں پر پٹی باندھی گئی تھی، بظاہر بے ہوش اور نیم مردہ نظر آ رہے تھے، اول دہلہ میں خیال آیا کہ یہ کسی حادثہ کا شکار افراد ہوں گے لیکن جب نیچے دی گئی تحریر پڑھی تو شدت غم سے آنکھوں میں اندھیرا چھا گیا، نیچے لکھا تھا کہ سنگتراش واڑی کی مسجد میں پیش آنے والے ایک واقعہ میں زخمی افراد کی تصویر ہے۔ تفصیلات کے بموجب سنگتراش واڑی

گلبرگہ کی مسجد میں حی علی الصلوٰۃ پر اٹھنے کے مسئلہ کو لے کر دو مسلم گروہوں کے درمیان تصادم پیش آیا اور شدید زدوکوب ہوئی، ایک چھوٹے سے مسئلہ پر اس طرح کا تشدد انتہائی افسوسناک ہے، آخر یہ مسلکی تشدد ہمیں کہاں لے جائے گا؟ آخر کب ہماری آنکھیں کھلیں گی؟ کیا عراق میں برپا قیامت ہمیں بیدار کرنے کیلئے کافی نہیں ہے؟ کیا لبنان کی تباہی سے ہم نے کچھ نہیں سیکھا؟ اگر ہم نے اپنے رویہ میں تبدیلی نہ لائی اور اختلاف کے باوجود اپنے شیرزاہ کو متحد نہ رکھا تو پھر ہمیں مزید تباہی کیلئے تیار رہنا ہوگا۔ گزشتہ کچھ عرصہ سے شہر حیدرآباد کی فضا بھی مکدر نظر آرہی ہے، ایک طرف ملت کے عمائدین اور صحافت وسیاست کی نمائندگی کرنے والی شخصیات باہم دست گریباں ہیں تو دوسری طرف بعض لوگ مسلکی اختلاف کو ہوا دینے میں مصروف ہیں۔

تفرقہ بازی ملت کیلئے سم قاتل

اختلاف ہر باشعور سماج کا لازمی جز ہے، اختلاف کا رونما ہونا برا نہیں بلکہ اختلاف کا نزاع کی شکل اختیار کرنا افسوسناک ہے، نزاع اور تفرقہ بازی ملت کیلئے سم قاتل ہے، میرا ذہن اس وقت مولانا آزاد مرحوم کے اس اقتباس کی طرف منتقل ہو رہا ہے، جس میں مولانا نے آپس کے انتشار کے مسئلہ پر مسلمانوں کو جھنجھوڑا ہے، مولانا کی یہ تحریر گوش دل سے سننے اور سرمہ بصیرت بنانے کے لائق ہے۔ مولانا لکھتے ہیں:

''قرآن نے اسلام کی حقیقت دراصل اس چیز کو بتلایا ہے جو اختلاف اور تفریق کے ساتھ جمع ہی نہیں ہوسکتی، وہ ہر جگہ اسلام وحدت وتالف اور کفر کو تعدد وتشتت قرار دیتا ہے اور جس شدت اور تکرار کے ساتھ شرک سے روکتا ہے، ٹھیک ٹھیک اسی طرح تفریق وشقاق سے بھی باز رکھنا چاہتا ہے وہ بار بار کہتا ہے کہ تم ''مغضوب علیھم'' یعنی یہود اور ''الضالین'' یعنی نصاریٰ کی ضلالتوں سے اپنے آپ کو بچاؤ اور انعام یافتہ جماعتوں کی راہ پر چلو، پھر جا بجا تشریح کرتا ہے کہ یہود ونصاریٰ کی سب سے بڑی ضلالت یہ تھی کہ انہوں نے نزول علم، یعنی نزول شریعت کے بعد راہ شقاوت

اختیار کی، خدا نے ان کو ایک کر دیا تھا، پر وہ ایک نہ رہے اور مختلف مذہبوں، مختلف جماعتوں، مختلف ناموں اور مختلف غیر الٰہی دینوں میں متفرق ہو گئے ”**الذین فرقوا دینھم و کانوا شیعا کل حزب بمالدیھم فرحون**“ (الروم:32) اس سے بھی زیادہ یہ کہ جابجا واضح کیا کہ کسی امت کیلئے تالیف واتحاد رحمت الٰہی اور تخریب وتفریق عذاب الٰہی ہے۔

خدا جب بھی کسی قوم کو سزا دینا چاہتا ہے تو اس میں باہمی تفرقہ اور اختلاف ڈال دیتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے ”کہہ دو کہ اللہ اس پر قادر ہے کہ تم پر اوپر سے کوئی عذاب لائے یا تمہارے قدموں کے نیچے ہی سے اس کا عذاب نمایاں ہو یا پھر تمہارے اندر پھوٹ ڈال دے، تم گروہ گروہ اور جماعت جماعت ہو جاؤ اور باہم ایک دوسرے سے لڑ کر خود ہی اپنی تلوار سے اپنے آپ کو ہلاک کر لو۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب سے بڑی وصیت امت کو یہی کی کہ ”**لاترجعوا بعدی کفارا یضرب بعضکم رقاب بعض**“ (بخاری 1048/2، مسلم 58/1) میں نے تم کو عذاب شقاق و افتراق سے نکال کر اتحاد و تالیف کی رحمت کا پیکر بنا دیا ہے لیکن میرے بعد کافروں کا طریق اختیار نہ کرنا کہ باہم ایک تلوار دوسرے کی گردن پر چلے اور یہی چیز ہے جس کی طرف باب مدینۃ العلم حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے ایک خطبہ مقدسہ میں دعوت دی: ”**الٰھھم واحد، ونبیھم واحد، وکتابھم واحد، ایامرھم اللہ بالاختلاف فاطاعوہ؟ ام نھاھم عنہ فعصوہ؟ ام انزل اللہ دینا ناقصا فاستعان بہ علی اتمامہ؟**“ (نہج البلاغۃ)

ان کا خدا ایک ہے نبی ایک ہے، پھر کیا ہے کہ وہ باہم اختلاف کرتے ہیں؟ خدا نے کیا ان کو اختلاف کا حکم دیا ہے کہ اس کی پیروی میں مختلف ہو رہے ہیں، یا اس نے اختلاف سے روکا ہے اور حکم الٰہی کی نافرمانی کر رہے ہیں؟ یا پھر یہ ہے کہ خدا نے ناقص دین اتارا اور اس کے اس طریقہ سے اب اس کو مکمل کرنا چاہتے ہیں؟

لیکن بد بخت مسلمانوں نے وہی کیا جس سے وہ روکے گئے تھے، خدا نے ان کو دوسروں کیلئے تلوار دی تھی انہوں نے خود اپنوں پر چلائی، خدا نے ان کو ایک بنایا تھا وہ متعدد جماعتوں میں متفرق ہو گئے، خدا نے ان کو ایک شریعت دی تھی، انہوں نے بہت سے شریعتیں بنالیں، خدا نے ان کا ایک ہی نام ''مسلم'' رکھا تھا مگر ان میں سے ہر جماعت نے اپنا الگ الگ نام رکھا، پس یہ اختلاف و شقاوت ایک عذاب الٰہی ہے، مسلمانوں کی سب سے بڑی مصیبت ہے، سب سے بڑا طغیان ہے، سب سے بڑا عدوان ہے، ان کے تمام مصائب و خسران قومی کا مبدائے حقیقی ہے، زمین کی سطح پر مسلمانوں نے اس سے بڑھ کر اور کوئی گناہ نہیں کیا اور خدا نے جس قدر بھی اس وقت ان کو سزائیں دی ہیں وہ سب کی سب اسی بڑے جرم کی پاداش میں''۔ مولانا آزاد کے یہ تازیانے ہماری آنکھیں کھولنے کیلئے کافی ہیں۔

آپس کے نزاع کے خاتمہ کیلئے عالمی ضروری اقدامات

ملت سے مذموم اختلاف اور آپس کے نزاع کے خاتمہ کیلئے ہمیں کچھ ٹھوس اقدامات کرنے ہیں اور یہ اقدامات عالمی سطح پر بھی ہونے چاہئیں اور ملکی اور علاقائی سطح پر بھی، عالمی سطح پر درج ذیل اقدامات پر فوری عمل آوری کی جائے۔

(1) عالمی سطح پر مسلم ممالک اور قائدین کے درمیان آپس کے تعاون اور ایک دوسرے سے استفادہ کی شکلیں ڈھونڈ نکالی جائیں۔ (2) ان اسباب کا جائزہ لیا جائے جن کے سہارے صہیونی اور صلیبی طاقتیں مسلمانوں میں انتشار پھیلا رہی ہیں۔ (3) عالمی سطح پر مختلف مسلم ممالک کے دانشوروں اور اصحاب علم و بصیرت کا ایک کمیشن تشکیل دیا جائے جو تفریق بین المسلمین کی صیہونی سازشوں پر نظر رکھیں اور حکمرانوں اور ارباب اقدار کو رپورٹ دیں۔ (4) عالمی سطح کی سرکاری و نیم سرکاری تنظیموں اور تحریکوں جیسے تنظیم اسلامی کانفرنس عرب لیگ، رابطہ عالم اسلامی وغیرہ کو مسلمانوں میں اتحاد پیدا کرنے کیلئے استعمال کیا جائے۔ (5) مسلم ممالک کے علماء اور اصحاب افتاء

کتاب وسنت کی بنیاد پر امت کو مجتمع کرنے کی مساعی میں تیزی پیدا کریں۔ (6) ساری امت بشمول قائدین اور عامۃ المسلمین دعوت دین کو اپنا نصب العین بنالیں، دعوت واحد راستہ ہے جو امت کے تمام طبقات کو ایک پلیٹ فارم پر لاسکتا ہے۔ (7) مسلمانوں میں ان گروہوں پر نظر رکھی جائے جو انتشار کیلئے کوشاں رہتے ہیں، نیز ایسے لٹریچر کو زیادہ سے زیادہ عام کیا جائے جس میں اتحاد کی اہمیت اور افتراق کے نقصانات پر روشنی ڈالی گئی ہو۔ (8) نزاع کی صورت میں کتاب وسنت کی طرف رجوع کے مزاج کو فروغ دیا جائے۔

آپس کے نزاع کے خاتمہ کیلئے علاقائی ضروری اقدامات

جہاں تک علاقائی سطح کے اقدامات ہیں تو ان میں چند یہ ہیں: (1) علماء اور ائمہ اپنے اپنے پیرکاروں کو مسلکی مسائل میں اعتدال کی راہ اپنانے کی تلقین کریں، امت کو اختلاف کے باوجود متفق علیہ اور عام ملی مسائل میں اجتماعیت اختیار کرنے پر زور دیں۔ (2) جمعہ کے خطبوں اور عوامی جلسوں میں متنازع مسائل کو زیر بحث لانے سے گریز کریں۔ (3) علمائے امت، داعیان دین اور امت کا باشعور طبقہ ساری توجہ دعوت واصلاح پر مرکوز کرے، اپنوں کی اصلاح کے ساتھ برادران وطن میں دعوت کو اپنا نصب العین بنالیں۔ (بحوالہ: ماہنامہ الفاروق دسمبر 2012ء ص:38 تا41)

☆......☆......☆

اختلاف رحمت......فرقہ بندی حرام

نام رسالہ: ماہنامہ الفاروق فروری 2012ء
سرپرست: شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہ
اجتہاد واختلاف کی حدود کے عنوان سے بلال احمد لاہوری،
متخصص فی الحدیث جامعہ فاروقیہ کراچی فرقہ بندی کی مذمت

کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ از مرتب!

اسلام آخری ضابطہ حیات ہے اسے تا حشر انسانی معاشرہ کی راہ نمائی اور روح افزائی کا فریضہ انجام دینا ہے۔ چنانچہ عہد رسالت ﷺ میں مسائل کا حل قرآن تھا یا فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، دور نبوت کے بعد فتوحات اسلامیہ کے ساتھ نئے مسائل نے سر اٹھایا تو ان کے حل کیلئے فقہاء نے ''اجتہاد'' کی اجازت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے جدوجہد کی، قواعد وضوابط مرتب کئے اور نئے مسائل کے حل تجویز کئے، جو چار مستقل مذاہب کی صورت میں معین ہوگئے:

(1) فقہ حنفی (2) فقہ مالکی (3) فقہ شافعی (4) فقہ حنبلی

جمہور علماء متفقہ طور پر ''اجتہاد شرعی'' کی اجازت کے قائل ہیں، لیکن اجتہاد شرعی اس وقت ہوگا جب چند شرائط پائی جائیں۔

شرائط اجتہاد

یہ چھ شرائط ہیں، ان کا مجتہد میں پایا جانا ضروری ہے ان میں سے ایک شرط کے بھی معدوم ہونے سے دعویٰ اجتہاد باطل ہوگا۔

(1) عربی لغت سے اتنی واقفیت ہو کہ کسی بھی عربی کلام کے معنی بخوبی سمجھ سکے۔

(2) قرآن و حدیث سے ماخوذ ان علوم سے واقفیت ہو جن کے بغیر عربی کلام کے معنی سمجھ نہیں آسکتے۔

(3) ان آیات وروایات کا علم ہو جن میں احکام کا بیان ہے، یہ پانچ سو آیات اور تین ہزار احادیث ہیں۔

(4) امت کے اجماعی واجتہادی مسائل جو پہلے سے طے کئے جا چکے ہیں ان کا علم ہو۔

(5) اجتہاد کے اصول و قواعد، احکام شرع کے مصالح و مقاصد، ماحول و معاشرے اور زمانے کے حالات وضروریات کا علم ہو۔

جب یہ کسبی شرائط کوئی پالے تو ایک چھٹی شرط کا پایا جانا ضروری ہے جو خالصتاً عطیہ

خداوندی ہوتی ہے۔

(6) دلائل پور غور کر کے احکام کے استنباط کا ملکہ بھی ہو، اسے ''فقہ النفس'' بھی کہا جاتا ہے۔ **(فواتح الرحموت، التوضیح والتلویح، نور الانوار، عقد الجید)**

اجتہاد کی حدود

اجتہاد کے بارے میں ہمارے تجدد پسند طبقہ نے کئی قسم کی غلط فہمیاں پھیلا رکھی ہیں، ہمارے پراگندہ ذہن دانشور سمجھتے ہیں کہ لفظ ''اجتہاد'' کے معنی کوشش کرنا اور مفہوم آزاد رائے دینا ہے۔ یہیں سے غلطی کا آغاز ہوتا ہے اور اس بنیاد پر جو عمارت کھڑی ہوتی ہے، وہ بھی غلطیوں کا مجموعہ ہوتی ہے، حالانکہ اس سوچ وفکر اور نظریے کا ''اجتہاد'' سے کوئی تعلق نہیں ہے، کیونکہ شرعی اجتہاد محض رائے زنی کا نام نہیں بلکہ درپیش مسئلہ جس کے بارے میں واضح حکم شرعی کتاب وسنت میں موجود نہیں اس کا حل مآخذ شریعت کی چھان پھٹک کر کے، نظائر وامثال پر غور وفکر کے بعد پیش کرنا ''شرعی اجتہاد'' کہلاتا ہے۔

اجتہاد کے ضمن میں ایک غلط فہمی یہ بھی پائی جاتی ہے کہ شاید آزادانہ اجتہاد کی حدود میں تمام مسلمات شریعت بھی داخل ہیں، کتاب وسنت کے قطعی احکام جو چودہ صدیوں سے امت کا متفقہ معمول چلے آتے ہیں آج کے کج فہموں، کوتاہ بینوں کو فرسودہ یا مشکل نظر آتے ہیں اور ان میں تبدیلی کے لئے اجتہادی قوتیں صرف کی جاتی ہیں حالانکہ علماء نے لکھا ہے کہ تین مقامات ایسے ہیں جہاں اجتہاد ممکن نہیں:

(1) قرآن وسنت کے قطعی اور واضح احکام جیسے سود کی حرمت۔

(2) وہ مسائل جن کے متعلق قطعی قرآن و احکام موجود ہیں مگر ان کی تفسیر سنت سے ہوگئی جیسے نماز پنجگانہ۔

(3) حدود اللہ کہ ان کے متعلق کتاب اللہ میں واضح اور قطعی احکام موجود ہیں۔

یہ وہ مقامات ہیں جہاں کسی قسم کے اجتہاد کی اجازت نہیں مگر ہمارے مجتہدین ان میں بھی اجتہادی زور آزمائیوں میں مصروف ہیں۔

اختلاف جائز، باہم پھوٹ ناجائز وحرام

اجتہادی صلاحیت کے حاملین کو جب کڑی شرائط کے ساتھ اجتہاد کی اجازت دی گئی تو ان میں اختلاف پیدا ہونا ضروری ہے کیونکہ اس کا تعلق رائے و عقل سے ہے اور دو اشخاص کی رائے وعقل برابر نہیں ہوسکتیں۔

حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب رئیس جامعہ دار العلوم کراچی فرماتے ہیں: میرے والد ماجد ایک عجیب بات فرماتے تھے وہ یہ کہ جہاں بھی کوئی قطعی بات نہیں ہوگی بلکہ مختلف طرح کے احتمالات ہوں گے اور کئی آدمی اس پر غور وخوض کررہے ہوں گے تو وہاں اختلاف رائے کا ہونا ناگزیر ہے۔

آگے چل کر فرماتے ہیں: ایسے اختلاف کو کہیں برا نہیں سمجھا جاتا، اسی طرح قرآن و سنت کی تشریح میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اختلاف ہوا اور ائمہ مجتہدین کا بھی لیکن یہ اختلاف ہے ''تفرق'' نہیں ہے، فرقہ بندی نہیں ہے۔ اختلاف جائز ہے، تفریق یعنی پھوٹ ڈالنا جائز نہیں۔ (اختلاف رحمت ہے فرقہ بندی حرام ہے۔ ص:23)

اختلاف حدود میں ہو تو مذموم نہیں بلکہ صلاحیت اجتہاد کے حامل مجتہدین جب کسی مسئلے میں اختلاف کرتے ہیں تو یہ امت کیلئے رحمت بن جاتا ہے، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے ''اختلاف امتی رحمۃ''۔

(کشف الخفاء 66/1 رقم الحدیث 153)

مخالفین کے ساتھ اعتدال سے تجاوز کا حکم

علماء نے اختلاف کی حدود بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ''اولاً اختلاف کرنے والے...... قرآن وسنت کی تشریح کی اہلیت رکھتے ہوں''۔

ثانیاً: زیر بحث مسئلہ سے متعلق تمام احادیث ان کے علم میں ہوں۔

ثالثاً: ایسے مسائل میں اختلاف ہو جس میں واقعی اختلاف رائے ہوسکتا ہے۔

رابعاً: اختلاف کا اظہار عمومی مجامع، عمومی رسائل میں نہ ہو۔

خامساً: یہ اختلاف ذاتی تعصب سے خالی ہو۔

ان حدود کی رعایت ہو تو بلاشبہ ایسا اختلاف رحمت ہی رحمت ہے۔

برکۃ العصر، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب قدس اللہ تعالیٰ سرہ نے اس موضوع پر ایک جامع اور لائق مطالعہ کتاب ''الاعتدال فی مراتب الرجال'' تحریر فرمائی ہے اس میں فرماتے ہیں ''علاوہ ازیں ایک چیز اور بھی نہایت قابل اہتمام ہے غور سے سنو کہ! اختلاف رائے، خواہ مذموم ہو یا ممدوح کسی اختلاف میں بھی حدود سے تجاوز کرنا اور مخالفین کے ساتھ اعتدال سے بڑھ کر معاملہ کرنا اسلامی تعلیم کے منافی ہے۔ (الاعتدال، ص:239 اتحاد بک ڈپو، دیوبند انڈیا)

چنانچہ ماضی قریب میں اکابر دیوبند اور ماضی بعید میں ہمارے اسلاف اس کا نمونہ پیش کر چکے ہیں کہ اختلاف کے باوجود باہمی رنجش اور دلی کدورت کا شائبہ بھی نہ تھا مگر آج ہمارے ہاں اختلاف کا مقصد بدل گیا ہے ؎

فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں
کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں

(علامہ اقبالؒ)

کاش! جن اسلاف کے ہم نام لیوا ہیں اور ان سے انتساب پر فخر کرتے ہیں اس میں بھی ان کی اتباع کرتے تو:

منفعت ایک ہے اس قوم کی، نقصان بھی ایک
ایک ہی سب کا نبی، دین بھی، ایمان بھی ایک
حرم پاک بھی، اللہ بھی، قرآن بھی ایک
کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک

(علامہ اقبالؒ)

☆……☆……☆

مسلمان کی محبت کا دائرہ کار

نام رسالہ: ماہنامہ الفاروق ذوالحجہ 1412ھ
سرپرست: شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہ

مولانا سید احمد مدنی رحمہ اللہ کا مضمون ماہنامہ الفاروق میں مسلمانوں کی ذمہ داریاں کے عنوان سے شائع ہوا اس میں آپ نے مسلمان کی خیر خواہی اور بھلائی کے دائرہ کار کی وضاحت فرمائی اور باہم محبت و شفقت کی حدود کو بیان فرمایا۔ اللہ کریم اپنی بارگاہ عالی میں قبول فرمائے اور آپس میں محبت اور خیر خواہی کو عام کرنے کا ذریعہ بنادے۔ ازمرتب!

تمام انسان ایک خالق کی مخلوق

ایک مسلمان کی خدمت صرف اس کی ذات اس کے اہل وعیال اور قبیلہ تک محدود نہیں ہوسکتی۔ اس کی خدمات کا دائرہ کسی طبقہ کی حدود میں محصور نہیں ہوسکتا بلکہ اس کی نفع رسانی رنگ ونسل کے امتیاز سے آزاد ہوگی۔ اس کی محبت وشفقت جغرافیائی حدود کی پابند نہیں ہوگی اور وہ تمام انسانوں کو ایک ماں باپ کی اولاد ایک خالق کی مخلوق اور ایک رب کی عیال سمجھ کر امداد واعانت ہمدردی اور خیر خواہی کے جذبات کو عام کرے گا۔ اس کا ذاتی مفاد اس کی نظر میں ہیچ ہوگا اور اس کی تمام جدوجہد انسانیت کے مفاد کیلئے وسیع تر ہوگی۔ وہ ہر بات جماعتی نقطہ نظر سے سوچے گا اور نوع انسان کی فلاح و بہبود اس کے نفع ونقصان کا معیار ہوگی۔

غرض ایک مسلمان کا کردار اور اس کی گفتار اس رحمت عالم ﷺ کی زندگی پاک کا اسوہ حسنہ ہونا چاہیے جس نے سارے عالم کو پیغام رحمت سنایا، جس نے ساری مخلوق کو اللہ کی عیال قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ کے یہاں زیادہ محبوب

وہ ہے جو اسکے عیال پر احسان کرے“۔ جس نے مومن کی تعریف یہ فرمائی: ”مومن وہ ہے کہ تمام انسانوں کی جانیں اور مال اس کے ہاتھوں محفوظ رہیں اور مومن وہ ہے کہ کسی انسان کو بھی اس کی وجہ سے کوئی خطرہ پیدا نہ ہو“۔

اور ہر ایک مومن کو ہدایت فرمائی: ”جوڑو اس سے جو تم سے توڑے، (قطع تعلق کرے) انصاف کرو اس سے جو تم پر ظلم کرے اور بھلائی کرو اس کے ساتھ جو تمہارے ساتھ برائی کرے“۔ (بخاری شریف)

(بحوالہ: ماہنامہ الفاروق ذوالحجہ 1412ھ۔ ص:5)

☆......☆......☆

آپس کے اختلاف کی نحوست

نام رسالہ: ماہنامہ الفاروق جنوری 2005ء
سرپرست: شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہ
مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ
الحمدللہ و سلام علٰی عبادہ الذین اصطفٰی

نماز و روزہ سے افضل عمل......اتحاد و اتفاق

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتاؤں جو درجہ میں روزہ، نماز اور صدقہ سے بھی افضل ہے؟ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا ضرور ارشاد فرمائیے۔ فرمایا: وہ آپس کے معاملات کی درستگی ہے کیونکہ آپس کا بگاڑ مونڈنے والی چیز ہے (اور ایک روایت میں یہ مزید اضافہ ہے کہ میں نہیں کہتا کہ وہ بالوں کو مونڈنے والی ہے بلکہ وہ دین کو مونڈنے والی اور اس کا صفایا کرنے والی ہے)۔

”آپس کے معاملات کی درستگی“ سے مراد یہ ہے کہ آپس کے ان تمام امور و معاملات

کو درست رکھا جائے جن سے آپس کی ناچاقی راہ پاتی ہے تا کہ کسی کو کسی سے شکایت نہ ہو اور اسلامی معاشرے میں الفت و محبت اور اتفاق و اتحاد کی فضاء قائم رہے۔

پہلی وجہ:۔ ''آپس کی درستگی'' کو روزہ، نماز اور صدقہ سے افضل قرار دینے کی (واللہ اعلم) دو وجہیں ہو سکتی ہیں۔ ایک یہ کہ نماز، روزہ اور صدقہ انفرادی اعمال ہیں، جن کا اجر و ثواب کرنے والے کی ذات تک محدود ہے۔ بخلاف اس کے ''صلاح ذات البین'' (آپس کے معاملات کی درستگی) کا عمل پورے معاشرے سے تعلق رکھتا ہے، اگر تمام مسلمان اس عمل کا اہتمام کریں تو ان کے درمیان اتفاق و اتحاد کی فضا پیدا ہوگی اور ان کا شیرزاہ مجتمع رہے گا اور اگر وہ آپس کے معاملات کی درستگی کا اہتمام نہیں کریں گے تو ان کے درمیان باہمی بغض و عناد کی فضا پیدا ہوگی۔ ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کی کوشش ہوگی، ایک دوسرے کے خلاف انتقامی جذبات پروان چڑھیں گے اور ایک دوسرے کی تحقیر و تذلیل محبوب مشغلہ بن جائے گا، جس کے نتیجہ میں امت کا شیرزاہ بکھر کر رہ جائے گا۔ پس ''آپس کی درستگی'' کا عمل صرف ایک فرد کی ذات تک محدود نہیں۔ بلکہ پورا معاشرہ اور معاشرے کا ایک ایک فرد اس سے متاثر ہوتا ہے، ظاہر ہے کہ وہ نیکی، نماز، روزے سے بدر جہا بڑھ کر ہوگی جس کی برکت سے امت کا شیرزاہ مجتمع رہے اور امت ''واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً'' کا منظر پیش کرنے لگے۔

دوسری وجہ:۔ یہ ہے کہ اگرچہ نماز، روزہ اور صدقہ و خیرات بھی نفس کو شاق گزرتے ہیں اور ان کے کرنے میں بھی نفس کے ساتھ مجاہدہ کی نوبت آتی ہے لیکن مجاہدے کا اصل میدان عالم تعلقات ہے جہاں قدم قدم پر ناگواریوں کا سامنا ہوتا ہے اور قدم قدم پر نفس کی ''انا'' مجروح ہوتی ہے یہی وہ میدان ہے جہاں انسانی اخلاق کے جوہر کھلتے ہیں۔ یہی وہ امتحان گاہ ہے جس میں آدمی کے صبر و شکر، حلم و وقار، صبر و تحمل، خشیت و تواضع، یقین و توکل وغیرہ کی جانچ ہوتی ہے۔ یہی وہ جنگل ہے جہاں کبر و

نخوت، عجب وخود بینی، حسد وکینہ وغیرہ کے درندے منہ کھولے کھڑے ہیں۔ ہر موقع پر تمام اہل حقوق کے حقوق ادا کرنا اور ان میں حدود شرعیہ کی نزاکتوں کو پوری طرح ملحوظ رکھنا ایک ایسا مجاہدہ ہے جو انفرادی اعمال (نماز روزہ وغیرہ) میں نہیں۔ خدا شاہد ہے کہ ساری رات نفل پڑھنا اور ہمیشہ روزے رکھنا آسان، لیکن مجاہدے کی اس بھٹی سے جسے باہمی تعلقات کا میدان کہتے ہیں، کندن بن کر نکلنا مشکل اور نہایت مشکل، اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اگر اسے نماز، روزہ سے افضل درجہ کی چیز فرمایا تو بالکل بجا ارشاد فرمایا ہے۔

ایک اور حدیث میں حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم سے پہلی امتوں کی بیماری آہستہ آہستہ تم میں سرایت کر گئی، یعنی حسد اور کینہ۔ اور یہ چیز مونڈنے والی (اور صفایا کرنے والی) ہے میں یہ نہیں کہتا کہ یہ بالوں کو مونڈتی ہے نہیں دین کو مونڈ دیتی (اور اس کا صفایا کر دیتی) ہے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم جنت میں داخل نہ ہوگے، یہاں تک کہ ایمان لاؤ اور (کامل طور پر) مومن نہیں ہوگے، یہاں تک کہ ایک دوسرے سے محبت کرو، کیا تمہیں ایسی چیز نہ بتاؤں جو اس (باہمی الفت ومحبت) کو تمہارے لئے ثابت کرے؟ آپس میں (کثرت سے) سلام پھیلایا کرو۔ اس حدیث پاک میں متعدد مضامین ارشاد ہوئے ہیں، ان میں سے ایک تو وہی مضمون ہے جو اس سے قبل کی دو احادیث میں آچکا ہے، یعنی آپس کے بغض وکینہ کا دین کیلئے تباہ کن ہونا۔

باہمی افتراق زوال کی مختصر کہانی

دوسرا مضمون یہ ہے کہ حسد اور بغض امم سابقہ کی بیماری ہے جس کے جراثیم آہستہ آہستہ اس امت میں بھی سرایت کرتے چلے گئے، جن خوش قسمت حضرات نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت پر لبیک کہی، ان کے درمیان الفت ومحبت کی

وہ فضاء پیدا ہوئی جس کو اللہ تعالیٰ نے یوں ارشاد فرمایا ہے ”فاصبحتم بنعمتہ اخوانا“ پس ہوگئے تم اللہ کے فضل وانعام سے بھائی بھائی۔ (آل عمران)

ان میں حسد و رقابت، بغض وعناد اور کینہ وعداوت کا کوئی جرثومہ نہیں تھا بلکہ وہ سب کے سب اہل جنت کی طرح ”یک قلب“ تھے لیکن دنیا کی زہریلی فضا کے سبب آہستہ آہستہ امت میں حسد و کینہ کے جراثیم پیدا ہونے شروع ہوئے اور رفتہ رفتہ نوبت یہاں تک پہنچی کہ حسد و کینہ کی دیمک نے ملت کو چاٹ لیا اور امت تسبیح شکستہ کے موتیوں کی طرح منتشر ہوکر رہ گئی۔ یہ وہ حقیقت ہے جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس ارشاد گرامی میں متنبہ فرمایا۔ اس چھوٹے سے فقرے میں نہ صرف امت کی عروج وزوال کی پوری داستان سمودی ہے بلکہ مرض کی تشخیص کے ساتھ اس کے علاج کی طرف بھی رہنمائی فرمائی ہے۔

تیسرا مضمون وہ ہے جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قسم کے ساتھ بیان فرمایا ہے، یعنی جنت میں داخل ہونا موقوف ہے ایمان پر اور ایمان کامل موقوف ہے باہمی الفت ومحبت پر اور باہمی الفت ومحبت کا ذریعہ آپس میں کثرت سے سلام کا پھیلانا ہے۔ ”وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ وصحبہ اجمعین“

(بحوالہ: ماہنامہ الفاروق جنوری 2005ء۔ ص:45-46)

☆......☆......☆

صلح کرانا ایک اہم اسلامی فریضہ

نام رسالہ: ماہنامہ الفاروق نومبر 2011ء
سرپرست: شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہ
مولانا سیف اللہ رحمانی دامت برکاتہم

اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایک جیتا جاگتا، ہنستا بولتا اور چلتا پھرتا وجود عطا کیا ہے، سوچنے

سمجھنے کی صلاحیت دی ہے، غور فکر کا ملکہ ودیعت فرمایا ہے اور ارادہ واختیار کی قوت سے اسے نوازا گیا ہے، اس لئے کسی بھی انسانی سماج سے یہ توقع نہیں رکھی جاسکتی ہے کہ اس میں اختلاف پیدا ہی نہ ہو اور وہ بھی پتھر کی مورتوں کی طرح خاموش اور بے زبان رہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سوچنے کے انداز میں فرق رکھا ہے، ذوق ونظر کا اختلاف بھی پایا جاتا ہے اور مفادات میں ٹکراؤ بھی، پس کسی بھی انسانی سماج میں اختلاف کا وقوع پذیر ہونا فطری بات ہے اور اس سے کوئی مفر نہیں، اگر یہ اختلاف خلوص اور نیک نیتی پر مبنی نہ ہو بلکہ ضد، انا اور خود غرضی کی وجہ سے ہو تو یہ مہذب اور شائستہ اختلاف رائے کی حدود سے گزر کر باہمی جنگ وجدال، قیمت اندازیوں اور الزام تراشیوں کا باعث بن جاتا ہے، معاشرے میں ہمیشہ ایسے واقعات پیش آتے رہے ہیں اور پیش آتے رہیں گے۔

سوال یہ ہے کہ ایسے نزاع اور اختلاف کا کیا حل ہے؟ قرآن اللہ کی کتاب ہے جو زندگی کے ہر گوشہ میں انسان کی رہنمائی کا فریضہ سرانجام دیتی ہے، اس نے یقیناً اس سلسلہ میں بھی رہنمائی کی ہے، کسی بھی نزاع سے بنیادی طور پر تین طبقے متعلق ہوتے ہیں، دو فریق تو وہ جو باہم ایک دوسرے سے برسر پیکار ہوں اور تیسرے وہ سماج اور معاشرے جس میں اس طرح کا نزاع پیش آتا ہو، قرآن کی نگاہ میں فریقین کی ذمہ داری یہ ہے کہ اگر کسی مسئلہ میں دونوں ایک دوسرے سے قریب آنے کو تیار نہ ہوں اور وہ اپنے طور پر اس فاصلہ کو سمجھنے اور اس خلیج کو پاٹنے کی صلاحیت نہیں رکھتے تو دونوں فریق اپنی صف سے کسی مخلص، دیندار، سمجھدار اور معاملہ فہم آدمی کا انتخاب کریں اور ان کو اپنا 'حکم'' مان لیں، یہ حکم کی حیثیت سے جو بھی فیصلہ کریں اسے دونوں فریق قبول کرلیں اور حکم کا فریضہ یہ ہے کہ وہ ان دونوں فریقوں کے درمیان ہم آہنگی پیدا کرنے کی بھرپور سعی کرے، قرآن کہتا ہے کہ اگر حکم بغیر طرف دار بنے نیک نیتی اور صدق دل کے ساتھ صلح کی کوشش کرے گا تو اللہ تعالیٰ ضرور کامیابی سے ہمکنار فرمائیں گے۔

''ان یریدا اصلاحاً یوفق اللہ بینھما'' (النساء:35)

صلح اور باہمی اختلاف کو دور کرنے کا یہ نہایت بہترین طریقہ ہے، بلکہ یہ اختلافات سے باہر آنے کا باعزت راستہ ہے اس لئے کہ اس میں نہ کسی فریق کی فتح ہے اور نہ کسی فریق کی شکست، اس سے سماج میں بھی انسان کی عزت میں اضافہ ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی کی جو دولت حاصل ہوتی ہے وہ ان سب سے بڑھ کر ہے لیکن اس کیلئے ضروری ہے کہ آدمی اپنے ''انا'' کے خول سے باہر آئے، بڑائی کے احساس سے اپنے ذہن کو فارغ کرے، اپنے بھائی کو حقیر نہ سمجھے، اس کے اندر حقائق کو قبول کرنے کی جرات ہو اور اس کی نگاہ نوشتہ دیوار کو پڑھنے کی صلاحیت رکھتی ہو۔

تیسرا طبقہ جو دو مسلمانوں کے باہمی اختلاف سے اپنے آپ کو الگ نہیں رکھ سکتا وہ ہمارا سماج ہے، یہ سمجھنا کہ یہ فلاں اور فلاں شخص کا اختلاف ہے ہمیں اس میں پڑنے کی کیا ضرورت ہے؟ یہ صحیح فکر اور مثبت سوچ نہیں، مسلمانوں کا یہ فریضہ ہے کہ جب دو افراد کے درمیان آویزش اور اختلاف محسوس کریں تو ان میں صلح کرانے اور شکستہ دلوں کو جوڑنے کی کوشش کریں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''**انما المؤمنون اخوۃ فاصلحو بین اخویکم واتقو االلہ لعلکم ترحمون**'' تمام مسلمان بھائی بھائی ہیں لہٰذا اپنے دو بھائیوں کے درمیان میں ملاپ کرا دیا کرو وہ نہایت ہی اہم فریضہ ہے، افسوس کہ مسلمانوں کو اس کی اہمیت اور سماج کے تئیں اپنی ذمہ داریوں کا نہ ادراک ہے اور نہ احساس۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میں تم کو روزہ، صدقہ اور زکوۃ سے بھی افضل چیز نہ بتاؤں؟ ہم لوگوں نے عرض کیا کیوں نہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ ہے باہمی خلش کو دور کرنا اور صلح کرانا، اصلاح ذات البین، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ آپس میں تعلقات کا بگاڑ مونڈ دینے والی چیز ہے۔ (الادب المفرد، حدیث نمبر 391)

بااثر اہل علم ومشائخ کی ذمہ داری......اختلاف سے بچانا

غرض کسی بھی انسانی سماج میں اختلاف ونزاع کا پیدا ہونا ایک فطری چیز ہے، جس

سے بچنا ممکن نہیں لیکن یہ ضروری ہے کہ جہاں آگ لگے وہاں پانی ڈالنے والے لوگ بھی موجود ہوں، جہاں سیلاب آتا ہے تو وہاں ہر شخص پانی کی ظالم موجوں کے آگے بند باندھنے کی کوشش کرتا ہے ورنہ آگ پوری بستی کو اپنا لقمہ بنا لے گی اور سیلاب پوری آبادی کو غرق آب کر کے رہے گا، اس لئے مسلمانوں میں جو ''ارباب حل وعقد'' ہوں، یعنی ذمہ دار، سمجھدار، با اثر واہل علم و دانش علماء و مشائخ، مذہبی اور سماجی قائدین ملی تنظیموں اور جماعتوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ مسلم معاشرہ میں ابھرتے ہوئے اختلاف کی بروقت تشخیص کریں اس کے اسباب وعوامل کو سمجھنے کی کوشش کریں اور ان کے تدراک کی طرف متوجہ ہوں ورنہ یقیناً عند اللہ وہ اس سلسلہ میں جواب دہ ہوں گے۔

مجموعی اختلافات...... ہماری بدقسمتی

یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ کم سے کم ہندوستان میں مسلمانوں کے جتنے تعلیمی، اصلاحی اور دعوتی ادارے ہیں، مذہبی اور سیاسی جماعتیں اور تنظیمیں ہیں، اصلاحی تحریکیں ہیں، ان میں سے اکثر اختلاف وانتشار سے دوچار ہیں، یہ جماعتیں اور تنظیمیں دولخت بلکہ سہ لخت ہو چکی ہیں، ایک تنظیم کے دو ٹکڑے اور پھر ان ٹکڑوں کی کئی کئی ٹکڑیاں، یہ اختلاف وانتشار اور صلاحیتوں کا بٹوارہ بحیثیت مجموعی ملت کے طبقات کو کمزور اور بے اثر کر دیتا ہے اسی کا نتیجہ ہے کہ آج ہم ہر سطح پر مسلمانوں کی پسماندگی اور زبوں حالی کا کھلی آنکھوں سے مشاہدہ کر رہے ہیں، کسی بھی جمہوری ملک میں سیاسی احوال کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا، خاص کر اقلیتوں کیلئے ان کے ووٹ کی بڑی اہمیت ہے، اگر مسلمان سیاست کی ترازو میں بے وزن ہو جائیں تو اس ملک میں کوئی بھول کر بھی ان کو پوچھنے والا اشک شوئی کرنے والا نہ ہوگا اور اس میں شبہ نہیں کہ ہندوستان میں مسلمانوں کے ووٹ کی قیمت ایک ایسی حقیقت ہے جس کا دوست دشمن سبھوں کو اقرار ہے لیکن افسوس کہ مسلم جماعتوں کی باہمی آویزشوں اور اختلاف نے ان کو بے وزن کر کے رکھ دیا ہے اس لئے ان حالات میں سر برآوردہ مسلمانوں کی ذمہ داری

ہے کہ وہ مختلف مسلم جماعتوں کی باہمی رقابتوں کا قابل قبول حل تلاش کریں، ان کو ایک میز پر جمع کریں اور ان کو اختلاف کے باوجود اتحاد پر آمادہ کریں، یہ وقت کا سب سے بڑا اجہاد اور موجودہ حالات کی سب سے بڑی ضرورت ہے۔

(بحوالہ: ماہنامہ الفاروق کراچی، نومبر 2011ء ص:27 تا29)

☆......☆......☆

کتاب ''واقعات علماء دیوبند'' میں شدید اختلاف کے باوجود حسن سلوک کے مہکتے پھول

نام کتاب: واقعات وکرامات اکابر علماء دیوبند
مرتب: مولانا ثناءاللہ سعد شجاع آبادی
عمر پبلی کیشنز یوسف مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

شدید اختلاف کے باوجود عالم دین کا بھرم رکھنا

ایک مشہور عالم دین بزرگ سے بعض سیاسی مسائل میں حضرت میاں صاحب (حضرت مولانا سید اصغر حسین) رحمۃ اللہ علیہ کو شدید اختلاف تھا جس کا اظہار ہمیشہ برملا فرماتے رہے لیکن اس کے باوجود ان کی شان میں اگر کسی سے کبھی کوئی نامناسب کلمہ نکل جاتا تو بڑی سختی کے ساتھ تنبیہ فرماتے۔ اختلاف بھی ''اختلاف امتی رحمۃ'' کی تشریح پر تھا اختلاف کی حدود سے سرمو تجاوز ان کی فطرت ہی نہیں تھی۔

انہی مختلف الخیال بزرگ نے ایک دفعہ امساک باراں کی شدت دیکھ کر نماز استقاء پڑھنے کا اعلان کیا۔ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو غالباً کشف کے ذریعہ معلوم ہو چکا تھا کہ ان ایام میں بارش نہیں ہوگی لیکن اس کے باوجود والد صاحب سے فرمایا کہ میاں بارش تو ہونی نہیں، البتہ نماز کا ثواب حاصل کرنے کیلئے چلنا ضرور ہے۔

چنانچہ والد صاحب نے ان کی معیت میں نماز استقاء ادا کی، بارش کو نہ ہونا تھا نہ ہوئی، ان بزرگ نے دوسرے روز کیلئے بھی نماز کا اعلان فرما دیا تو اس دن بھی وہی پہلے دن والی بات فرما کر نماز ادا کرنے پہنچ گئے اور بغیر بارش ہوئے واپس ہو گئے۔ تیسرے روز کیلئے پھر نماز کا اعلان ہوا تو میاں صاحب تیسرے دن بھی نماز کیلئے میدان میں پہنچ گئے اور خود ان بزرگ سے کہا کہ اگر آپ اجازت دیں تو آج نماز میں پڑھادوں۔ ہر شخص حیرت سے دیکھ رہا تھا کہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ تو کبھی پنج وقتہ نماز لوگوں کے اصرار پر بھی نہیں پڑھاتے، آج انہوں نے خود نماز پڑھانے کی پیش کش کیسے کی؟

بہر کیف نماز استقاء میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی امامت میں شروع ہوئی۔ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدت مندوں کے دل میں بار بار یہ خیال پیدا ہو رہا تھا کہ آج بارش ضرور ہو جائے گی، شاید میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کشف کے ذریعہ معلوم کر کے یہ تبدیلی کی ہوگی لیکن آج بھی دھوپ اسی شدت کے ساتھ چمکتی رہی اور بادل کا دور دور بھی نام و نشان نہ تھا، مجبور ہو کر پورا مجمع شکستہ دل اور مغموم واپس ہوا۔

والد صاحب نے اس خلاف عادت عمل پر استفسار کیا کہ آپ تو کبھی پنجگانہ میں بھی امامت نہیں فرماتے آج یہ کیا ماجرا تھا؟ تو فرمایا میرا مقصد اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ جو عالم دین دو روز سے نماز پڑھا رہے ہیں لوگوں کو ان پر ہی بدگمانی نہ ہو، میں بھی اس میں شریک ہو جاؤں کیونکہ یہ مجھے اندازہ تھا کہ بارش اس وقت ہونا مقدر نہیں، کسی عالم یا مقدس ہستی کا اس میں کیا قصور ہے، اب اگر بدنامی ہونی ہے تو تنہا ایک عالم کی نہ ہو۔

سوچئے! ان اہل اللہ اور ہم دنیاداروں میں کس قدر بعد المشرقین ہیں؟ ہماری تمام کوشش اور سعی کا محور صرف یہ ہوتا ہے کہ اپنے مخالف کا کوئی کمزور پہلو تلاش کر کے اس کو مجروح کرنے کی کوشش کی جائے اور اس کیلئے ہر جائز و ناجائز حربہ آزمایا جائے اور اگر قابو چل جائے تو اس کو پوری طرح ذلیل و رسوا کر دیا جائے۔

لیکن یہی اختلاف جب اسلامی سانچہ میں ڈھلتا ہے تو کس درجہ حسین اور دلفریب

ہوجاتا ہے کہ جس پر سینکڑوں اتحاد قربان کئے جاسکتے ہیں۔

حقیقت تو یہ ہے کہ ان بزرگوں کو دیکھنے کے بعد اندازہ ہوا کہ دنیا میں رہنے اور دنیا کو برتنے کا لطف وسلیقہ بھی ان اہل اللہ کو ہی آتا ہے اور جو خود کو دنیادار کہتے ہیں ان کو اسکے لطف کی ہوا بھی نہیں لگتی۔

(بحوالہ: واقعات وکرامات اکابر علماء دیوبند۔ ص: 187 تا 189)

سیاسی مخالفت کے باوجود بہترین حسن سلوک

بروایت جناب احسان قریشی پرنسپل گورنمنٹ کمرشل انسٹیٹیوٹ سیالکوٹ۔

1954ء میں مَیں امرتسر میں بطور لیکچرار متعین تھا، حضرت مفتی محمد حسن مرحوم، راقم الحروف، مرحوم شیخ صادق حسین اور ایم اے او کالج امرتسر کے چند دوسرے پروفیسر مسلم لیگ کو مستحکم بنانے میں دن رات کوشاں تھے اور قیام پاکستان کیلئے جدوجہد کرتے تھے۔ ایک دن سنا کہ حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ، اپنے سفر لاہور کے دوران امرتسر ریلوے اسٹیشن سے گزرنے والے ہیں اور مسلم لیگی طلباء نے یہ سکیم بنائی ہے کہ امرتسر ریلوے اسٹیشن پر ان پر گندے انڈے پھینکے جائیں۔ جب اس کی خبر مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو پہنچی تو وہ بہت متردد ہوئے، مجھے فوراً بلایا اور کہا کہ تم پر لازم ہے کہ تم اس دن صبح کی گاڑی پر جالندھر جا پہنچو اور حضرت کے ڈبے میں سوار ہوجاؤ تو جب گاڑی امرتسر پہنچے تو تم مع اپنے دو تین شاگردوں کے حضرت مولانا کیلئے ڈھال بن جاؤ، جو کچھ پھینکا جائے تم اپنے بدن پر سہنا۔ خبردار! حضرت مولانا کو کوئی گزند نہ پہنچے، اگرچہ ان کا اور ہمارا اختلاف قیام پاکستان کے متعلق ہے لیکن وہ ہمارے اکابر میں سے ہیں۔ سیاست میں ان کا مطمع نظر خواہ کچھ ہی ہو تم کوشش کرنا کہ کوئی اینٹ، روڑا، پتھر یا گندا انڈہ ان کو نہ چھوئے۔ چنانچہ میں اس دن اپنے تین چار چہیتے اور قابل اعتماد شاگردوں کے ساتھ جالندھر پہنچا، اور اسی ڈبہ میں مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ امرتسر تک آیا۔ امرتسر اسٹیشن پر چند بدقماش طلباء نے گندے انڈے

پھینکنے کا پروگرام بنایا ہوا تھا وہ مجھے ڈبہ میں دیکھ کر بہت ہی حیران ہوئے اور کہا کہ ”تم مسلم لیگی ہو کر کیوں مولانا مدنی رحمہ اللہ سے انتقام لینے کو منع کرتے ہو“۔ میں نے کہا میں اپنے جیتے جی مولانا مدنی رحمہ اللہ کو کوئی روڑا، اینٹ، گندا انڈہ اور کوئی چیز نہیں لگنے دوں گا، اس جواب پر آدھے شریر طلباء تو چلے گئے مگر بدذاتوں نے گندے انڈوں کی بوچھاڑ کر دی۔ وہ تمام میں نے اپنے بازوؤں، لباس، منہ پر لئے، میرا حلیہ عجیب بن چکا تھا۔ میرے کٹر مسلم لیگی ہونے کے باوجود انہوں نے مجھ پر بہت سے انڈے پھینکے تھے، وہ مجھے گالیاں بھی دیتے تھے لیکن الحمدللہ کہ مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو کوئی گزند نہ پہنچا۔ البتہ میں معمولی سا زخمی ہوا، دو روڑے میرے گھٹنوں پر لگے تھے جب میں اس حال میں حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کے پاس پہنچا تو انہوں نے فرمایا: ”احسان! تم نے جنت میں اپنے لئے جگہ بنالی“۔

(بحوالہ: واقعات وکرامات اکابر علماء دیوبند۔ ص:230-229)

سیاسی مجمع میں شیخ الاسلام پر سنگباری

1945ء کا ذکر ہے کہ شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مشرقی پنجاب کے ایک ریلوے اسٹیشن پر ایک مخالف مجمع نے جس کا اختلاف سیاسی نوعیت کا تھا۔ حضرت پر سنگباری شروع کر دی، مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی رحمہ اللہ نے حضرت شیخ کو آڑ میں لے لیا اور خود کو مجمع کے سامنے پیش کر دیا اور اب مولانا پر بلا تامل پتھر برسنے لگے حتیٰ کہ ایک پتھر نازک جگہ پر آ کر لگا۔ مولانا حفظ الرحمٰن رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ میں تہیہ کر چکا تھا کہ جب تک حفظ الرحمن کے بدن میں جان موجود ہے، حضرت شیخ پر آنچ نہیں آنے دوں گا۔

خواجہ تونسوی اور شیخ الاسلام رحمہا اللہ کا تعلق

حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ جب حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ آخری حج سے تشریف لا رہے تھے تو ہم لوگ اسٹیشن پر شرف زیارت

کیلئے گئے۔ حضرت کے متوسلین میں سے ایک صاحبزادہ محمد عارف جھنگ دیوبند تک ساتھ گئے۔ ان کا بیان ہے کہ لیٹرین میں ایک ہندو جنٹلمین بھی تھے جن کو ضرورت فراغت لاحق ہوئی، وہ رفع حاجت کیلئے گئے اور الٹے پاؤں بادل نخواستہ واپس ہوئے۔ حضرت مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ سمجھ گئے، فوراً چند سگریٹ کی ڈبیاں ادھر اُدھر سے اکٹھی کیں اور لوٹا لے کر لیٹرین میں گئے اور اچھی طرح صاف کر دیا اور ہندو دوست سے فرمانے لگے کہ جائیے لیٹرین تو بالکل صاف ہے، نوجوان نے کہا کہ مولانا میں نے دیکھا ہے لیٹرین بالکل بھرا ہوا ہے قصہ مختصر وہ اٹھا اور جا کر دیکھا تو لیٹرین بالکل صاف تھا بہت متاثر ہوا اور بھرپور عقیدت کے ساتھ عرض کرنے لگا یہ حضور کی بندہ نوازی ہے جو سمجھ سے باہر ہے۔

راقم الحروف کو یہ بات بھی پہنچی ہے کہ اسی واقعہ کو دیکھنے پر یا اس طرح کے کسی دور کے موقع پر اسی ڈبہ میں خواجہ نظام الدین تونسوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس ڈبہ میں ایک ساتھی سے پوچھا کہ یہ کھدر کی پوشاک والا کون ہے جواب ملا کہ یہ حسین احمد مدنی ؒ ہیں تو خواجہ صاحب مرحوم بے اختیار ہو کر حضرت مدنی کے پاؤں سے لپٹ گئے اور رونے لگے۔ حضرت نے جلد پاؤں چھڑائے اور پوچھا کیا بات ہے تو خواجہ صاحب نے کہا سیاسی اختلافات کی وجہ سے میں نے آپ کے خلاف فتوے دیئے اور برا بھلا کہا اگر آج آپ کے اس اعلیٰ کردار کو دیکھ کر تائب نہ ہوتا تو شاید سیدھا جہنم میں جاتا۔

حضرت نے فرمایا میرے بھائی میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت پر عمل کیا ہے اور وہ سنت یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک یہودی مہمان نے بستر پر پاخانہ کر دیا تھا صبح جلدی اٹھ کر چلا گیا۔ جب اپنی بھولی ہوئی تلوار لینے واپس آیا تو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہ نفس نفیس اپنے دستِ مبارک سے بستر کو دھو رہے ہیں، یہ دیکھ کر وہ مسلمان ہو گیا۔

شدید بے ادبی اور حضرت لاہوری رحمہ اللہ کا حسن سلوک

مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادہ مولانا حبیب اللہؒ درس حدیث میں شریک تھے، کسی گستاخ نے ایک رقعہ بھیجا جس کا جواب حضرت نے دوسری نشست میں نہایت نرمی و شائستگی سے دیا اور فرمایا کہ کسی دوست نے مجھ کو یہ رقعہ لکھا ہے کہ تو اپنے باپ سے نہیں ہے، تمام مجلس میں ہیجان برپا ہوگیا اور طالب علم غیض و غضب سے بھر گئے۔ آپ نے فرمایا خبردار! کسی کو غصہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے میرا حق ہے کہ میں اس کی تسلی کردوں۔

فرمایا: میں ضلع فیض آباد قصبہ ٹانڈہ محلہ الہداد پور کا رہنے والا ہوں، اس وقت بھی میرے والدین کے نکاح کے گواہ زندہ ہیں خط بھیج کر یا جا کر سمجھ لیا جائے۔ العظمۃ للہ ، بردباری کی انتہا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے پہلوان وہ نہیں ہے جو کسی کو پچھاڑ دے بلکہ بہادر وہ ہے کہ غصہ کے وقت اپنے اوپر قابو رکھے اور اپنے نفس کو مغلوب کردے۔ (او کما قال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

(بحوالہ: واقعات وکرامات اکابر علماء دیوبند۔ ص: 231 تا 234)

حضرت شاہ جی رحمہ اللہ کی جلسے میں مخالفت

ایک دفعہ شاہ جی علی گڑھ کے کسی جلسہ میں تقریر کرنے تشریف لے گئے۔ کالج کے طلباء نے تقریر سننے سے انکار کردیا، ایسا ہنگامہ برپا کیا کہ تقریر کرنا محال ہوگیا، شاہ جی نے دیکھا کہ بچے برافروختہ ہیں کوئی اور نصیحت کارگر نہیں ہوتی تو فرمایا اچھا بیٹا قرآن مجید کا ایک رکوع پڑھ دیتا ہوں اور جلسہ تمہارے احترام میں ختم کرنے کا اعلان کرتا ہوں۔ طلبہ خاموش بیٹھ گئے، شاہ جی نے انتہائی دل سوزی سے نیم خور آواز میں پڑھنا شروع کیا، چشم و گوش اور درودیوار جھوم گئے، تلاوت ختم ہوئی تو فرمایا بیٹا کیا خیال ہے اس کا ترجمہ بھی کردوں؟ آواز آئی ضرور ترجمہ بھی کردیجئے۔ اب ترجمہ شروع ہوا پھر ترجمے کی تفسیر وتشریح کا سلسلہ دراز ہوتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ صبح ہوگئی،

شاہ جی نے تقریر ختم کی طلبہ نے شور مچایا۔ شاہ جی خدا کیلئے کچھ اور بیان کیجئے۔ فرمایا بیٹا کبھی پھر آؤں گا تو تقریر سناؤں گا۔

(بحوالہ: واقعات وکرامات اکابر علماء دیو بند۔ ص: 324-323)

تکفیر کرنے والے کی اقتداء میں حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کی نماز

میں نے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ سنا کہ دہلی کا قیام تھا، حضرت کے خدام میں سے چند مخصوص تلامذہ ساتھ تھے۔ حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے شاگرد مولانا احمد حسن رحمۃ اللہ علیہ امروہی، حاجی امیر شاہ خاں صاحب مرحوم، یہ بھی وہاں موجود تھے۔ مولانا احمد حسن صاحب رحمہ اللہ نے اپنے ہمجولیوں میں بیٹھ کر فرمایا کہ بھئی! لال کنوئیں کی مسجد کے جو امام ہیں ان کی قرأت بہت اچھی ہے، کل صبح کی نماز ان کے پیچھے پڑھ لیں، تو شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے غصے میں آ کر فرمایا کہ تمہیں شرم نہیں آتی، وہ ہمارے حضرت کی تکفیر کرتے ہیں، ہم ان کے پیچھے نماز پڑھیں گے اور بڑا سخت لہجہ اختیار کیا۔ یہ جملے حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے کان میں پہنچے۔ اگلے دن حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ ان سب شاگردوں کو لے کر اسی مسجد میں صبح کی نماز پڑھنے کی خاطر پہنچے۔ اس امام کے پیچھے جا کر نماز پڑھی، سلام پھیرا چونکہ یہ اجنبی تھے، نمازیوں نے دیکھا کہ ہیں تو علماء صورت، تو پوچھا کون ہے؟ معلوم ہوا کہ یہ مولانا محمد قاسم رحمہ اللہ ہیں اور وہ ان کے شاگرد شیخ الہند مولانا محمود الحسن رحمۃ اللہ علیہ اور یہ مولانا احمد حسن محدث امروہی ان کے تلمیذ ہیں۔ امام کو سخت حیرت ہوئی کہ میں رات دن انہیں کافر کہتا ہوں اور یہ نماز کیلئے میرے پیچھے آ گئے۔ امام نے خود بڑھ کر مصافحہ کیا اور کہا کہ حضرت میں آپ کی تکفیر کرتا تھا، میں آج شرمندہ ہوں، آپ نے میرے پیچھے نماز پڑھی۔ حالانکہ میں آپ کو کافر کہتا رہا۔ حضرت نے فرمایا کوئی بات نہیں، میرے دل میں آپ کے اس جذبے کی قدر ہے اور زیادہ عزت دل میں بڑھ گئی ہے۔ کیوں؟ اس واسطے کہ آپ کو

جو روایت پہنچی ہے کہ میں توہین رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کرتا ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین تو آپ کی غیرت ایمانی کا یہی تقاضا تھا، ہاں البتہ شکایت اس کی ہے کہ روایت کی تحقیق کرنی چاہیے تھی، مگر بہر حال تکفیر کی بنیاد توہین رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہے اور توہین رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جو مسلمان کرے گا، تکفیر واجب ہوگی، دائرہ اسلام سے خارج ہوگا۔ تو فرمایا کہ میرے دل میں آپ کی غیرت ایمانی کی قدر ہے، ہاں شکایت اس لئے ہے کہ ایک بار تحقیق کر لیتے کہ خبر صحیح ہے یا غلط۔ تو میں یہ عرض کرنے آیا ہوں کہ یہ خبر غلط ہے اور میں خود اس شخص کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں جو ادنیٰ درجہ میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین کرے اور اگر آپ کو یقین نہ آئے تو آپ کے ہاتھ پر ابھی اسلام قبول کرتا ہوں۔ ''اشھد ان لا الٰہ الا اللہ'' اب امام بے چارہ قدموں پر گر پڑا، بچھا جاتا ہے۔

تو بات صرف یہ تھی کہ ان حضرات کے دلوں میں تواضع للہ اور ادب مع اللہ اس درجہ رچا ہوا تھا کہ نفسانیت کا شائبہ نہ رہا تھا۔ استہزاء اور تمسخر تو بجائے خود ہے اپنے معاوندوں کی بھی بے قدری نہیں کرتے تھے بلکہ صحیح محمل پر اتار کر یہ کہتے ہیں کہ جو ہمیں کافر کہتے ہیں یہ ان کی قوت ایمانی کی دلیل ہے، البتہ یہ تحقیق کر لینی چاہیے کہ واقعۃً ہم توہین رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کرتے ہیں؟ ہم معاذ اللہ دشمنان رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں یا دوستان رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں؟ اس کی تحقیق ان کو واجب تھی، بلا تحقیق حکم نہیں لگانا چاہیے تو میرے عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ادب اور تادب دین کی بنیاد ہے۔ جس کو عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے ؎

از خدا خواہیم توفیق ادب   بے ادب محروم گشت از فضل رب

حق تعالیٰ شانہ کے ہاں اس کا کوئی مقام نہیں جو گستاخ اور بے ادب ہے۔

(واقعات وکرامات اکابر علماء دیوبند۔ ص:448-447) (بحوالہ: ادب کے حیرت انگیز واقعات۔ ص58) (اسلاف کی باہمی محبت کے حیرت انگیز واقعات، ص:35۔36)

مندر کے حق میں ایک مسلمان کا فیصلہ

یہ واقعہ حضرت مولانا مظفر حسین کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد محمود بخش (متوفی رمضان 1258ھ) کا ہے۔ کاندھلہ ضلع مظفر نگر میں موجود جامع مسجد کی تعمیر شروع ہوئی تو اس کے قریب کے ایک افتادہ قطعہ زمین کے بارے میں ہندو مسلمانوں میں نزاع ہوا مسلمان اسے مسجد کی ملکیت بتاتے تھے اور ہندو قدیم مندر کا ایک حصہ کہتے تھے، کئی سال تک مقدمہ چلتا رہا اور فیصلہ نہ ہو سکا تو انگریز مجسٹریٹ نے ایک دن مسلمانوں سے کہا کہ کیا تمہاری نظر میں کوئی ہندو ایسا ہے جو اس جگہ کو مسجد کی ملکیت ہونے کی شہادت دے سکے؟ اگر تم کسی ایسے شریف ہندو کا نام بتاؤ تو میں اسی کے بیان پر فیصلہ کر دوں گا۔ انہوں نے کہا ہم کو کسی ہندو سے امید نہیں کہ وہ اس مذہبی معاملہ میں سچ بولے اور مسجد کی ملکیت ہونے کی شہادت دے دے۔ پھر مجسٹریٹ نے ہندوؤں سے کہا کیا تم کسی ایسے مسلمان کا نام بتا سکتے ہو جس سے تمہیں امید ہو کہ وہ سچ بولے گا اور تمہارے حق میں شہادت دے دے گا؟ اگر تم کسی ایسے مسلمان کا نام بتا دو تو میں اسی کے بیان پر فیصلہ دے دوں گا۔ انہوں نے باہم مشورہ کر کے کہا کہ ہے تو یہ بات بہت مشکل کہ کوئی مسلمان اس معاملہ میں سچی شہادت دے اور یہ بتلا دے کہ یہ زمین مندر کی ہے مگر ایک بزرگ ایسے ہیں جن سے امید ہے کہ وہ جھوٹ نہیں بولیں گے۔ انہوں نے مولانا محمود بخش صاحب کا نام اور پتہ بتلا دیا۔ مجسٹریٹ نے مولانا کو طلب کیا (کاندھلہ کے قریبی موضع ایلم میں اس وقت کلکٹر کا کیمپ تھا وہیں کچہری ہوتی تھی) جب مجسٹریٹ کا بھیجا ہوا آدمی مولانا کے پاس پہنچا تو مولانا نے (جو انگریزی حکومت کے قائم ہو جانے کی وجہ سے انگریزوں سے بہت ہی جلے ہوئے تھے) فرمایا کہ میں نے قسم کھائی ہے کہ کبھی فرنگی کا منہ نہیں دیکھوں گا، اس لئے میں اس فرنگی کے پاس نہیں جا سکتا۔ کلکٹر کا دوبارہ پیام آیا کہ اس کا انتظام کر دیا جائے گا کہ کوئی انگریز آپ کے سامنے نہ آئے، آپ مہربانی کر کے

تشریف لائیے۔ تو آپ ہی کے بیان پر ایک اہم مقدمہ کا فیصلہ ہونا ہے (اور میں نے سنا ہے کہ اسلام کا اور قرآن کا یہ حکم ہے کہ سچی گواہی ضرور دی جائے)۔

اس پیام پر مولانا تشریف لے گئے، خود کلکٹر جو انگریز تھا اور اس کے ساتھ جو اوپر بھی انگریز تھے سب خیمہ کے اندر تھے اور ہندو مسلمان سب باہر جمع تھے۔

مولانا سے اس متنازعہ جگہ کے متعلق دریافت کیا گیا۔ مولانا نے فرمایا کہ صحیح بات یہ ہے کہ یہ جگہ ہندوؤں کی ہے مسلمانوں کا دعویٰ غلط ہے، اسی بیان پر کلکٹر نے فیصلہ دے دیا اور وہ جگہ ہندوؤں کو مل گئی۔ مگر مولانا کی اس بے لاگ حق پرستی اور صداقت شعاری سے متاثر ہو کر کئی ہندو خاندان مسلمان ہو گئے۔ ان نو مسلم خاندانوں میں سے ایک گھرانہ 1947ء تک یہاں (کاندھلہ میں) موجود تھا جو بعد میں پاکستان چلا گیا یہ جگہ کاندھلہ کی جامع مسجد کی جنوب مشرقی دیوار سے متصل ہے اب اس جگہ پر ایک مندر ہے۔ (بحوالہ: واقعات وکرامات اکابر علماء دیوبند۔ ص: 462-461)

☆......☆......☆

کتاب ''تذکرہ اولیاء پنجاب'' میں الفتوں کا چمنستان

نام کتاب: تذکرہ اولیاء پنجاب

تالیف: مولانا اعجاز الحق قدوسی...... ناشر: کتب خانہ شان اسلام اردو بازار لاہور

سخت ترین مخالف سے حسن سلوک

پیر سید غلام حیدر شاہ رحمۃ اللہ علیہ 3 صفر 1254ھ مطابق 16 اپریل 1838ء کو جلال پور میں پیدا ہوئے۔ آپ خواجہ شمس الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے۔

سید پیر حیدر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مجسمہ اخلاق تھے، انتہائی رقیق القلب اور نرم دل تھے، اگر کبھی کسی سے خفا ہوتے تو نہایت برہمی میں بھی صرف اس قدر فرماتے

نیک بختا تو نے یہ کیا کیا، پھر اسے آزردہ نہ ہونے دیتے، فرمایا کرتے تھے ؎

مباش درپئے آزار ہرچہ خواہی کن
کہ در طریقت ما غیر ازیں گناہے نیست

اپنے مخالفین کیلئے بھی کوئی برا لفظ منہ سے نہ نکالتے، ایک شخص مرزا خاں آپ کا سخت مخالف تھا، جب اس کی شرارتیں حد سے بڑھیں تو لوگوں نے آپ سے عرض کیا آپ نے فرمایا کہ دعا کرو کہ خدائے تعالیٰ اس پر رحم کرے اور وہ کسی اچھے مشغلے میں لگ جائے تاکہ اسے ہماری مخالفت کی فرصت نہ ملے۔

(بحوالہ: تذکرہ اولیائے پنجاب۔ ص:259)

ooo

حضرت گنج شکر رحمہ اللہ اور مخالفین کی خیر خواہی

حضرت فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ بے حد حلیم الطبع تھے، فوائد الفواد میں ہے کہ ایک مرتبہ پانچ درویش حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آئے، یہ درویش نہایت درشت مزاج اور سخت تھے، ان درویشوں نے نہایت کرخت اور ناگوار لہجے میں کہا کہ ہم اتنی جگہ گئے لیکن ہمیں آج تک کوئی درویش نہ ملا یہ کہہ کر وہ اٹھے، حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے فرمایا بیٹھو تاکہ میں تم کو درویش دکھاؤں لیکن وہ نہایت ناگواری کے ساتھ روانہ ہونے لگے، آپ نے فرمایا خیر اگر تم جاتے ہی ہو تو بیابان کی راہ مت جاؤ، کوئی دوسرا راستہ اختیار کرو لیکن وہ نہ مانے اور بیابان کی راہ سے روانہ ہوئے۔ آپ نے ان کے پیچھے آدمی کو دوڑایا تاکہ وہ دیکھے کہ وہ درویش کس راستے سے جا رہے ہیں۔ وہ آدمی خبر لایا کہ درویش بیابان کی راہ سے روانہ ہو چکے ہیں۔ حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ نے یہ سنا تو اس طرح رونے لگے جیسے کوئی ماتم کرتا ہے، بعد میں معلوم ہوا کہ بیابان میں بادِ سموم چلی، ان میں سے چار درویش اس بادِ سموم سے ہلاک ہو گئے، صرف ایک باقی بچا، جس نے

ایک کنوئیں کے پاس پہنچ کر اس قدر پانی پیا کہ ہلاک ہوگیا۔

(بحوالہ: تذکرہ اولیائے پنجاب۔ ص:279)

بزرگوں کا شیوہ تحمل ہے

حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات کا مجموعہ سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہیؒ نے ”راحت القلوب“ کے نام سے جمع کیا تھا، ان ملفوظات سے آپ کی تعلیمات کا پتہ چلتا ہے، ہم ان میں سے چند چیزیں یہاں نقل کرتے ہیں۔

درویش کے متعلق ارشاد فرمایا کہ چار باتیں اختیار کرے۔ **(۱)** اپنی آنکھوں کو بند کرلے کہ خدا کے بندوں کے عیب نہ دیکھ سکے۔ **(۲)** کانوں کو بہرا کرلے کہ جو باتیں سننے کے قابل نہ ہوں انہیں نہ سن سکے، زبان کو گونگی کرلے کہ جو باتیں کہنے کی نہ ہوں وہ نہ کہہ سکے۔ **(۳)** پاؤں کو لنگڑا رکھے کہ جب اس کا نفس غیر ضروری یا ناجائز کام کی طرف لے جانا چاہے تو نہ جاسکے، اگر یہ باتیں اس کو حاصل ہیں تو وہ درویش ہے، ورنہ جھوٹا ہے۔ **(۴)** جس درویش کے دل میں ذرہ بھر بھی دنیا کی محبت ہوگی وہ مردود طریقت ہے۔ درویشوں کا طریقہ تحمل ہے اور تحمل بھی ایسا کہ اگر کوئی شخص اس کی گردن پر ننگی تلوار بھی رکھ دے تب بھی وہ اس سے خوش رہے اور اس کیلئے بددعا نہ کرے۔

(بحوالہ: تذکرہ اولیائے پنجاب۔ ص:290)

○○○

شاہ محمد سلیمان رحمہ اللہ کا پیغام......رواداری

وسعتِ خیال، وسیع المشربی اور رواداری شاہ محمد سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت کا جلی عنوان ہے وہ اپنے مریدین و معتقدین کو جہاں اپنے مذہب و تمدن اور شریعتِ اسلامیہ کے اتباع کا شدت سے پابند بناتے تھے وہیں ان کو یہ بھی تعلیم دیتے تھے کہ ہر مذہب و ملت کے لوگوں کے ساتھ حسن اخلاق سے پیش آؤ اور کوئی ایسا اقدام نہ کرو جس سے بدمزگی پیدا ہو۔

صلح و آشتی کا درس دیتے ہوئے ایک دفعہ فرمایا: ”در طریق ماهست که بامسلمان وهنود صلح بایدداشت، و ایں بیت شاهد آوردند“۔

ہمارے طریقے میں ہے کہ ہندو اور مسلمان سے صلح رکھی جائے اور اس بیت کو شہادت کے طور پر پیش کرتے تھے۔

حافظا گر وصل خواہی صلح کن باخاص و عام
با مسلماناں اللہ اللہ بابرہمن رام رام

(بحوالہ: تذکرہ اولیائے پنجاب۔ ص:408,416)

ooo

دیوبندی اور بریلوی مشائخ کا باہم تعلق

پیر سید مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خواجہ شمس الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ حق پرست پر بیعت ہو کر خرقہ خلافت حاصل کیا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ مکہ حجاز چلے گئے، مکہ معظّمہ میں ایک دن حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر تھے، انہوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو ہندوستان واپس جانے کا مشورہ دیتے ہوئے فرمایا ”درہندوستان عنقریب یک فتنہ ظہور کند در ملک خود واپس بروید، واگر بالفرض شما در ہند خاموش نشستہ باشید، تاہم آں فتنہ ترقی نہ کند، ودر ملک آرام ظاہر شود۔ ہندوستان میں عنقریب ایک فتنہ ظاہر ہوگا، تمہیں چاہیے کہ تم اپنے وطن چلے جاؤ، اگر بالفرض تم ہندوستان میں خاموش بھی رہو گے تو بھی وہ فتنہ ترقی نہ کرے گا اور ملک میں سکون رہے گا۔

چنانچہ آپ رحمۃ اللہ علیہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد کے بعد ہندوستان واپس آ گئے اور ہندوستان میں تشریف لانے کے بعد رشد و ہدایت اور علمی سرگرمیوں میں مصروف ہو گئے۔ (بحوالہ: تذکرہ اولیائے پنجاب۔ ص:423)

☆……☆……☆

کتاب ''طلباء کیلئے تربیتی واقعات'' رواداری کے طالب کیلئے انتہائی ضروری

نام کتاب: طلباء کیلئے تربیتی واقعات

تالیف: محمد ناصر درویش (فاضل جامعہ فاروقیہ)

اخلاص کا بے مثال واقعہ...... رواداری کی اعلیٰ مثال

حضرت مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ جب کانپور میں مدرس تھے انہوں نے مدرسہ کے جلسہ کے موقع پر اپنے استاذ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کو بھی مدعو کیا۔ کانپور میں بعض اہل علم معقولات کی مہارت میں معروف تھے اور کچھ بدعات کی طرف بھی مائل تھے۔ ادھر علماء دیوبند کی توجہ چونکہ خالص دینی علوم کی طرف رہتی تھی، اس لئے یہ حضرات یوں سمجھتے تھے کہ علماء دیوبند کو معقولات میں کوئی سمجھ نہیں۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اس وقت جوان تھے اور ان کے دل میں حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کو مدعو کرنے کا ایک داعیہ یہ بھی تھا کہ یہاں حضرت کی تقریر ہوگی تو کانپور کے علماء کو پتہ چلے گا کہ علماء دیوبند کا علمی مقام کیا ہے اور وہ منقولات و معقولات دونوں میں کیسی کامل دسترس رکھتے ہیں۔

چنانچہ جلسہ منعقد ہوا اور حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر شروع ہوئی۔ حسنِ اتفاق سے تقریر کے دوران کوئی معقولی مسئلہ زیر بحث آ گیا، اس وقت تک وہ علماء جن کو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر سنانا چاہتے تھے جلسہ میں نہیں آئے تھے، جب حضرت کی تقریر شباب پر پہنچی اور معقولی مسئلہ کا انتہائی فاضلانہ بیان ہونے لگا، تو وہ علماء تشریف لائے جن کا حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو

انتظار تھا۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اس موقع پر بہت مسرور ہوئے کہ اب ان حضرات کو حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے علمی مقام کا اندازہ ہوگا لیکن ہوا یہ کہ جونہی حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے ان علماء کو دیکھا، تقریر کو مختصر کر کے فوراً ختم کر دیا اور بیٹھ گئے۔ حضرت مولانا فخر الحسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ موجود تھے، انہوں نے یہ دیکھا تو تعجب سے پوچھا کہ: ''حضرت! اب تو تقریر کا اصل وقت آیا تھا آپ بیٹھ کیوں گئے؟'' شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا ''ہاں! دراصل یہی خیال مجھے بھی آ گیا تھا''

مطلب یہ تھا کہ اب تک تو تقریر نیک نیتی سے خالص اللہ تعالیٰ کیلئے ہو رہی تھی، لیکن یہ خیال آنے کے بعد اپنا علم جتانے کیلئے ہوتی، اس لئے اسے روک دیا۔

(اکابر دیوبند کیا تھے: ص 20 بحوالہ: طلباء کیلئے تربیتی واقعات۔ ص: 22)

ooo

امام حنبل کو امام شافعی رحمہا اللہ سے عقیدت

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو (ہزارہا اختلافات کے باوجود) حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات سے بڑی عقیدت اور محبت تھی اور وہ ان کا ہمیشہ بڑا احترام کرتے تھے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سوار ہوتے تو یہ ان کے پیچھے پیچھے پیدل ان سے سوالات کرتے جاتے تھے، ان کا اپنا بیان ہے:

میں نے تیس برس سے کوئی ایسی نماز نہیں پڑھی جس میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کیلئے دعا نہ کی ہو۔

(البدایہ والنہایہ۔ ص: 326) (بحوالہ: طلباء کیلئے تربیتی واقعات۔ ص: 59)

مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ اور جمعدار کی عزت

ایک مرتبہ تھانہ بھون کا ایک بھنگی اور جمعدار دیوبند آیا، بھنگی اور جمعدار کو ظاہر ہے کہ ہمارے معاشرے میں کیا حیثیت دی جاتی ہے لیکن بیان کرنے والوں کا کہنا ہے کہ مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اس کے اکرام اور اس کی تعظیم میں اس قدر

پیش پیش تھے کہ دیکھنے والوں کو حیرت ہورہی تھی کہ یہ ایک جمعدار ہے اس کا احترام؟ مولانا خاندانی طور پر بہت عالی نسب تھے اور خاندانی وجاہت بھی اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی تھی اس کے باوجود ایک بھنگی اور جمعدار کا یہ اکرام اس کی اس قدر رعایت تو لوگوں سے رہا نہیں گیا۔ انہوں نے دریافت کیا کہ حضرت یہ کیا بات ہے؟

حضرت نے فرمایا: تمہیں نہیں معلوم یہ تھانہ بھون کا رہنے والا ہے اور تھانہ بھون وہ میرے شیخ حاجی امداد اللہ رحمہ اللہ کا وطن ہے۔

اپنے شیخ کے وطن کی نسبت کی بناء پر مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ ایک بھنگی کا ادب کرتے تھے۔ (مجالس علم وذکر: 86/2) (بحوالہ: طلباء کیلئے تربیتی واقعات۔ ص: 64)

توہین آمیز انداز اور شیخ الہند رحمہ اللہ کی تواضع

شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحب قدس سرہ کے علم وفضل کا کیا ٹھکانہ! لیکن حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ مراد آباد تشریف لے گئے تو وہاں کے لوگوں نے وعظ کہنے کیلئے اصرار کیا۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے عذر فرمایا کہ مجھے عادت نہیں ہے مگر لوگ نہ مانے تو اصرار پر وعظ کیلئے کھڑے ہوئے اور حدیث: ''فقیہ واحد اشد علی الشیطن من الف عابد'' پڑھی اور اس کا ترجمہ یہ کیا کہ ایک عالم شیطان پر ہزار عابد سے زیادہ بھاری ہے۔ مجمع میں ایک مشہور عالم موجود تھے، انہوں نے کھڑے ہوکر کہا: یہ ترجمہ غلط ہے اور جس کو ترجمہ بھی صحیح کرنا نہ آوے اس کو وعظ کہنا جائز نہیں۔

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کا جوابی ردعمل معلوم کرنے سے پہلے ہمیں چاہیے کہ ذرا دیر گریبان میں منہ ڈال کر سوچیں کہ اگر ان کی جگہ ہم ہوتے تو کیا کرتے؟ ترجمہ صحیح تھا اور ان صاحب کا انداز بیان توہین آمیز ہی نہیں، اشتعال انگیز بھی تھا لیکن اس شیخ وقت کا طرز عمل سنئے، حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ سن کر: مولانا فوراً بیٹھ گئے اور فرمایا ''میں تو پہلے ہی کہتا تھا کہ مجھے وعظ کی لیاقت نہیں ہے مگر ان لوگوں نے

نہیں مانا، خیر اب میرے پاس عذر کی دلیل بھی ہوگئی'' یعنی آپ کی شہادت۔

چنانچہ وعظ تو پہلے ہی ختم فرمادیا، اس کے بعد ان عالم صاحب سے بطرز استفادہ پوچھا کہ ''غلطی کیا ہے؟ تاکہ آئندہ بچوں''۔ انہوں نے فرمایا ''اشد'' کا ترجمہ ''اثقل'' (زیادہ بھاری) نہیں بلکہ ''اضر'' (زیادہ نقصان دہ) کا آتا ہے۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے برجستہ فرمایا کہ حدیث وحی میں ہے: ''**یاتینی مثل صلصلة الجرس وھو اشد علی**'' ترجمہ: کبھی مجھ پر وحی گھنٹیوں کی آواز کی طرح آتی ہے اور وہ مجھ پر سب سے زیادہ بھاری ہوتی ہے۔ کیا یہاں بھی ''اضر'' (زیادہ نقصان دہ) کے معنی ہیں؟۔

(اکابر دیوبند کیا تھے؟ ص:89)

فائدہ: یہ ہے تواضع کی حقیقت ارے جب تواضع کی یہ حقیقت غالب ہوتی ہے، تو پھر انسان تو انسان، آدمی اپنے آپ کو جانوروں سے کمتر سمجھنے لگتا ہے۔

(اصلاحی خطبات:30/5) (بحوالہ: طلباء کیلئے تربیتی واقعات۔ ص:71)

ooo

امام اعظم اور شدید مخالف سے محبت کا پیغام

ایک شخص نے بھرے بازار میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں گستاخی کی اور گالیاں دیں، حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے غصہ کو ضبط فرمایا اور اس کو کچھ نہیں کہا گھر پر واپس آنے کے بعد ایک خوان میں کافی درہم و دینار رکھ کر اس شخص کے گھر تشریف لے گئے، دروازے پر دستک دی۔

وہ شخص باہر آیا تو اشرفیوں کا یہ خوان اس کے سامنے یہ کہتے ہوئے پیش فرمایا کہ آج تم نے مجھ پر بڑا احسان کیا، اپنی نیکیاں مجھے دے دیں، میں اس احسان کا بدلہ ادا کرنے کیلئے یہ تحفہ پیش کر رہا ہوں۔

امام صاحب کے اس معاملہ کا اس کے قلب پر اثر ہونا ہی تھا، آئندہ کو اس بری خصلت سے ہمیشہ کیلئے تائب ہوگیا۔ حضرت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے معافی

مانگی اور آپ کی خدمت اور صحبت میں علم حاصل کرنے لگا۔ یہاں تک کہ آپ کے شاگردوں میں ایک بڑے عالم کی حیثیت اختیار کرلی۔ (معارف القرآن:190/2)

فائدہ: جب کبھی دل میں یہ ہیجان اور غصہ والی کیفیت پیدا ہوتو پہلا کام وہ کرو جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے اندر تلقین فرمایا: چنانچہ فرمایا: ''واما ینزغنک من الشیطن نزغ فاستعذ باللہ'' ترجمہ: جب تمہیں شیطان کوئی کچوکہ لگائے تو (شیطان مردود سے) اللہ کی پناہ مانگو۔ غصہ کے وقت دوسرا کام وہ کرو جس کی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی ہے۔

جب طبیعت میں غصے کی تیزی ہوتو اس وقت اگر تم کھڑے ہوتو بیٹھ جاؤ اور اگر پھر بھی غصہ میں کمی نہ آئے تو لیٹ جاؤ۔

(ابوداؤد کتاب الادب باب مایقال عند الغضب :303/2)

ایک تدبیر یہ ہے کہ آدمی اس وقت یہ سوچے کہ جس طرح کا غصہ میں اس آدمی پر کرنا چاہتا ہوں، اگر اللہ تعالیٰ مجھ پر اس طرح کا غصہ کردے تو پھر اس وقت میرا کیا حال ہوگا؟۔ (اصلاحی خطبات:276/8) (بحوالہ: طلباء کیلئے تربیتی واقعات۔ ص:99)

ooo

معارف القرآن کی ایک اہم حکایت

بعض ائمہ مجتہدین کے سامنے کسی نے حجاج بن یوسف پر کوئی الزام لگایا، حجاج بن یوسف اسلامی تاریخ کا سب سے بڑا ظالم اور انتہائی بدنام شخص ہے، جس نے ہزاروں صحابہ و تابعین کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو ناحق قتل کیا ہے، اس لئے عام طور پر اس کو برا کہنے کی برائی لوگوں کے ذہن میں نہیں رہتی، جس بزرگ کے سامنے یہ الزام حجاج بن یوسف پر لگایا گیا، انہوں نے الزام لگانے والے سے پوچھا:

اگر اللہ تعالیٰ حجاج بن یوسف ظالم سے ہزاروں مقتولین بے گناہ کا انتقام لیں گے تو یاد رکھو کہ جو شخص حجاج پر کوئی ظلم کرتا ہے اس کو بھی انتقام سے نہیں چھوڑا جائے گا،

حجاج کا بدلہ اللہ تعالیٰ اس سے بھی لیں گے۔

اللہ تعالیٰ کی عدالت میں کوئی طرفداری نہیں ہے کہ برے اور گنہگار بندوں پر دوسروں کو آزاد چھوڑ دیں اور جو چاہیں الزام واتہام لگا دیا کریں۔

(معارف القرآن 478/5 الاسراء الایۃ:33) (بحوالہ: طلباء کیلئے تربیتی واقعات۔ ص:100)

ooo

مسلمان کا احترام......اور دنیا میں جنتی ہونے کی بشارت

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے بحوالہ مسند احمد حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کیا ہے: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ابھی تمہارے سامنے ایک شخص آنے والا ہے جو اہل جنت میں سے ہے۔

چنانچہ ایک صاحب انصار میں سے آئے جن کی ڈاڑھی سے تازہ وضو کے قطرات ٹپک رہے تھے اور بائیں ہاتھ میں اپنے نعلین لئے ہوئے تھے، دوسرے دن بھی ایسا ہی واقعہ پیش آیا، یہی شخص اسی حالت کے ساتھ سامنے آیا، تیسرے دن بھی ایسا ہی واقعہ پیش آیا اور یہی شخص اپنی مذکورہ حالت میں داخل ہوا۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اٹھ گئے تو حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اس شخص کے پیچھے لگے (تاکہ اس کے اہل جنت ہونے کا راز معلوم کریں) اور ان سے کہا کہ میں نے کسی جھگڑے میں قسم کھالی ہے کہ میں تین روز تک اپنے گھر نہ جاؤں گا، اگر آپ مناسب سمجھیں تو تین روز مجھے اپنے یہاں رہنے کی جگہ دے دیں۔ انھوں نے منظور فرمالیا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے یہ تین راتیں ان کے ساتھ گزاریں، تو دیکھا کہ رات کو تہجد کے لئے نہیں اٹھتے، البتہ جب سونے کیلئے بستر پر جاتے تو کچھ اللہ کا ذکر کرتے تھے پھر صبح کی نماز کیلئے اٹھ جاتے تھے، البتہ اس پورے عرصہ میں میں

نے ان کی زبانی سے بجز کلمہ خیر کے کوئی کلمہ نہیں سنا۔

جب تین راتیں گزر گئیں اور قریب تھا کہ میرے دل میں ان کے عمل کی حقارت آجائے تو میں نے ان پر اپنا راز کھول دیا کہ ہمارے گھر کوئی جھگڑا نہیں تھا لیکن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تین روز تک سنتا رہا کہ تمہارے پاس ایک ایسا شخص آنے والا ہے جو اہل جنت میں سے ہے اور اس کے بعد تینوں دن آپ ہی آئے، اس لئے میں نے چاہا کہ میں آپ کے ساتھ رہ کر دیکھوں کہ آپ کا کیا وہ عمل ہے جس کے سبب یہ فضیلت آپ کا حاصل ہوئی، مگر عجیب بات ہے کہ میں نے آپ کو کوئی بڑا عمل کرتے نہیں دیکھا تو وہ کیا چیز ہے جس نے آپ کو اس درجہ پر پہنچایا؟

انہوں نے فرمایا: میرے پاس تو بجز اس کے کوئی عمل نہیں جو آپ نے دیکھا ہے میں یہ سن کر واپس آنے لگا تو مجھے بلا کر کہا: ہاں! ایک بات ہے:

''میں اپنے دل میں کسی مسلمان کی طرف سے کینہ اور برائی نہیں پاتا اور کسی پر حسد نہیں کرتا جس کو اللہ نے کوئی خیر کی چیز عطا فرمائی ہو''۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بس یہی وہ صفت ہے جس نے آپ کو یہ بلند مقام عطا کیا ہے۔ (مسند احمد۔ ص:645، رقم:12286)

فائدہ: حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں بغض اور کینہ کے معنیٰ یہ ہیں کہ اس فکر میں رہے کہ موقع ملے تو اس کو تکلیف پہنچاؤں یا اس کو نقصان وتکلیف پہنچے اس پر خوش ہوں، اس جذبہ کا نام کینہ ہے، یہ بھی چوری اور شراب کی طرح حرام ہے، یہ معنی نہیں کینہ کے، کہ کسی نے ستایا یا برا کہا، دل میں اس کی طرف سے رنج آگیا اور حسد سے بچنے کیلئے فرمایا جس پر حسد ہوتا ہے اس کے ساتھ احسان واکرام کا معاملہ کرو اور اگر یہ نہ کرسکو تو مجمع میں اس کی خوبیاں بیان کرو۔ (مجالس مفتی اعظم:299/204)

(بحوالہ: طلباء کیلئے تربیتی واقعات۔ ص:104-101)

ooo

نہی عن المنکر میں اعتدال کی ضرورت

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور فاسق کی خیر خواہی

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ کی سند سے نقل کیا ہے کہ اہل شام میں سے ایک بڑا بارعب قوی آدمی تھا اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے پاس آیا کرتا تھا، کچھ عرصہ تک وہ نہ آیا تو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے اس کا حال پوچھا۔ لوگوں نے کہا امیر المؤمنین اس کا حال نہ پوچھئے وہ تو شراب میں بدمست رہنے لگا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے منشی کو بلایا اور فرمایا یہ خط لکھو: **’’من عمر بن الخطاب الی فلان بن فلان سلام علیک انی احمد الیک اللہ الذی لا الہ الا ھو غافر الذنب و قابل التوب شدید العقاب ذی الطول لا الہ الا ھو الیہ المصیر‘‘** ترجمہ: من جانب عمر بن خطاب بنام فلاں بن فلاں تم پر سلامتی ہو، اس کے بعد میں تمہارے لئے اس اللہ کی حمد پیش کرتا ہوں جسکے سوا کوئی معبود نہیں، وہ گناہوں کو معاف کرنے والا، توبہ کو قبول کرنے والا، سخت عذاب دینے والا، بڑی قدرت والا، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے‘‘۔

پھر حاضرین مجلس سے کہا سب مل کر اس کیلئے دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ اس کے قلب کو پھیر دے اور اس کی توبہ قبول فرمائے۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جس قاصد کے ہاتھ یہ خط بھیجا تھا اس کو ہدایت کر دی تھی کہ یہ خط اس کو اس وقت تک نہ دے جب تک کہ وہ نشہ سے ہوش میں نہ آئے اور کسی دوسرے کے حوالے نہ کرے۔

جب اس کے پاس حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا یہ خط پہنچا اور اس نے پڑھا تو بار بار ان کلمات کو پڑھتا اور غور کرتا رہا کہ اس میں مجھے سزا سے ڈرایا بھی گیا ہے اور معاف کرنے کا وعدہ بھی کیا ہے، پھر رونے لگا اور شراب نوشی سے باز آ گیا، ایسی توبہ کی کہ پھر اس کے پاس نہ گیا۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو جب اس اثر کی خبر ملی تو لوگوں سے فرمایا ایسے معاملات میں تم سب کو ایسا ہی کرنا چاہیے کہ جب کوئی بھائی کسی لغزش میں مبتلا ہوجائے تو اس کو درستی پر لانے کی فکر کرو اور اس کو اللہ کی رحمت کا بھروسہ دلاؤ اور اللہ سے اس کیلئے دعا کرو کہ وہ توبہ کرلے اور تم اس کے مقابلہ پر شیطان کے مددگار نہ بنو۔

یعنی اس کو برا بھلا کہہ کر یا غصہ دلا کر اور دین سے دور کردو گے تو یہ شیطان کی مدد ہوگی۔ (تفسیر ابن کثیر: ص 1164، المومن: 3)

فائدہ: اگر کوئی شخص گناہ کے اندر مبتلا ہے اور آپ کو یہ خیال ہے کہ اگر میں اس کو اس گناہ سے روکوں گا تو یقین ہے کہ یہ شخص مانے گا نہیں، بلکہ یہ شخص الٹا شریعت کے حکم کا مذاق اڑائے گا اور اس کی توہین کرے گا اور اس توہین کے نتیجے میں یہ اندیشہ ہے کہ کہیں کفر میں مبتلا نہ ہوجائے۔ اس لئے کہ شریعت کے کسی حکم کی توہین کرنا صرف گناہ نہیں، بلکہ یہ عمل انسان کو اسلام سے خارج کردیتا ہے اور کافر بنادیتا ہے، لہٰذا اگر اس بات کا غالب گمان ہو کہ اگر میں اس شخص کو اس وقت اس گناہ سے روکوں گا تو یہ شریعت کے حکم کی توہین کرے گا تو ایسی صورت میں اس وقت نہی عن المنکر کا فریضہ ساقط ہوجاتا ہے، اس لئے ایسے موقع پر اس کو اس گناہ سے نہیں روکنا چاہیے بلکہ اپنے آپ کو اس گناہ کے کام سے الگ کرلینا چاہیے اور اس شخص کے حق میں دعا کرنی چاہیے کہ یا اللہ! آپ کا یہ بندہ ایک بیماری میں مبتلا ہے اپنے فضل وکرم سے اس کو اس بیماری سے نکال دیجئے۔ (اصلاحی خطبات: 34/8)

حکیم الامت کی فاسق شخص سے محبت

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ کو اللہ تعالیٰ نے اس صدی میں اصلاحِ خلق کی توفیق خاص اور اس کا انتہائی حکیمانہ اسلوب مرحمت فرمایا تھا۔

اردو کے مشہور شاعر جناب جگر مراد آبادی مرحوم کا واقعہ ہے کہ ایک مجلس میں حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ

علیہ سے ذکر کیا کہ جگر مراد آبادی سے ایک مرتبہ میری ملاقات ہوئی تو وہ کہنے لگے کہ تھانہ بھون جانے اور زیارت کرنے کو بہت دل چاہتا ہے مگر میں اس مصیبت میں مبتلا ہوں کہ شراب نہیں چھوڑ سکتا، اس لئے مجبور ہوں کہ کیا منہ لے کر وہاں جاؤں۔ حضرت نے خواجہ صاحب سے پوچھا پھر آپ نے کیا جواب دیا؟ خواجہ صاحب نے عرض کیا میں نے کہہ دیا ہاں یہ تو صحیح ہے ایسی حالت میں بزرگوں کے پاس جانا کیسے مناسب ہوسکتا ہے؟ حضرت نے فرمایا واہ خواجہ صاحب! ہم تو سمجھتے تھے کہ اب آپ طریق کو سمجھ گئے ہیں، مگر معلوم ہوا کہ ہمارا خیال غلط تھا۔ خواجہ صاحب کے تعجب پر حکیم الامت قدس سرہ نے فرمایا: آپ کہہ دیتے کہ جس حال میں ہو اسی میں چلے جاؤ، ممکن ہے کہ یہ ملاقات ہی اس بلا سے نجات کا ذریعہ بن جائے۔

چنانچہ خواجہ صاحب یہاں سے واپس گئے تو پھر اتفاقاً جگر صاحب سے ملاقات ہوگئی اور یہ سارا واقعہ جگر صاحب کو سنایا، انہوں نے حضرت کے یہ کلمات سن کر زارزار رونا شروع کر دیا اور بالآخر یہ عہد کرلیا کہ اب مر بھی جاؤں تو اس خبیث چیز کے پاس نہ جاؤں گا۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ شراب چھوڑنے سے بیمار پڑ گئے، حالت نازک ہوگئی، اس وقت لوگوں نے کہا آپ کو اس حالت میں بقدرِ ضرورت پینے کی شریعت بھی اجازت دے گی لیکن یہ جگر صاحب کا جگر تھا کہ اس کے باوجود انہوں نے ام الخبائث کو ہاتھ نہ لگایا۔ (اکابر دیوبند کیا تھے؟۔ ص:110)

فائدہ: شریعت کی بات کہتے وقت ہمیشہ نیت درست رکھنی چاہیے اور یہ سمجھنا نہیں چاہیے کہ ہم مصلح اور بڑے ہیں اور ہم دیندار اور متقی ہیں، دوسرا شخص فاسق اور فاجر ہے اور ہم اس کی اصلاح کیلئے کھڑے ہوئے ہیں، ہم خدائی فوجدار اور داروغہ ہیں، اس لئے کہ اس نیت کے ساتھ اگر شریعت کی بات کہی جائے گی تو اس کا فائدہ نہ سننے والے کو پہنچے گا اور نہ تمہیں فائدہ ہوگا، اس لئے کہ اس نیت کے ساتھ تمہارے دل میں

تکبر اور عجب پیدا ہوگیا، جس کے نتیجے میں یہ عمل اللہ تعالیٰ کے پاس مقبول نہیں رہا اور تمہارا یہ عمل بے کار اور اکارت ہوگیا اور ساری محنت ضائع ہوگئی اور سننے والے کے دل میں بھی تمہاری بات کہنے کا اثر نہیں ہوگا۔ اس لئے روکتے وقت نیت کا درست ہونا ضروری ہے۔ (اصلاحی خطبات۔ ص:36/8)

حضرت علامہ نانوتوی رحمہ اللہ اور فاسق شخص سے بھلائیاں

امیر شاہ خان صاحب (مرحوم) کہتے ہیں جب منشی ممتاز علی کا مطبع میرٹھ میں تھا اس زمانہ میں مطبع میں مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ بھی ملازم تھے اور ایک حافظ جی بھی نوکر تھے۔ یہ حافظ جی بالکل آزاد تھے، رندانہ وضع تھی، چوڑی دار پاجامہ پہنتے تھے، ڈاڑھی چڑھاتے تھے، نماز کبھی نہ پڑھتے تھے مگر حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ سے ان کی نہایت گہری دوستی تھی۔

وہ مولانا کو نہلاتے اور کمر ملتے تھے اور مولانا ان کو نہلاتے اور کمر ملتے تھے، مولانا ان کے کنگھا کرتے تھے اور وہ مولانا کے کنگھا کرتے تھے۔ اگر کبھی مٹھائی وغیرہ مولانا کے پاس آتی تو ان کا حصہ ضرور رکھتے تھے، غرض بہت گہرے دوست تھے۔ مولانا کے بعض دوست ایسے آزاد شخص کے ساتھ مولانا کی دوستی سے ناخوش تھے مگر وہ اس کی کچھ پرواہ نہ کرتے تھے۔

ایک مرتبہ جمعہ کا دن تھا، حسب معمول مولانا نے حافظ جی کو نہلایا اور حافظ جی مولانا کو جب نہلا چکے تو مولانا نے فرمایا حافظ جی مجھ میں اور تم میں دوستی ہے اور یہ اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ تمہارا رنگ اور ہو، میرا رنگ اور، اس لئے میں بھی تمہاری ہی وضع اختیار کرلیتا ہوں، تم اپنے کپڑے لاؤ، میں بھی وہی کپڑے پہنوں گا اور میری یہ ڈاڑھی موجود ہے تم اس کو بھی چڑھاؤ اور میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ نہ کپڑے اتاروں گا نہ ڈاڑھی۔

وہ یہ سن کر آنکھوں میں آنسو بھر لائے اور کہا یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ آپ مجھے اپنے کپڑے

دیجئے، میں آپ کے کپڑے پہنوں گا اور یہ ڈاڑھی موجود ہے اس کو آپ اتار دیں۔

چنانچہ مولانا نے ان کو کپڑے پہنائے اور ڈاڑھی اتار دی اور وہ اس روز سے پکے نمازی اور نیک وضع بن گئے۔ (اکابر دیوبند کیا تھے؟ ص:111)

فائدہ: حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب فرماتے ہیں: جب بھی دوسرے سے شریعت کی بات کہنی ہو تو صحیح طریقے سے بات کہو۔ پیار و محبت اور خیر خواہی کے ساتھ بات کہو تاکہ اس کی دل شکنی کم سے کم ہو اور اس انداز سے بات کہو کہ سبکی نہ ہو اور لوگوں کے سامنے اس کی بے عزتی نہ ہو۔ شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ ایک جملہ فرمایا کرتے تھے جو میرے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کئی بار ہم نے سنا وہ یہ کہ حق بات حق طریقے اور حق نیت سے جب بھی کہی جائے گی وہ کبھی نقصان دہ نہیں ہوگی۔ (اصلاحی خطبات۔ ص:8-36)

مولانا مظفر حسین کاندھلوی رحمہ اللہ اور فاسق کی خیر خواہی

حضرت مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا کہ ایک پہلوان مسجد میں آیا جو غسل کرنا چاہتا تھا، موذن نے اس کو ڈانٹا اور کہا: نہ نماز کے، نہ روزے کے، مسجد میں نہانے کیلئے آجاتے ہیں''۔

مولانا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے موذن کو روکا اور خود اس کے نہانے کیلئے پانی بھرنے لگے اور اس سے فرمایا: ماشاء اللہ تم تو بڑے پہلوان معلوم ہوتے ہو، ویسے تو بہت زور کرتے ہو، ذرا نفس کے معاملہ میں بھی تو زور کیا کرو، نفس کو دبایا کرو اور ہمت کر کے نماز پڑھا کرو، پہلوانی تو یہ ہے''۔ اتنا سننا تھا کہ وہ شخص شرم سے پانی پانی ہوگیا اور اس نرم گفتگو کا اس پر اتنا اثر ہوا کہ وہ اسی وقت سے نماز کا پابند ہوگیا۔

(حکایات الاسلاف عن روایات الاخلاف۔ ص:96)

تعصّبات کی جڑ کاٹ دینے والا واقعہ

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ کالپی تشریف لے گئے،

وہاں ایک شخص نہا کر صاف ستھرے اجلے کپڑے پہنے ہوئے جامع مسجد میں نماز کو آیا، اس کے گاؤں والوں سے معلوم ہوا کہ یہ پہلے بھنگی تھا اب مسلمان ہوگیا ہے، لیکن وہاں کے چودھری ساتھ کھلانا تو درکنار اس کے ہاتھ کا برتن بھی نہیں لیتے تھے۔ وہاں جلسہ تھا اس میں وہ بھی موجود تھا اور وہاں کے رئیس بھی جمع تھے۔

بعض لوگوں نے حضرت تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے خواہش کی کہ آپ اس موقع پر ان لوگوں کو سمجھا دیں کہ ایسا پرہیز نہ کیا کریں، یہ اس کی سخت دل شکنی ہے، حضرت نے دل میں سوچا کہ محض سمجھانے سے کچھ کام نہ نکلے گا، سمجھانے سے تو اس وقت ہاں ہاں کہہ دیں گے پھر بعد کو کون پرواہ کرتا ہے۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک لوٹے میں پانی منگوایا، جب پانی آ گیا تو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس نومسلم سے فرمایا ٹونٹی سے منہ لگا کر پانی پیو پھر لوٹا اس کے ہاتھ سے لے کر خود بھی ٹونٹی ہی سے منہ لگا کر اس کے بچے ہوئے پانی میں سے پیا۔ پھر آپ نے سب سے فرمایا سب لوگ پانی پئیں اس وقت سوائے مان لینے کے کسی سے کوئی عذر نہ بن پڑا، سب نے جیسے تیسے پانی پیا۔ پھر حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا دیکھو بھائی! اب اس سے پرہیز نہ کرنا۔ کہنے لگے اجی بس اب منہ ہی کیا رہا پرہیز کرنے کا، آپ کی ترکیب ہی ایسی ہے کہ ہمارا سارا دھرم ہی لے لیا، اب آپ اطمینان رکھیں، اب ہم اسے اپنے ساتھ کھلائیں پلائیں گے، اس سے پرہیز ہی کیا رہ گیا، جب اس کا جھوٹا پانی ہی آپ نے پلوا دیا۔

(حکایات الاسلاف عن روایات الاخلاف:56)

فائدہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''المسلم اخو المسلم'' (ابوداؤد، کتاب الادب، باب المواخاۃ:314/2) یعنی مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، لہٰذا انسان کا اپنے بھائی کے ساتھ جو معاملہ ہوتا ہے ہر مسلمان کے ساتھ وہی معاملہ ہونا چاہیے، خواہ وہ مسلمان اجنبی ہو اور بظاہر اس کے ساتھ کوئی رشتہ داری نہ ہو، بظاہر

اس کے ساتھ دوستی کا کوئی تعلق نہ ہو لیکن تم اس کو اپنا بھائی سمجھو۔

اس ایک جملے کے ذریعہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمارے معاشرے میں پھیلے ہوئے امتیازات اور تعصّبات کی جڑ کاٹ دی کہ یہ تو فلاں وطن کا رہنے والا ہے اور میں فلاں وطن کا رہنے والا ہوں، یہ فلاں زبان بولنے والا ہے، میں فلاں زبان بولنے والا، یہ فلاں خاندان اور قبیلے سے تعلق رکھنے والا، میں فلاں خاندان اور قبیلے سے تعلق رکھنے والا، ایک جملے نے ان امتیازات اور تعصّبات کی جڑ کاٹ دی جو آج ہمارے معاشرے میں پھیلے ہوئے ہیں، یعنی ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، چاہے وہ کوئی بھی زبان بولتا ہو، کسی وطن کا باشندہ ہو، کسی بھی پیشے سے اس کا تعلق ہو، کسی بھی ذات یا نسل سے اس کا تعلق ہو، ہر حالت میں وہ تمہارا بھائی ہے۔ (اصلاحی خطبات۔ ص:203/8)

مولانا مظفر حسین کاندھلوی اور فاسق کو رخصت

حضرت مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مرتبہ گزر جلال آباد شاملی سے ہوا، وہاں ایک مسجد ویران پڑی تھی، آپ نے پانی کھینچ کر وضو کیا، مسجد میں جھاڑو دی اور بعد میں ایک شخص سے پوچھا کہ یہاں کوئی نمازی نہیں؟ اس نے کہا سامنے خان صاحب کا مکان ہے جو شرابی اور زانی ہیں، اگر وہ نماز پڑھنے لگیں تو یہاں اور بھی دو چار نمازی ہو جائیں۔ مولانا یہ سن کر خان صاحب کے پاس تشریف لے گئے، وہ نشہ میں مست تھے اور لڑکی پاس بیٹھی ہوئی تھی۔ مولانا نے ان سے فرمایا بھائی خان صاحب اگر تم نماز پڑھ لیا کرو تو چار آدمی اور جمع ہو جایا کریں اور یہ مسجد آباد ہو جائے۔ خان صاحب نے کہا مجھ سے وضو نہیں ہوتا اور نہ یہ دو بری عادتیں چھٹتی ہیں۔ آپ نے فرمایا بے وضو ہی پڑھ لیا کرو اور شراب نہیں چھوٹتی تو وہ بھی پی لیا کرو۔ اس نے عہد کیا کہ میں بغیر وضو ہی پڑھ لیا کروں گا۔ آپ وہاں سے تشریف لے گئے، کچھ فاصلہ پر نماز پڑھی اور سجدے میں خوب روئے، ایک شخص نے دریافت کیا کہ حضرت! آپ سے دو باتیں ایسی سرزد ہوئیں جو کبھی نہ ہوئی تھیں، ایک یہ کہ آپ نے

شراب کی اجازت دے دی، دوسرے یہ کہ آپ سجدے میں بہت روئے۔ فرمایا سجدے میں جناب باری سے التجا کی تھی اے رب العزت! کھڑا تو میں نے کر دیا، اب دل تیرے ہاتھ میں ہے۔

چنانچہ ان خان صاحب کا یہ حال ہوا کہ جب لڑکی پاس سے چلی گئی تو ظہر کا وقت تھا اپنا عہد یاد آیا، پھر خیال آیا کہ آج پہلا دن ہے لاؤ غسل کر لیں کل سے بغیر وضو پڑھ لیا کریں گے، چنانچہ غسل کیا، پاک کپڑے پہنے اور نماز پڑھی، نماز کے بعد باغ کو چلے گئے، عصر اور مغرب باغ میں اسی وضو سے پڑھی، مغرب کے بعد گھر پہنچے تو ایک لڑکی موجود تھی، پہلے کھانا کھانے گھر میں گئے،

وہاں جو بیوی پر نظر پڑی تو فریفتہ ہو گئے، باہر آ کر لڑکی سے کہا آئندہ میرے مکان پر نہ آنا۔ (اکابر دیوبند کیا تھے؟۔ ص:109)

فائدہ: جب کوئی اللہ کا بندہ اپنی نفسانیت کو فنا کر کے اپنے آپ کو مٹا کر اللہ کیلئے بات کرتا ہے اور اس وقت دنیا والوں کو یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اس کے سامنے اس کا اپنا کوئی مفاد نہیں ہے اور یہ جو کچھ کہہ رہا ہے اللہ کیلئے کہہ رہا ہے تو پھر اسکی بات میں اثر ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے ایک ایک وعظ میں ہزارہا افراد ان کے ہاتھ پر توبہ کرتے تھے۔ آج ہم لوگوں نے اول تو تبلیغ و دعوت چھوڑ دی اور اگر کوئی کرتا بھی ہے تو ایسے طریقے سے کرتا ہے جو لوگوں کو برانگیختہ کرنے کا ہوتا ہے، جس سے صحیح معنی میں فائدہ نہیں پہنچتا۔ اس لئے یہ تین باتیں یاد رکھنی چاہئیں:

اول بات حق ہو۔ دوسرے نیت حق ہو۔ تیسرے طریقہ حق ہو۔

(اصلاحی خطبات۔ ص:41/8)

حضرت شاہ جی رحمہ اللہ اور ہندو کی خیر خواہی

امین گیلانی صاحب لکھتے ہیں: مولانا نورالحسن صاحب بخاری مرحوم تحریر فرماتے ہیں اور راقم الحروف نے بھی یہ واقعہ خود حضرت عطاء اللہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی

زبانی سنا کہ خیر المدارس جالندھر کے جلسہ میں شریک تھے، کھانے کے دسترخوان پر بیٹھے تو سامنے ایک نوجوان بھنگی کو دیکھا۔ شاہ جی نے کہا آؤ بھائی کھانا کھالو۔ اس نے عرض کیا جی میں تو بھنگی ہوں۔

شاہ جی رحمہ اللہ نے درد بھرے لہجے میں فرمایا انسان تو ہو اور بھوک تو لگتی ہے یہ کہہ کر خود اٹھے اس کے ہاتھ دھلا کر ساتھ بٹھالیا وہ بیچارا تھر تھر کانپتا تھا اور کہتا جارہا تھا کہ جی میں تو بھنگی ہوں۔ شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ نے خود لقمہ توڑا، شوربے میں بھگو کر اس کے منہ میں ڈال دیا، اس کا کچھ حجاب دور ہوا تو شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک آلو اس کے منہ میں ڈال دیا اس نے جب آدھا آلو دانتوں سے کاٹ لیا تو باقی آدھا خود کھالیا، اسی طرح اس نے پانی پیا تو اس کا بچا ہوا پانی خود پی لیا۔ وقت گزر گیا وہ کھانے سے فارغ ہو کر غائب ہو گیا، اس پر رقت طاری تھی، وہ خوب رویا اس کی کیفیت ہی بدل گئی۔

عصر کے وقت اپنی نوجوان بیوی اس کی گود میں ایک بچہ تھا لے کر آیا اور کہا شاہ جی! اللہ کیلئے ہمیں کلمہ پڑھا کر مسلمان کر لیجئے اور میاں بیوی دونوں اسلام لے آئے۔ جگر نے خوب کہا ؎

وہ ادائے دلبری ہو کہ نوائے عاشقانہ   جو دلوں کو فتح کرے وہی فاتح زمانہ

فائدہ: اگر کوئی شخص کافر ہے تو اس کے کفر سے نفرت کرو، اس کی ذات سے نفرت مت کرو، بلکہ اس کے حق میں دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ اس کو ہدایت عطا فرمائے۔

(طلباء کیلئے تربیتی واقعات۔ ص:171)

ایک ہندو سے صفائے دل کا مطالبہ

پٹیالہ شہر میں جلسہ تھا، حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ جلسہ سے خطاب کرنے وہاں پہنچے۔ جلسہ ایک بڑی عمارت کی چھت پر تھا، اس کی سیڑھیاں بہت بڑی تھیں، شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ جلسہ گاہ میں جانے کیلئے سیڑھیاں عبور

کرر ہے تھے، دیکھا تو ایک نوجوان ہاتھ میں جھاڑو لئے ہوئے سیڑھیوں سے نیچے اتر رہا ہے، شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ نے دریافت فرمایا: برخوردار!! کون ہو؟

نوجوان نے جواب دیا ”جی ہم صفائی والے“۔

شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے پکڑ کر گلے لگالیا اور اس کے دل پر ہاتھ رکھ کر کہا: ”ذرا یہاں کی بھی صفائی کرتے جاؤ“۔ حضرت امیر شریعت اس کے بعد جلسہ گاہ میں پہنچ گئے، تقریباً آدھ گھنٹے بعد مولانا عبدالجبار ابوہری رحمۃ اللہ علیہ نے آتے ہی کہا: ”شاہ جی! اسے کیا کہہ کر آئے ہیں؟“۔ شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ نے حیرت سے پوچھا بھائی کس کو؟ فرمایا: صفائی والے کو۔ شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: کچھ بھی نہیں۔ مولانا عبدالجبار صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: حضرت! وہ تو سڑک پر تڑپ رہا ہے اور بہت بےقرار و مضطرب نظر آتا ہے اور کہتا ہے شاہ جی رحمہ اللہ سے کہو کہ وہ مجھے فوراً مسلمان کریں اور خود میرے دل کی صفائی کردیں۔

چنانچہ شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان کے مطابق وہ اسے جلسہ میں لایا گیا اور مشرف بہ اسلام ہوگیا تو شاہ جی رحمہ اللہ کو دعائیں دیتے ہوئے کہنے لگا: آپ نے مجھے گلے سے کیا لگایا کہ میرا دل روشن ہوگیا اور میں دولت اسلام حاصل کرنے کیلئے بےتاب ہوگیا۔ (حکایات الاسلاف عن روایات الاخلاف۔ ص:207)

فائدہ: حضرت مفتی تقی عثمانی صاحب مدظلہ العالی نے فرمایا: حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب قدس اللہ سرہ کا یہ ارشاد میں نے اپنے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بھی سنا اور حضرت ڈاکٹر عبدالحئی صاحب قدس اللہ سرہ سے بھی سنا ہے۔ وہ یہ کہ میں ہر مسلمان کو اپنے آپ سے حالاً اور ہر کافر کو اپنے آپ سے احتمالاً افضل سمجھتا ہوں۔ ”احتمالاً“ کا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ وہ اس وقت کفر کے اندر مبتلا ہے، لیکن کیا پتہ کہ اللہ تعالیٰ اس کو توبہ کی توفیق عطا فرمادے اور وہ کفر کی مصیبت سے نکل جائے اور پھر اللہ تعالیٰ اس کے درجات اتنے بلند کردے کہ وہ مجھ سے بھی آگے بڑھ جائے۔

اور جو شخص مسلمان ہے، صاحبِ ایمان ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کو ایمان کی دولت عطا فرمائی ہے، کیا پتہ کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کے کیا معاملات ہیں کیونکہ ہر انسان کے اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختلف معاملات ہوتے ہیں، کسی کے بارے میں ہم کیا رائے ظاہر کریں کہ وہ ایسا ہے، اس لئے میں ہر مسلمان کو اپنے سے افضل سمجھتا ہوں۔

(اصلاحی خطبات۔ 76/7)

(بحوالہ: طلباء کیلئے تربیتی واقعات۔ ص: 158 تا 174)

☆......☆......☆

کتاب ”اکابر علمائے دیوبند کا مزاح“ اور رواداری کا گلستان

نام کتاب: اکابر علمائے دیوبند کا مزاح
کاوش:۔ حافظ تنویر احمد شریفی......نعمان محمد امین......مکتبہ رشیدیہ

حضرت شاہ صاحب کی مخالفین کے جلوس میں شرکت

حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں بدعت کی بہت کثرت ہوگئی تھی اور دلی کے لال قلعے میں تو ہر بدعت جاری تھی۔ سنت کا پتہ نہیں تھا بس بدعات اور خرافات پھیلی ہوئی تھیں۔ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں لوگوں نے ایک شوشہ اٹھایا اور وہ یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک تختے پر تصویر بنائی جو بہت رنگین اور خوشنما تھی اور ہاتھی منگوا کر اس پر وہ تصویر رکھی اور جلوس نکالا۔ ہزاروں آدمی پیچھے جمع ہوگئے اور ظاہر بات ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شبیہ مبارک کا نام آجائے تو طبعی طور پر مسلمان ٹوٹ پڑتے ہیں، یہاں تک تو ان کی حرکت تھی، پھر آدمی بھیجا حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس کہ شبیہ مبارک کا جلوس نکل رہا ہے، آپ اس میں شریک ہوں اور مقصد یہ تھا کہ انہوں نے اگر انکار کر دیا تو ہم کو کہنے کا موقع مل جائے گا کہ ان لوگوں کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم سے محبت نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام کی تصویر تھی، ہم نے بلایا مگر وہ نہیں آئے اور اگر آ گئے تو کل کو ان کو کچھ کہنے کا موقع نہیں رہے گا۔ بہرحال اس شخص نے جا کر کہا کہ شبیہ مبارک کا جلوس نکل رہا ہے آپ بھی شرکت کریں، شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''اچھا شبیہ مبارک کا جلوس نکل رہا ہے؟''۔

تمام طلباء کو کہا کہ سب چلو، لوگوں نے خوشی کا اظہار کیا، جو اپنے تھے وہ بھی خوش ہوئے کہ اب فتنہ نہیں ہوگا اور جو فتنہ پرداز تھے وہ یوں خوش ہوئے کہ اب ان کی زبان بند ہو جائے گی، اب یہ کسی بدعت سے روک نہیں سکیں گے۔ بہرحال شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ایک مجمع چلا اور جلوس میں بڑی خوشی ہوگئی کہ حضرت شاہ صاحب آ گئے۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بہت ہی ادب سے شبیہ مبارک کی زیارت کی۔ اس کے بعد فرمایا کہ بھائی! اس سے تو کوئی برکت بھی حاصل کرنی چاہیے، یہ کوئی معمولی چیز نہیں یہ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شبیہ مبارک ہے، اس کی برکات سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔ لوگ حضرت شاہ صاحب کے آنے سے مطمئن ہو گئے تھے کہا کہ جو مناسب ہو وہ کریں۔ تو شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ گلاب اور کیوڑے کی بوتلیں منگواؤ اور ایک بڑا طشت منگواؤ، اس ہاتھی پر بیٹھ کر اس شبیہ مبارک کو اس طشت میں رکھا اور چھینٹے دینے شروع کر دیئے، یہاں تک کہ وہ تصویر مٹ گئی اور رنگ ڈھل گیا۔ اس کے بعد فرمایا کہ یہ جو پانی ہے یہ برکت کی چیز ہے اس میں نسبت ہوگئی ہے کوئی منہ میں لگائے کوئی آنکھوں میں، لوگوں نے ایسا ہی کیا۔ کسی نے آنکھوں میں لگایا اور کسی نے چہرے پر ملا، اس طرح تصویر بھی ختم ہوگئی اور جلوس بھی ختم ہو گیا۔

یہ حکمت کی بات تھی کہ منکر کو مٹا بھی دیا اور خود شرکت بھی کر لی تو یہ حکمت کوئی فن نہیں ہے کہ آدمی کو پہلے سے معلوم ہو کہ یوں کر لیا کرو۔ بہت سی باتیں پیش آتی ہیں، سب چیزیں سامنے تھوڑی ہی ہوتی ہیں، جو عمل کرتا ہے حق تعالیٰ اس کے دل میں

تدابیر بھی ڈالتے ہیں کہ یہاں یہ عمل کرو، یہاں یہ کرو۔ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تدبیر سے جلوس کا سارا قصہ بھی ختم ہوگیا اور کسی کو گرانی بھی نہیں ہوئی اور اعتراض کا کوئی محل بھی نہیں رہا کہ کل کو کوئی یوں کہے کہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بدعت میں شامل رہے۔ (بحوالہ: اکابر علمائے دیوبند کا مزاج۔ ص: 54-53)

مسلمانوں کے فروعی اختلاف پر عیسائی جج کا طنز

ایک عرصہ پہلے ایک یورپین عیسائی کلکٹر تھا اسکے زمانے میں احناف اور اہلحدیث میں لڑائی ہوئی اور لڑائی ''آمین'' کہنے پر ہوئی۔ حنفیوں نے آہستہ پڑھی، اہلحدیث حضرات نے زور سے کہی تو لاٹھی چل گئی۔ بہت لوگوں کا سر پھٹ گیا، مقدمہ کلکٹر کے ہاں گیا، فریقین کے وکلاء نے کلکٹر کو مقدمہ سمجھایا تو اس نے کہا کہ بھئی! آمین کوئی جائیداد ہے یا بلڈنگ ہے کہ اس پر لڑتے ہیں؟ وکلاء نے کہا نہیں، آمین ایک قول ہے جو زبان سے نکالتے ہیں۔ یہ یوں کہتے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حدیث آئی ہے کہ آمین زور سے پڑھو، دوسرے کہتے ہیں کہ حدیث آئی ہے آہستہ پڑھو۔ اس نے کہا جس کو جو حدیث معلوم ہے اس پر عمل کرلے، تم لڑتے کیوں ہو؟ اور اس کی سمجھ میں بات نہ آئی اور سمجھ میں آنے کی بات بھی نہ تھی۔

بہر حال اس نے بڑا دانش مندانہ فیصلہ لکھا کہ میں مقدمہ کی مثل دیکھ کر اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ مسلمانوں کے ہاں آمین کی تین قسمیں ہیں: ایک آمین بالجہر زور سے پڑھنا، ایک آمین بالسر آہستہ پڑھنا اور ایک آمین بالشر یعنی جھگڑنے لڑنے کیلئے پڑھنا۔ اس لئے کہ پہلے دونوں کے بارے میں حدیث موجود ہے، ایک کو ایک امام نے دوسرے کو دوسرے امام نے اختیار کرلیا، اس میں لڑائی کی بنیاد ہی نہیں۔ یہ آمین بالشر کی لڑائی ہے، لہٰذا دونوں کو سزا دیتا ہوں۔ گویا اس نے بتایا کہ اختلافی مسائل نہ لڑائی کیلئے ہوتے ہیں نہ باہمی نزاع کیلئے، وہ دیانتاً حجت سے رائے قائم کرنے کیلئے ہوتے ہیں، تو یہ ہمارے قلوب کا فساد ہے کہ ہم نے مسائل کو اپنے دل کے جذبات

نکالنے کیلئے آڑ بنالیا ہے اور ہر دین کا مسئلہ جھگڑا ڈالنے اور گروہ بندیوں کیلئے رہ گیا ہے۔ (خطبات حکیم الاسلام۔ ج3، ص:284-45) (بحوالہ: اکابر علمائے دیوبند کا مزاح۔ ص:282) (بحوالہ: ادب کے حیرت انگیز واقعات ص66)

☆......☆......☆

کتاب ''کرامات وکمالات اولیاء (جلد اول)''

رواداری کا اعلیٰ نمونہ

نام کتاب: کرامات وکمالات اولیاء (جلد اول)
مجموعہ ارشادات: حضرت شیخ الحدیث مولانا یوسف متالہ مدظلہ
ناشر: ازہر اکیڈمی، لندن، برطانیہ

امام مالک رحمہ اللہ اور پیغام رواداری

ہارون رشید نے کہا کہ آپ کی اجازت ہو تو ہم موطا کو کعبہ کے دروازہ پر لٹکا دیتے ہیں اور پوری دنیا میں ہم اعلان کر دیتے ہیں کہ اس موطا کے سوا کسی مفتی کے فتوے کی تقلید نہ کی جائے، صرف ''موطا'' آپ کیلئے دستور ہے۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ نہیں! کہ جو ان مسلمانوں تک پہنچا ہے صحیح طریقہ سے وہ بھی صحیح ہے۔

غلط کہنے کا اگر انداز غلط ہو گیا، وہ واقعہ سنایا تھا کہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ نے خلافت چھین لی تھی کہ یہ فتویٰ تو ردی کے ٹوکرے میں پھینکنے کے قابل ہے، اس طرح کے جملہ پر خلافت منسوخ کر دی تھی، اسی لئے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ نہیں، نہیں ہرگز نہیں جو ان تک صحیح طریقہ سے پہنچا ہے وہ بھی صحیح ہے ان کو اسی پر رکھا جائے۔

لیکن پھر خلیفہ منصور نے بھی ایک دفعہ جسارت کی انہوں نے بھی درخواست کی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے کہ بارہا آپ سے یہ عرض کیا گیا کہ آپ اجازت دیں کہ ہم بلادِ

اسلامیہ میں ہر جگہ یہ اعلان کروا دیتے ہیں کہ مملکت اسلامیہ کا دستور صرف یہ موطا ہو۔

ان کو بھی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے منع فرمایا اور کتنے پیارے کلمات، فرمایا کہ **''اختلاف الامۃ رحم''** کہ اس امت کا جو اختلاف ہے وہ تو سراپا رحمت ہے، اس عام رحمت کو میں کیوں محدود کر دوں اپنی ایک موطا میں اور اپنے ایک مسلک میں۔

(بحوالہ: کرامات وکمالات اولیاء، جلد۱، ص:22-21)

امام شافعی رحمہ اللہ اور پیغام رواداری

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ جب امام اعظم رحمہ اللہ کے مزار پر تشریف لے گئے اور آپ نے جب نماز پڑھائی تو آپ نے قنوت نہیں پڑھا اور جب پوچھا گیا کہ کیوں نہیں پڑھا؟ اس پر قبر کی طرف اشارہ کیا۔

یعنی امام ابوحنیفہؒ کے ادب کی خاطر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے قنوت نہیں پڑھا۔

قنوت نہ پڑھنے پر علامہ شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کا جواب

علامہ عبدالوہاب شعرانی رحمہ اللہ نے بھی یہ قول نقل کیا کہ یہاں یہ کہا جاتا ہے کہ ادب کی خاطر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے قنوت نہیں پڑھا حالانکہ علامہ شعرانی خود شافعی ہیں۔ مگر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی عظمت اور احترام ان کے دل میں کس قدر ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ تھا کہ فجر میں قنوت پڑھنا ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مذہب کیوں تھا؟ روایات کی روشنی میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اس کو سنت سمجھتے تھے۔

اب یہ سوال کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ یا کسی اور کی خاطر سنت تو ترک نہیں کی جاسکتی؟ ایک چیز جو روایات صحیحہ کے ذریعہ ان کے یہاں سنت ہے اور ساری عمر جس سنت پر وہ عمل پیرا رہے کسی ایک شخص کی وجہ سے انہوں نے سنت کو کیسے چھوڑ دیا؟

علامہ شعرانی رحمۃ اللہ علیہ اس کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ جو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کی طرف اشارہ کیا، اس کے معنیٰ یہ

کہ ان کا تصرف کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی روحانیت اس قدر اعلیٰ اور اونچے درجہ کی ہے کہ ان کے تصرف سے میرا عمل تبدیل ہوگیا۔

کہ میں آج تک اسے سنت سمجھ رہا تھا اور اب میں اسے سنت موکدہ نہیں سمجھتا۔ ایک ادب کا درجہ، استحباب کا درجہ کہ کرو تو بھی ٹھیک نہ کرو تو بھی ٹھیک۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ہمیں دوسرے مذاہب کا، دوسرے فتاویٰ کا ادب اور احترام نصیب فرمائے۔ آپس میں مل جل کر رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(بحوالہ: کرامات وکمالات اولیاء، جلد ا، ص:25-26)

کسی کو کافر کہنا

جب کسی کو گدھا کہہ کر کچھ کہا جائے تو ایک قسم کا اس نے دعویٰ کیا کہ مجھے کشف حاصل ہے، اور میں تمہیں دیکھ رہا ہوں کہ تم اب انسان نہیں رہے، ایسا ہی ہے جیسے کسی کو کہا جائے ”یا کافر“ یہ سب تحقیر کے کلمات گالی دینا، لعن کرنا، کفر، یہ ایک زمرہ میں ہیں ساری چیزیں، جب کسی کو گالی دی جاتی ہے، سب وشتم کیا جاتا ہے، لعن کیا جاتا ہے کہ تو اللہ کی رحمت سے دور ہے، یا کسی کو کافر کہا جائے تو وہ کلمہ منہ سے نکلا وہاں تک گیا جس کو کہا گیا اگر وہ شخص ایسا نہیں ہے اور کافر نہیں ہے تو یہ کہنے والے پر لوٹ آتا ہے۔

(بحوالہ: کرامات وکمالات اولیاء، جلد ا، ص:192)

☆......☆......☆

کتاب ”تربیۃ العشاق“ اور مخالفت کی مذمت

نام کتاب: تربیۃ العشاق

ملفوظات: حضرت شاہ سید محمد ذوقی رحمۃ اللہ علیہ

اختلاف رحمت اور مخالفت زحمت

سیاست کے متعلق گفتگو ہو رہی تھی ارشاد فرمایا کہ لوگ دریافت کرتے ہیں کہ

مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیے، ہم کہتے ہیں کہ پہلے سب ایک جھنڈے کے نیچے آجاؤ، اللہ تعالیٰ کا حکم ہے ''واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً'' سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑلو۔

اب وہ سوال کرتے ہیں کہ اکٹھا ہونے کے بعد پھر کیا کریں گے، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ دوسرا قدم ہے، پہلے ایک بات پوری کرلو، اکٹھا ہونے سے پہلے کیوں تفصیلات میں جاتے ہو۔ اس سے خواہ مخواہ اختلاف پیدا ہوتا ہے، پہلے اجمالی صورت میں رہو اور جب وقت آئے گا پھر تفصیلات میں پڑنا۔ فرمایا حدیث شریف میں ہے ''میری امت میں اختلاف رحمت ہے''۔

لیکن اختلاف اور مخالفت میں فرق ہے، مخالفت اپوزیشن کو کہتے ہیں اور اختلاف کے معنی ہیں HEALTHY DIFFRENCE OF OPINION (تعمیراتی اختلاف رائے) اس قسم کے اختلاف سے وسعت پیدا ہوتی ہے اور ہر کام اچھی طرح اور ہر پہلو سے مکمل ہوجاتا ہے اور یہ اختلاف اصول میں نہیں ہوتا۔ فروعات میں ہوتا ہے جب سب نے اصول تسلیم کرلیا تو فروعات میں اختلاف سے کوئی حرج واقع نہیں ہوتا تم اپنے خیال پر رہو ہم اپنے خیال پر رہیں۔ اس معمولی امر میں لڑنے جھگڑنے کی ضرورت ہی پیدا نہیں ہوتی لیکن مخالفت بری چیز ہے اور دراصل مخالفت نفسانیت سے پیدا ہوتی ہے اگر نفسانیت کا دخل نہ ہو تو اختلاف سے کچھ نقصان نہیں ہوتا سب جھگڑے نفسانیت کے ہیں، اب ایک جماعت کہتی ہے:

> ''ہمارے خیال کے مطابق سب لوگ عمل کریں اور ہماری بات مانیں''۔

ہر گفتگو اور ہر مجلس میں مَیں اور میری پر زور دیتے ہیں یہ نفسانیت نہیں تو اور کیا ہے؟ اور مجتہدین میں جو اختلاف پایا جاتا ہے وہ صرف فروعات میں ہے، اصول میں سب متفق تھے، نفسانیت کے کچلنے کیلئے بھی وہ عجیب طریقے اختیار کرتے تھے۔ مثلاً بادشاہ کا لڑکا طلب ہدایت کیلئے ان کے پاس آیا تو تین وقت کا فاقہ کرا کے کہا ''جاؤ شہر میں بھیک مانگو''۔

اس میں حکمت یہ ہوتی تھی کہ اس کے تکبر اور نفسانیت کا قلع قمع ہو جائے۔ اپنے ملک اور شہر میں ایک شہزادے کیلئے بھیک مانگنا کس قدر مشکل ہے اور جب وہ بھیک مانگ مانگ کر لاتا تو سب کچھ لنگر میں داخل کر دیا جاتا۔ پہلے زمانہ کی تعلیم و تربیت سے رذائل نفسانیہ کا قلع قمع ہوتا تھا اور روحانیت وللّٰہیت میں ترقی ہوتی تھی۔ لیکن آج کل کالجوں اور سکولوں میں رعونت اور فرعونیت پیدا ہوتی ہے اور اس تکبر کو SELF RESPECT (خودداری) کے نام سے موسوم کرتے ہیں حالانکہ یہ خودداری نہیں ہے بلکہ رعونت ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ آج دو صاحب میر سراج الدین صاحب کے ساتھ آئے تھے۔ انہوں نے کہا "ہم قومی خدمت کرنا چاہتے ہیں آپ مشورہ دیجئے کہ آیا مسلم لیگ میں شامل ہوں یا خاکسار بنیں"۔

ہم نے کہا: پہلے خود مسلمان بنو، اس کے بعد دوسروں کی اصلاح کرنا۔

فرمایا یہ بات مسلمانوں کو بری لگتی ہے دراصل وہ مسلمان کے معنی نہیں جانتے آج کل تو سب ACCIDENTAL مسلمان ہیں، یعنی مسلمان BY ACCIDENT OF BIRTH (پیدائشی مسلمان) ہیں اوروں کی اصلاح اس وقت ہو سکتی ہے جب انسان خود حقیقی مسلمان بن جائے۔ (بحوالہ: تربیۃ العشاق۔ ص: 297-295)

مناظرہ سے قلب کا سخت ہونا

ایک دفعہ ارشاد فرمایا کہ سالک کو چاہیے کہ کسی کے ساتھ بحث و مباحثہ نہ کرے، مناظرہ سے قلب سخت ہوتا ہے، للّٰہیت جاتی رہتی ہے اور نفسانیت آجاتی ہے۔ خیال کرتا ہے کہ میں نے یہ کہا اور میں نے وہ کہا، اس لئے اگر کسی سے بات چیت ہو جائے تو ٹھنڈے دل سے حق بات کہہ دے اور ذرا قوت قلب سے اس کے دل کی طرف متوجہ ہو جائے جوش میں آنے کی ضرورت نہیں ہے اور جب دیکھے بحث چھڑنے والی ہے تو خوبصورتی سے اسے ٹال دے۔ (بحوالہ: تربیۃ العشاق۔ ص: 356)

☆......☆......☆

کتاب ''اہل علم کی طرف سے طلبہ کیلئے قیمتی نصائح'' اور اعتدال کی ضرورت

نام کتاب: اہل علم کی طرف سے طلبہ کیلئے قیمتی نصائح
تالیف: ۔ مولانا محمد روح اللہ نقشبندی غفوری
ناشر: ۔ مکتبہ الشیخ 445/3 بہادر آباد کراچی 5

اعتدال کو اپنانے کی نصیحت

(حضرت مولانا سبحان محمود صاحبؒ نے طلبہ کو بہت سی قیمتی نصیحتیں فرمائیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ) اپنے اندر اعتدال پیداء کیجئے۔ ابتداء میں اعتدال پر عمل کرنا مشکل ہوگا لیکن کچھ دن کے بعد اعتدال ہماری طبیعت بن جائے گی۔

(بحوالہ: اہل علم کی طرف سے طلبہ کیلئے قیمتی نصائح۔ ص:128)

(مولانا مفتی محمد طاہر مسعود صاحب نے طلبہ کو قیمتی نصیحتیں فرمائی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے) دین کا صحیح کام کرنے والے تمام افراد اور تمام جماعتوں کو اپنا رفیق سمجھے، فریق نہ سمجھے، کسی سے الجھاؤ مت پیدا کرے۔

(بحوالہ: اہل علم کی طرف سے طلبہ کیلئے قیمتی نصائح۔ ص:238)

کتاب ''میری کتاب زندگی'' اور اکرام واحترام کا سبق

نام کتاب: میری کتاب زندگی۔۔۔ مولف: ۔ قاری محمد سلیمان غفرلہٗ
ناشر: ۔ مکتبہ عثمانیہ متصل ایچ ایم سی ٹیکسلا

مولانا گولڑوی کی مایہ ناز کتاب ''سیف چشتیائی''

مولانا احمد گل لودھی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے خطیب ہزارہ مولانا محمد اسحاق صاحب (م اگست 1971ء) نے تقریباً نصف صدی خطابت کی۔ حضرت مولانا انور

شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں میں سے تھے۔ 1960ء کی بات ہے فرمایا کرتے مَیں ''خیالی'' جیسی کتاب کو بغیر مطالعہ کے پڑھا سکتا ہوں لیکن حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی ''آب حیات'' اور حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی ''سیف چشتیائی کو'' بیس بیس دفعہ پڑھا ہے لیکن سمجھ بھی نہیں سکا۔ یہ سارے حضرات ایک ہی خاندان کے چشم چراغ تھے، یہ خاندان کئی پشتوں سے علوم نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وارث رہا۔ (بحوالہ: میری کتاب زندگی۔ ص:42)

☆......☆......☆

کتاب ''علم اور حلم'' سارے عالم میں امن وآشتی کا پیغام

نام کتاب: علم اور حلم
حضرت مولانا محمود اشرف عثمانی دامت برکاتہم (استاذ حدیث ومفتی دارالعلوم کراچی)
ناشر:۔ ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور

باہمی رواداری کیلئے حلم کی ضرورت

علم کے ساتھ حلم کی ضرورت

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے علیم اور حلیم ساتھ ساتھ ذکر کئے گئے ہیں ایک جگہ ارشاد ہے ''واللہ علیم حلیم'' (یعنی اللہ تعالیٰ علم والے اور حلم والے ہیں) (سورۃ النساء:12) ایک جگہ فرمایا گیا ''وان اللہ لعلیم حلیم'' (اور بے شک اللہ تعالیٰ جاننے والے بردبار ہیں) (الحج:59) اور ایک جگہ فرمایا گیا ''وکان اللہ علیماً حلیماً'' (اور اللہ تعالیٰ علم والے حلم والے ہیں (الاحزاب:51) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دعا منقول ہے ''اللھم اغننی بالعلم وزینی باالحلم'' (مناجات مقبول میں یہ دعا ''اعنی بالعلم'' کے الفاظ سے نقل کی گئی

ہے: 12)'' یعنی اے اللہ مجھے علم دیکر بے نیاز فرما دے اور حلم سے آراستہ فرما۔
(الحزب الاعظم بحوالہ کنزالعمال ص194، ج1)

اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا فرمان ہے: ''**ماجمع شی الی شی افضل من علم الی حلم**'' (**الجامع الصغیر للسیوطی**) کوئی چیز دوسری چیز سے ملکر اس قدر افضل ثابت نہیں ہوتی جتنا علم، حلم سے مل کر افضل ثابت ہوتا ہے۔

قرآن وحدیث کے یہ چند حوالے ہی اس بات کی شہادت دینے کیلئے کافی ہیں کہ علم اور حلم کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ یعنی علم کے ساتھ بردباری اور تحمل لازم ہے، علم جتنا بڑھتا چلا جاتا ہے اتنا ہی صبر، تحمل اور بردباری بھی بڑھتی چلی جاتی ہے اور جس قدر جہالت بڑھتی چلی جاتی ہے اتنا ہی صبر وضبط اور تحمل و بردباری میں کمی آتی چلی جاتی ہے۔ مسیح القلوب حضرت مولانا مسیح اللہ صاحب قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ علم اور حلم توامین (یعنی جڑواں) ہیں۔

دور حاضر میں ائمہ وخطباء کی ذمہ داری

دور حاضر میں جبکہ معاشرہ سے محبت، ہمدردی کے جذبات کم سے کم ہوتے جارہے ہیں معاشرہ کے مختلف طبقات کے درمیان نفرت پھیلتی جارہی ہے اور باہمی اختلافات سڑکوں اور بازاروں میں بم کے دھماکوں اور کلاشنکوف کی ابلتی ہوئی گولیوں کے ذریعے حل کرنے کی کوشش کی جارہی ہے، مساجد اور مدارس کے علماء خطباء اور ائمہ کرام کی ذمہ داریاں بہت بڑھ گئی ہیں کیونکہ یہی وہ طبقہ ہے جو ملک کے بکھرے ہوئے طبقات کو ایک خدا، ایک کتاب، ایک رسول اور متفق علیہ دینی امور پر جمع کرکے ان میں اتحاد پیدا کرسکتا ہے اور کم از کم مساجد و مدارس کی چار دیواری کی حد تک امن اور محبت کے تقدس کی فضاء قائم کرسکتا ہے۔ یہ مساجد و مدارس درحقیقت کعبۃ اللہ اور مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صفہ کی عالمگیر شاخیں ہیں اور قرآن مجید نے جو بات کعبۃ اللہ کے بارے میں کہی تھی وہ ان مساجد کے حق میں بھی درست

www.ubqari.org www.ubqari.org

ہے۔ ''و اذجعلنا البیت مثابۃ للناس و امنا'' (سورۃ البقرۃ آیت 125) یعنی ہم نے بیت اللہ کو لوگوں کے جمع ہونے کی جگہ اور امن کا مقام بنایا ہے۔

اگر مساجد، بیت اللہ کی شاخیں ہیں تو مدارس دینیہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صفہ کا نمونہ ہیں جہاں درویش خدا مست صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چبوترہ پر فقر و فاقہ کی حالت میں گزارا کرتے تھے تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دینی علوم حاصل کرکے پہلے محفوظ کریں اور پھر یہ پاکیزہ تعلیمات آئندہ نسلوں تک منتقل کریں۔ (بحوالہ: علم اور حلم۔ ص: 7,8,9)

مخالفین سے حضرت ھود علیہ السلام کا رویہ

سیدنا حضرت ھود علیہ السلام کے حلم اور صبر و تحمل کا کچھ اندازہ قرآن حکیم کی ان آیات سے ہوسکتا ہے جو سورۃ الاعراف، سورہ ہود، سورۃ الشعراء، سورۃ المؤمنون اور سورۃ الاحقاف میں مذکور ہیں، مگر میں وہ سب آیات نقل کرنے کے بجائے صرف ایک آیت کا ذکر کرتا ہوں، احقر کے عم مکرم استاذ محترم حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم اپنے والد ماجد حضرت مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ کے حالات و واقعات پر مبنی تصنیف ''میرے والد میرے شیخ'' میں لکھتے ہیں: حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ہمیں انبیاء کرام علیہم السلام کے طریق کار سے سبق لینا چاہیے کہ وہ ہمیشہ گالیوں اور طعنوں کے جواب میں پھول برساتے رہے ہیں، انہوں نے کبھی کسی کی سخت کلامی کا جواب بھی نہیں دیا، مثلاً حضرت ھود علیہ السلام سے ان کی قوم کہتی ہے کہ: ''انالنراک فی سفاھۃٍ وانا لنظنک من الکاذبین'' بلاشبہ ہم آپ کو بے وقوفی میں مبتلا پاتے ہیں اور آپ کو جھوٹا سمجھتے ہیں۔ (الاعراف: 66)

اس فقرے میں انہوں نے بیک وقت جھوٹا ہونے اور بے وقوف ہونے کا طعنہ دیا ہے، والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اگر آج کا کوئی مناظر ہوتا تو جواب میں ان کے باپ دادا کی بھی خبر لاتا لیکن سنئے کہ اللہ کے پیغمبر کیا جواب دیتے ہیں؟ ''یقوم

لیس بی سفاھۃٌ ولکنی رسول من رب العالمین“ اے قوم میں بے وقوفی میں مبتلا نہیں ہوں بلکہ میں تو پروردگار عالمین کی طرف سے پیغمبر بن کر آیا ہوں۔

(القرآن، الاعراف: 67)

دعوت کا کام انبیاء کرام علیہم السلام کی وراثت ہے، اس لئے اس میں غصہ نکالنے، طنز کے تیرونشتر چلانے یا فقرے کس کر چٹخارے لینے کا کوئی موقع محل نہیں، اس کام میں تو نفسانیت کو کچلنا پڑتا ہے اور اس کیلئے دوسروں کی گالیاں کھا کر بھی دعائیں دینے کا حوصلہ چاہیے۔ (میرے والد میرے شیخ۔ ص: 110) (بحوالہ: علم اور حلم۔ ص: 23)

شدید مخالفت اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا رویہ

سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حلم کی تعریف تو خود حق تعالیٰ جل شانہٗ نے سورہ ھود میں ان الفاظ سے فرمائی: ”ان ابراھیم لحلیم اواہ منیب“ (ھود: 75) یعنی بے شک ابراہیم حلیم الطبع، بہت نرم دل، اللہ کی طرف رجوع کرنیوالے تھے۔

اور سورہ توبہ میں فرمایا گیا: ”ان ابراھیم لاواہ حلیم“ (توبہ: 114) یقیناً ابراہیم بہت نرم دل اور حلیم الطبع تھے۔

طبیعت کی یہ نرم مزاجی، مخالفین کے مقابلہ میں صبر وتحمل، غصہ کے مواقع پر حلم اور بردباری کی یہ اعلیٰ ترین انسانی صفات سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زندگی کے ہر دور میں نمایاں نظر آتی ہیں، ان کا پہلا مقابلہ اپنے ہی گھر کے بڑے یعنی اپنے والد سے ہوا جو نہ صرف شرک وکفر کی کھلی گمراہی میں مبتلا کافر، مشرک بت پرست تھے بلکہ اپنی قوم میں ”بت ساز“ کے منصب پر فائز تھے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے انہیں توحید ورسالت کی دعوت دیتے ہوئے جو گفتگو کی اس کا کچھ حصہ حق تعالیٰ جل شانہ نے سورہ مریم کے تیسرے رکوع میں نقل کیا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ پوری گفتگو ایک داعی اور عالم دین کیلئے اسوہ حسنہ اور روشنی کے مینار کی حیثیت رکھتی ہے، اس گفتگو (یا آج کل کی اصطلاح میں اس مناظرہ) کی خاص بات یہ ہے کہ حضرت

ابراہیم علیہ السلام نے پوری گفتگو کے دوران اپنے مشرک باپ کے ادب واحترام میں ذرہ برابر کمی نہیں کی اور ساتھ ہی توحید ورسالت کی دعوت دیتے ہوئے اپنی دینی بات پوری قوت سے بیان فرمائی ہے۔

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ سورۃ مریم کے اس مقام پر اپنی تفسیر معارف القرآن میں لکھتے ہیں: حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کو حق تعالیٰ نے جو مقام جامعیت اوصاف وکمالات کا عطا فرمایا تھا، ان کی یہ تقریر جو اپنے والد کے سامنے ہورہی ہے اعتدال مزاج اور رعایت اضداد کی ایک بے نظیر تقریر ہے کہ ایک طرف باپ کو شرک وکفر اور کھلی گمراہی میں نہ صرف مبتلا بلکہ اس کا داعی دیکھ رہے ہیں جس کے مٹانے ہی کیلئے خلیل اللہ پیدا کئے گئے ہیں، دوسری طرف باپ کا ادب اور عظمت ومحبت ہے، ان دونوں ضدوں کو حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے کس طرح جمع فرمایا اول تو ''یاابت'' کا لفظ جو باپ کی مہربانی اور محبت کا داعی ہے ہر جملہ کے شروع میں اس لفظ سے خطاب کیا (یعنی اے میرے ابا جان) پھر کسی جملہ میں باپ کی طرف کوئی لفظ ایسا منسوب نہیں جس سے ان کی توہین یا دل آزاری ہو کہ ان کو گمراہ یا کافر کہتے۔

(معارف القرآن۔ج6،ص:34)

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جس دردمندی اور حسن ادب کے ساتھ اپنے والد کو دین کی دعوت دی اس کے جواب میں ان کے کافر والد نے انہیں قتل کی دھمکی دیتے ہوئے گھر سے نکل جانے کا حکم دیا اور کہا: ''قال اراغب انت عن الھتی یا ابراھیم لئن لم تنتہ لارجمنک واھجرنی ملیا'' کہا اے ابراہیم کیا تو میرے معبودوں سے برگشتہ ہے؟ اگر تو باز نہ آیا تو میں تجھے سنگسار کردوں گا اور تو مجھے طویل مدت کیلئے چھوڑ کر چلا جا۔ (سورہ مریم:46) کافر والد نے قتل کی دھمکی دیتے ہوئے حضرت ابراہیم السلام کو گھر سے نکالا تو بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زبان مبارک سے یہ الفاظ نکلے: ''قال سلام علیک ساستغفر لک ربی انہ کان بی حفیا'' کہا، آپ

پر سلامتی رہے، میں آپ کیلئے اپنے رب سے مغفرت کی دعا کروں گا بیشک وہ مجھ پر بہت مہربان ہے۔ (مریم:47)

حضرت شاہ عبدالقادر صاحب محدث دہلوی موضح القرآن میں اس آیت پر لکھتے ہیں ''تیری سلامتی رہے'' یہ رخصت کا سلام ہے، معلوم ہوا کہ اگر دین کی بات سے ماں باپ ناخوش ہوں اور بیٹا میٹھی بات کہہ کر نکل جائے وہ بیٹا عاق (نافرمان) نہیں اور گناہ بخشوانے کا انہوں نے وعدہ کیا تھا، جب اللہ کی مرضی نہ دیکھی تب موقوف کیا۔ (موضح القرآن) (بحوالہ: علم اور حلم۔ ص:26,27,28)

مخالفین سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا طرز عمل

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے احیاء العلوم میں نقل کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا چند لوگوں پر گزر ہوا جنہوں نے سیدنا حضرت عیسیٰ کی شان میں گستاخی کر کے انہیں برا کہا تو اس کے جواب میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انہیں اچھے کلمات سے مخاطب کیا۔ ایک آدمی نے کہا وہ آپ کو برا کہہ رہے ہیں اور آپ انہیں اچھے کلمات سے مخاطب فرما رہے ہیں؟ فرمایا جو کچھ آدمی کے پاس ہوتا ہے اسے ہی خرچ کرتا ہے۔
(بحوالہ: علم اور حلم۔ ص:30)

نبی آخرالزماں سیدنا احمد مصطفیٰ محمد مجتبیٰ ﷺ کا صبر وتحمل

اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات والا صفات میں جن اعلیٰ ترین اخلاقی اور انسانی صفات کو فطری طور پر ودیعت فرمایا تھا اور اس کے بعد بچپن اور جوانی میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صبر وتحمل کی جو عملی مشقیں کروائی گئیں ان کا قدرتی نتیجہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات کریمہ بعثت (یعنی وحی آنے) سے قبل ہی حوصلہ مندی اور صبر وتحمل کا مثالی نمونہ بن گئی تھی جس کا اندازہ ابوداؤد شریف کی اس حدیث سے ہوتا ہے:

حضرت عبداللہ بن ابی الحسماء فرماتے ہیں کہ میں نے بعثت سے قبل نبی کریم صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ خرید و فروخت کا ایک معاملہ کیا جس میں کچھ قیمت میرے ذمہ باقی رہ گئی، میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وعدہ کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہیں ٹھہریں میں وہ رقم لیکر آتا ہوں، لیکن میں بھول گیا، تین دن بعد مجھے یاد آیا تو میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی جگہ پر تشریف فرما ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے نوجوان تم نے مجھے بہت تکلیف میں ڈال دیا، میں تین دن سے تمہارا یہاں انتظار کر رہا ہوں۔

(ابوداؤد، مرقاۃ شرح مشکوۃ۔ص169، ج9)(بحوالہ: علم اور حلم۔ص:36)

بدوؤں اور دیہاتیوں کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حلم

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم غزوہ حنین سے واپس آرہے تھے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تھا کہ عرب کے بدو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چمٹ گئے اور مانگنے لگے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اونٹنی راستہ سے بدک گئی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چادر ببول کی جھاڑیوں میں پھنس گئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہو گئے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میری چادر مجھے دیدو، اگر میرے پاس ان جھاڑیوں کے برابر مویشی ہوتے تو میں وہ سب مویشی تم میں تقسیم کر دیتا تم مجھے نہ بخیل پاؤ گے، نہ جھوٹا، نہ بزدل۔ (صحیح بخاری فتح الباری۔ص:254، جلد 6)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ پیدل تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک نجرانی چادر اپنے جسم پر ڈالی ہوئی تھی جس کے کنارے کھردرے تھے، ایک دیہاتی راستے میں ملا، اس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چادر پکڑ کر اس طرح زور سے کھینچا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گردن کے ایک طرف نشان نمایاں نظر آنے لگا، وہ دیہاتی کہہ رہا تھا اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مجھے بھی اللہ کے اس مال میں سے دو جو تمہارے پاس ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مڑ کر اسے دیکھا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم مسکرائے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے کچھ دینے کا حکم دیا۔
(صحیح بخاری فتح الباری۔ ص275، ج10، ص251 ج6 بذل المجہود ص235 ج6)

عام لوگوں کی گفتگو پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حلم

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مال غنیمت تقسیم کیا تو ایک آدمی نے کہا: اس تقسیم میں خدا کی رضامندی کا خیال نہیں رکھا گیا، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس سے کہا میں تمہاری یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک ضرور پہنچاؤں گا۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ (کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین) میں تشریف فرما تھے، میں نے چپکے سے یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ بہت شاق گزری، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جلال آیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ مبارک کا رنگ بدل گیا، مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام پر رحم کرے انہیں اس سے کہیں زیادہ تکلیفیں پہنچائی گئیں مگر انہوں نے صبر ہی کیا۔ (صحیح بخاری، فتح الباری، ص511، ج10 ص:55 ج8)

گمراہ اور گستاخ لوگوں کے مقابلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حلم

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (غزوہ جعرانہ سے واپسی پر 8ھ میں) مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے کہ عبداللہ بن ذوالخویصرۃ التمیمی آیا، اس کی آنکھیں دھنسی ہوئی تھیں اور پیشانی ابھری ہوئی، ڈاڑھی گھنی تھی اور رخسار بلند، سر منڈا ہوا تھا (اور بعض روایات میں یہ بھی اضافہ ہے کہ اس کا رنگ کالا تھا اور ماتھے پر سجدہ کا گٹا پڑا ہوا تھا) اس نے آکر کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ سے ڈرو اور انصاف کرو۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کم بخت اگر میں انصاف نہیں

کروں گا تو پھر کون انصاف کرے گا؟ اگر میں انصاف نہ کروں تو میں خائب و خاسر ہوجاؤں گا، اللہ تعالیٰ نے تو مجھے زمین میں اپنا امین قرار دیا ہے اور تم مجھے امین نہیں سمجھتے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس کی گردن اتار دوں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چھوڑو (میں اپنے لوگوں کو قتل کرنا نہیں چاہتا) اس کی نسل سے اس کے ساتھی ہوں گے جن کی نمازوں اور روزوں کے سامنے تم اپنی نمازوں روزوں کو حقیر سمجھو گے، وہ قرآن مجید پڑھیں گے مگر قرآن ان کی ہنسلی کی ہڈی سے نیچے نہیں اترے گا (یعنی ان کے دل پر قرآن کا اثر نہ ہوگا صرف زبانوں پر قرآن ہوگا)

(جمہور محدثین کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس حدیث میں جن لوگوں کا ذکر کیا ان سے خوارج اور ان کے متبعین مراد ہیں، جنہوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے خلاف بغاوت کی تھی اور ان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیان کردہ یہ علامات اور دیگر علامات حرف بحرف پائی جاتی تھیں۔

(بخاری، مسلم و دیگر کتب حدیث، تفصیل کیلئے دیکھیں مشکوٰۃ ص 535 و فتح الباری ص 91 تا ص 302 ج 12 و ص 618 ج 6)

اس واقعہ سے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صبر وتحمل ظاہر ہے وہاں یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ اعتراض اور تنقید کرنے والے کسی کو نہیں چھوڑتے، بعض دریدہ دھن اپنے پروردگار تک کی شان میں گستاخی کر بیٹھتے ہیں، ظالموں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسی ذات اطہر اور صحابہ کرام، خلفائے راشدین اور اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین جیسی مقدس شخصیات پر زبان درازی کی ہے۔ اگرچہ چاند پر تھوکنا خود تھوکنے والے کے منہ کو کالا کرتا ہے اور بلند شخصیات کا ادنیٰ سا بال بیکا نہیں ہوتا مگر دنیا ایسے ظالموں سے کبھی خالی نہیں رہی، اس لئے قرآن وسنت کے احکام کے عین مطابق دین تھامنے والوں اور دین پھیلانے والوں کو ان لوگوں کے اعتراضات

سے برافروختہ نہیں ہونا چاہیے۔

کافروں اور مشرکوں کے مقابلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حلم

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تبلیغی سفر پر طائف تشریف لے گئے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں دین کی دعوت دی مگر وہ نہ صرف نہایت بداخلاقی سے پیش آئے بلکہ انہوں نے اپنے غلاموں اور بچوں کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے لگادیا جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پتھر پھینکے جن میں سے کچھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پنڈلی مبارک پر لگے اور خون بہنے لگا۔ اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کے فرشتہ کو حکم دیا جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان لوگوں پر عذاب کی اجازت طلب کی مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نہیں مجھے امید ہے کہ شاید ان کی نسلوں میں وہ لوگ پیدا ہوجائیں جو خدائے وحدہ لاشریک لہ کی عبادت کرنے والے ہوں۔ (اصح السیر ص 57، مشکوٰۃ ص 523)

غزوہ احد میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سر مبارک پھٹ گیا اور دانت ٹوٹ گئے اس موقع پر بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے سر سے خون پونچھتے جارہے تھے اور فرمارہے تھے، وہ قوم کیسے کامیاب ہوگی جنہوں نے اپنے نبی کا سر پھاڑ دیا اور دانت توڑ دیئے۔ (مشکوٰۃ ص 523)

اور مسلم کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا تھا اے پروردگار میری قوم کو معاف فرمادیجئے کیونکہ وہ جانتے نہیں ہیں۔
(صحیح مسلم ص: 108 ج 2)

اپنے معتقدین، اپنے متعلقین حتیٰ کہ اپنے مخالفین اور جانی دشمنوں کیساتھ حوصلہ اور صبر وتحمل کا یہ رویہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ عظیم اسوہ حسنہ ہے جو ہر مسلمان کیلئے واجب العمل ہے، بالخصوص ان اہل علم اور طلباء علم کیلئے جو وارثان علوم نبوت کہلانے کے مستحق ہیں۔

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا صبر وتحمل

سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے غیر معمولی مناقب وفضائل اگرچہ بہت ساری احادیث صحیحہ میں مروی ہیں مگر پوری امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آپ رضی اللہ عنہ کی خاص صفت آپ کی طبعی نرمی اور رحم دلی ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان الفاظ سے ارشاد فرمایا: ''ارحم امتی بامتی ابوبکر'' یعنی میری ساری امت میں امت پر سب سے زیادہ رحم دل ابوبکر ہیں۔ (ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

گویا دوسرے لفظوں میں امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سب سے افضل ہونے کی ایک اہم وجہ آپ رضی اللہ عنہ کا نرم طبیعت اور رحم دل ہونا بھی ہے اور اس مخصوص صفت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے آگے بڑھے ہوئے تھے۔

سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی یہ رحمت وشفقت ان کی اپنی طبیعت میں بھی داخل تھی اور انہوں نے اسے باقاعدہ حاصل بھی کیا تھا وہ شروع سے لے کر آخر تک رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ رہے اور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک ایک ادا، علم، تربیت اور تزکیہ کے ذریعے اپنے اندر جذب کی تھی، مزید برآں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی خاص نظر تربیت کے ساتھ انہیں اس مصنب کیلئے باقاعدہ تیار بھی کیا تھا، چنانچہ وہ بہت سی جائز باتیں جو دوسروں کیلئے شرعا گوارا ہوتی ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کیلئے ناگوار سمجھتے تھے، جس کا اندازہ اس حدیث سے ہوتا ہے جسے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے:

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ ایک شخص نے حضرت ابوبکر کو برا بھلا کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں تشریف فرما تھے اور (حضرت ابوبکر کے صبر اور اس شخص کی زیادتی پر) متعجب تھے اور مسکرا بھی رہے تھے، جب وہ شخص حد سے ہی

بڑھ گیا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس کی کچھ باتوں کا جواب دیدیا اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ناراض ہو گئے اور مجلس سے اٹھ کر چلے گئے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پیچھے پیچھے گئے اور عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ آدمی مجھے برا بھلا کہہ رہا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما تھے جب میں نے اس کی باتوں کا کچھ جواب دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ناراض ہو گئے اور مجلس سے کھڑے ہو گئے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تمہارے ساتھ (منجانب اللہ) ایک فرشتہ تھا جو تمہاری طرف سے اس شخص کو جواب دے رہا تھا مگر جب خود تم نے اس کا جواب دینا شروع کیا تو شیطان بیچ میں آ گیا۔ اور بعض روایتوں میں مروی ہے کہ اللہ کے ظالم بندے مت بنو ہاں اللہ کے مظلوم بندے بن جاؤ اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں میں سے بہترین بیٹے کی طرح بنو۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے ابوبکر تین باتیں برحق ہیں پہلی یہ کہ جس آدمی پر کوئی ظلم کیا جائے اور پھر وہ درگزر سے کام لے تو اللہ تعالیٰ عزت کے ساتھ اس کی مدد کرتا ہے دوسری بات یہ کہ جب آدمی صلہ رحمی یعنی رشتہ داری کے حقوق ادا کرنے کیلئے عطیہ کا دروزہ کھولتا ہے تو اللہ تعالیٰ برکت عطا کرتا ہے اور تیسری بات یہ کہ جو آدمی پیسوں کے لالچ میں اپنے لئے مانگنے کا دروازہ کھولتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے مال میں کمی کر دیتا ہے۔ (الحدیث، مشکوۃ مرقاۃ ص303 ج9)

عام حالات میں عام افراد کیلئے اینٹ کا جواب پتھر سے دینے کی گنجائش ہے مگر صدیقین اور مقربین کیلئے یہی پسند کیا گیا ہے کہ وہ حتی الامکان عفو و درگزر کا راستہ اختیار کریں اور اینٹ کا جواب اینٹ سے دینا تو درکنار، اینٹ کا جواب پتھر سے بھی نہ دیں (الا یہ کہ شرعی طور پر ایسا کرنا لازمی ہو جائے) یہی حقیقت سورۃ الشوریٰ میں حق تعالیٰ نے اس طرح بیان فرمائی کہ: "والذین اذا اصابھم البغی ھم ینتصرون، وجزاء سیئۃ سیئۃ مثلھا فمن عفاواصلح فاجرہ علی اللہ انہ لایحب

الظالمین، ولمن انتصر بعد ظلمه فاولئک ماعلیهم من سبیل، انما السبیل علی الذین یظلمون الناس ویبغون فی الارض بغیر الحق اولئک لهم عذاب الیم، ولمن صبر وغفر ان ذلک لمن عزم الامور''

اور جو ایسے (منصف) ہیں کہ جب ان پر زیادتی ہوتی ہے تو وہ برابر کا بدلہ لیتے ہیں اور برائی کا بدلہ اسی جیسی برائی ہے اور جو شخص معاف کردے اور صلح کرلے تو اس کا ثواب اللہ کے ذمہ ہے اور واقعی اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا اور جو اپنے اوپر ظلم ہونے کے بعد برابر کا بدلہ لے لے تو ایسے لوگوں پر کوئی الزام نہیں، الزام صرف ان پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور ناحق دنیا میں زیادتیاں کرتے ہیں اور ایسے کیلئے دردناک عذاب ہے اور جو صبر کرے اور معاف کردے تو یہ بڑی ہمت کے کام ہیں۔

(سورۃ الشوریٰ 39,43)

سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی یہ شفقت، رحمت اور حتی الامکان نرمی کا رویہ ہی وہ چیز تھی جس نے انہیں غیر معمولی بہادر، جری، متحمل المزاج اور حوصلہ مند بنادیا تھا۔ (بحوالہ: علم اور حلم۔ ص:39 تا 45)

سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا صبر وتحمل

خلیفہ ثانی سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے رعب اور دبدبہ کی شہرت محتاج بیان نہیں، قیصر وکسریٰ کے در وبام ان کے ذکر سے لرزتے تھے اور ان کی حکومت کا ہر عامل خواہ چھوٹا ہو یا بڑا ان کی گرفت سے خائف رہتا تھا مگر ان کی قوت واقتدار کا ظہور صرف باہر ہی نہیں بلکہ ان کی اپنی ذات میں اور ان کی قوت برداشت میں بھی نمایاں نظر آتا تھا، انہیں جس طرح اپنی سلطنت کے چپہ چپہ پر مکمل تسلط حاصل تھا اور کوئی کسی علاقہ کا کوئی حاکم ان کی دوربین اور دوررس نگاہوں سے بچا ہوا نہیں تھا اسی طرح بلکہ اس سے بھی کہیں بڑھ کر انہیں اپنے جسم اور اعصاب اور اپنے جذبات وخیالات پر بھی مکمل قابو حاصل تھا اور وہ اپنے دل میں امنڈتے ہوئے جذبات پر بھی پوری طرح

نگاہ اوران پر پورا قابو رکھتے تھے۔

تاریخ اسلام ان کی ذاتی زندگی کے حیرت انگیز واقعات سے لبریز ہے، ان کا جھوٹا کھانا جسے مہمانوں کیلئے کھانا مشکل ہوجاتا ان کا سادہ بلکہ بسا اوقات پیوند لگا ہوا لباس، تکیہ کے بجائے ان کا اینٹ کا سرہانہ تاریخ کا حصہ ہیں، اور انکے زہد و مسکنت و سادگی اور تواضع کے واقعات خاص و عام میں مشہور ہیں اس طرح گویا انہیں اپنے جسم پر مثالی قابو حاصل تھا مگر جسم پر اس حیرت انگیز تسلط کے ساتھ ساتھ انہیں اپنے امنڈتے ہوئے جذبات پر بھی اس قدر قابو حاصل تھا کہ وہ جب چاہتے اور جدھر چاہتے اپنے جذبات کا رخ بآسانی ادھر موڑ لیتے تھے۔

سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ حضرت فاروق اعظم (رضی اللہ عنہ) کو غصہ آیا ہو اور کسی نے خدا کا ذکر کیا ہو خدا کا خوف دلایا ہو یا قرآن شریف کی کوئی آیت پڑھی ہو اور ان کا غصہ فرو نہ ہوگیا ہو۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ ان کے خادم حضرت اسلم رضی اللہ عنہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حال پوچھا تو انہوں نے کہا اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ تمام آدمیوں سے بہتر ہیں لیکن جب ان کو غصہ آجاتا ہے تو غضب ہی ہوجاتا ہے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس وقت تم کوئی آیت کیوں نہیں پڑھ دیتے کہ سارا غصہ اتر جائے۔ (تاریخ اسلام اکبر شاہ)

حدیث اور تاریخ کی کتابوں میں یہ واقعہ بہت مشہور ہے کہ ایک مرتبہ سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا اور نکاح میں مہر کے بارے میں ایک انتظامی حکم جاری فرمایا جس پر ایک عورت نے اعتراض کیا اور سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس عورت کی بات تسلیم کرتے ہوئے اپنا انتظامی حکم واپس لے لیا۔
(فتح الباری۔ ج9، ص:204)

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الخراج میں اپنی سند کے ساتھ یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک شخص نے سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی مجلس میں انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہا ''اتق اللہ یاعمر ''یعنی اے عمر (رضی اللہ عنہ) اللہ سے ڈرو'' ۔ اور پھر کئی بار یہ جملہ دہرایا، مجلس میں موجود ایک صاحب نے ان سے کہا تم نے کئی مرتبہ یہ بات کہہ دی ہے اب خاموش ہوجاؤ، مگر سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا چھوڑو، اسے کہنے دو کیونکہ اگر لوگ نصیحت کی بات نہ کہیں تو ان میں کوئی خیر نہیں اور اگر ہم ان کی نصیحت کی بات نہ سنیں تو ہم میں کوئی خیر نہیں ہے۔ (کتاب الخراج ص:12)
(بحوالہ: علم اور حلم۔ ص:48-46)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا تحمل

کمال ایمان، صدق وتقویٰ، حیاء اور تواضع کے ساتھ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ میں صبر وتحمل کا وصف بھی مثالی طور پر پایا جاتا تھا، اگر کبھی کوئی شخص حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ یا ان کے آباؤ اجداد کی شان میں گستاخی کرتا تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ غصہ میں آئے بغیر بہت متانت سے اس کا جواب دے کر اسے نیچا دکھاتے۔

ایک دفعہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ جمعہ کے روز منبر پر خطبہ دے رہے تھے کہ ایک گستاخ نے گستاخی کی اور کہا عثمان (رضی اللہ عنہ) توبہ کر، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اسی وقت ہاتھ اٹھا کر بارگاہ خداوندی میں عرض کیا ''اللھم انی اول تائب تاب الیک'' اے اللہ جتنے لوگ آپ کی بارگاہ میں توبہ کرنے والے ہیں میں ان سب میں آپ کی طرف پیش پیش ہوں۔ (خلفائے راشدین)

سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد فتنوں کا دروازہ کھلا، نومسلم اقوام کی کثرت، مال ودولت کی فراوانی، زمانہ نبوت سے دوری اکابر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے انتقال ہوجانے یا دور دراز علاقوں میں بکھر جانے کی وجہ سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو طرح طرح کے فتنوں کا سامنا کرنا پڑا، انہوں نے اپنی

طبعی شرافت نرم دلی کے ساتھ آخری دم تک یہ کوشش جاری رکھی کہ مزید فتنے نہ پھوٹیں اور مسلمانوں کے درمیان تلوار کشی کی نوبت نہ آنے پائے۔ انہوں نے مسلمانوں کے اتحاد و اتفاق کو محفوظ رکھنے کیلئے اپنی جان دینا گوارا کرلی مگر مدینہ میں قتل عام کو برداشت نہ کیا، وہ یہ نہیں چاہتے تھے کہ ان کی زندگی میں ان کے حامی ان کے مخالف باغیوں کا قتل عام کرکے مدینہ کی سرزمین کو خون سے رنگ ڈالیں۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے غیر معمولی صبر وتحمل (بلکہ اس معاملہ میں ان کے حیرت انگیز رویہ) کی ایک بڑی وجہ یہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی حیات طیبہ میں عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے یہ عہد لے چکے تھے کہ فتنوں کے اس زمانے میں صبر سے کام لینا۔

مسند احمد اور ترمذی کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرتبہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ایک کونے میں لے جاکر عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے کچھ باتیں کی جنہیں سن کر عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے چہرہ کا رنگ بدل گیا، بعد میں جب خلافت عثمانی کے آخری دور میں باغیوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے گھر کا محاصرہ کرلیا تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھ سے اس سلسلہ میں عہد لے چکے ہیں لہٰذا اب میں صبر ہی کروں گا۔

(مشکوۃ المصابیح مرقات۔ ص:228،329۔ ج11)

شہید مظلوم سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اسی عہد کی پاسداری کرتے ہوئے اپنے خلاف فساد و بغاوت کے فتنہ کو فرو کرنے کیلئے اگرچہ تلوار نہ اٹھائی مگر باغیوں کو سمجھانے اور راہ راست پر لانے کی جو تدبیر ہوسکتی تھی اسے اختیار کیا۔ عین محاصرہ کے دوران حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے مکان سے باغیوں کو مخاطب بنا کر جو تقریر کی وہ حدیث کی کتابوں میں موجود ہے، ترمذی، نسائی اور دارقطنی میں ثمامہ بن حزن قشیری کی روایت ہے کہ

''محاصرہ کے دوران عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اوپر سے جھانک کر باغیوں سے کہا میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی قسم اور اسلام کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تمہیں یہ علم نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مدینہ تشریف لائے تو مدینہ میں ''بیر رومہ'' کے علاوہ میٹھے پانی کا کوئی کنواں موجود نہ تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کون ہے جو بیر رومہ کو خرید کر مسلمانوں کیلئے اس طرح وقف کر کے کہ اس کا ڈول مسلمانوں کے ڈول کے برابر ہو کہ میں اسے جنت میں اس سے بہتر کی ضمانت دیتا ہوں اور میں نے وہ کنواں خرید کر مسلمانوں کیلئے وقف کیا اور آج تم مجھے اس کنویں سے پانی بھی نہیں پینے دیتے اور مجھے نمکین پانی پینا پڑ رہا ہے۔ باغیوں نے کہا ہاں یہ بات ٹھیک ہے، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں تمہیں اللہ تعالیٰ اور اسلام کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تم جانتے ہو کہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں جگہ تنگ پڑ گئی تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کون ہے جو فلاں خاندان کی زمین خرید کر مسجد نبوی میں وقف کرے کہ میں اسے اس سے بہتر جگہ کی جنت میں ضمانت دیتا ہوں۔ تو میں نے اسے اپنے خاص مال سے خرید کر مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے وقف کیا اور آج تم مجھے اس میں دو رکعت نماز بھی نہیں پڑھنے دیتے؟ باغیوں نے کہا یہ بات ہم جانتے ہیں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں تمہیں اللہ تعالیٰ اور اسلام کی قسم دیکر پوچھتا ہوں کہ کیا تم جانتے ہو کہ میں نے ''جیش عسرت'' (غزوہ تبوک) کا سارا لشکر اپنے مال سے تیار کیا تھا؟ باغیوں نے کہا ہاں ہم جانتے ہیں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ کے ثبیر پہاڑ پر کھڑے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے اور میں بھی، تو پہاڑ میں حرکت ہوئی اور اس کے پتھر وادی میں جا کر گرنے لگے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر اپنا پاؤں مبارک مارا اور فرمایا: اے ثبیر رک جا، کیونکہ اس وقت تجھ پر ایک نبی ایک صدیق اور دو شہید موجود ہیں' باغیوں نے کہا ہاں ہم جانتے

ہیں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے تعجب کے ساتھ فرمایا ''اللہ اکبر'' اور پھر فرمایا رب کعبہ کی قسم! ان باغیوں نے بھی گواہی دیدی ہے کہ میں شہید ہوں''۔

(مشکوٰۃ المصابیح مرقات، ص:325-327، ج11)

اس میں کیا شبہ ہے کہ یہ باغی ظالم بھی تھے اور فاسق بھی' فتنہ پرداز بھی تھے اور گمراہ بھی، ان ظالموں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو ان کے گھر میں محصور کر کے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلکہ پورے مدینہ پر اپنا قبضہ جما رکھا تھا۔ عین اس وقت میں جبکہ ان باغیوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا دانہ پانی بند کیا ہوا تھا اور ان کے خون کے درپے ہو رہے تھے۔ ایک تابعی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے یہ مسئلہ پوچھا کہ ان ظالموں کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟ اور ہم مجبوری میں ان کے پیچھے نماز ادا کر سکتے ہیں یا نہیں؟

یہ خالص علمی سوال تھا مگر جن حالات وواقعات میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے یہ سوال ہوا اس میں بڑے سے بڑے متحمل المزاج اور ہوشمند شخص کیلئے محض علمی بنیاد پر جوش غضب سے پاک جواب دینا اگر ناممکن نہیں تو انتہائی مشکل ضرور ہے لیکن حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نفوس قدسیہ چونکہ صحبت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تہذیب یافتہ اور نفس وشیطان کی آمیزش سے ''مزکیٰ'' ہو چکے تھے اس لئے عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو جواب میں ادنی سا تردد نہ ہوا۔ یہ جواب امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بخاری میں ''باب امامۃ المفتنون والمبتدع'' کے عنوان کے تحت روایت کردہ ایک حدیث میں نقل کیا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے:

''عبید اللہ رحمۃ اللہ علیہ عدی بن الخیار حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے جب باغیوں نے ان کا محاصرہ کیا ہوا تھا اور جا کر عرض کیا کہ آپ عامۃ المسلمین کے امام ہیں لیکن آپ کو محصور کیا ہوا ہے' فتنہ پرداز لوگوں نے اپنا امام متعین کیا ہوا ہے مگر ہمیں اس کے پیچھے نماز پڑھتے ہوئے تنگی محسوس ہوتی ہے اب کیا کیا جائے؟ حضرت

عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''**الصلاۃ احسن ما یعمل الناس فاذا احسن الناس فاحسن معھم واذا اساءوا فاجتنب اسائتھم**'' یعنی لوگوں کے تمام کاموں میں سے اچھا کام نماز کا ہے لہٰذا اگر وہ اچھا کام کریں تو تم بھی ان کے ساتھ اچھا کام کرلیا کرو اور جب وہ برائی کا ارتکاب کریں تو برائی میں ان کا ساتھ دینے سے بچو''۔
(فتح الباری ص188 ج2)

سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی پوری زندگی کا صرف یہ ایک جواب ہی ان کی عظمت کی کھلی دلیل ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ عین حالت غضب اور عین حالت جنگ میں بھی اپنے مخالفین کے ساتھ انصاف کا یہ رویہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہی کا وہ اسوہ حسنہ ہے جس سے باقی اقوام تہی دامن ہیں۔

سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے جواب کا انداز ان فقہاء اور علماء کیلئے بھی روشنی کے مینار کی حیثیت رکھتا ہے جو نامساعد حالات میں شریعت کے بیان کردہ احکام کو ان کی صحیح حدود کے ساتھ مناسب الفاظ میں امت تک پہنچانے کا جذبہ رکھتے ہوں۔
(بحوالہ: علم اور حلم۔ص:52-48)

سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اپنے مخالفین کیساتھ رویہ

تاریخ سے واقف کون نہیں جانتا کہ سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان اختلاف کی وجہ سے بات جنگ جمل اور جنگ صفین تک جا پہنچی تھی لیکن سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ہمیشہ ان تمام اختلافات اور جنگوں کو اپنی حد میں رکھا۔

حضرت اسحاق بن راھویہ رحمۃ اللہ علیہ جو حدیث فقہ کے مشہور امام ہیں اپنی سند سے روایت کرتے ہیں کہ: ''حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جنگ جمل وصفین کے موقع پر ایک شخص کو سنا کہ وہ (مقابل لشکر والوں کے بارے میں) تشدد آمیز باتیں کررہا ہے، اس پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ان حضرات کے بارے میں کلمہ خیر کے سوا کوئی

بات نہ کہو اور دراصل ان حضرات نے یہ سمجھا ہے کہ ہم نے ان کے خلاف بغاوت کی ہے اور ہم یہ سمجھتے ہیں کہ انہوں نے ہمارے خلاف بغاوت کی ہے اس بناء پر ہم ان سے لڑتے ہیں‘‘۔ (منہاج السنہ ص 61، ج3 بحوالہ حضرت معاویہؓ اور تاریخی حقائق)

سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے دور خلافت میں جو لوگ مخالفت میں پیش پیش تھے ان میں خارجی سرفہرست ہیں۔ خوارج کا فتنہ اگرچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے دور میں ظاہر ہوا مگر اس کی پیشین گوئی خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمادی تھی چنانچہ اس فرقہ خوارج کے بارے میں بہت سی صحیح اور مستند احادیث کتابوں میں آج بھی دیکھی جاسکتی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ پیشین گوئی بھی فرمادی تھی کہ مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں اختلاف ہوگا اور ان دونوں کے درمیان سے خارجی ظاہر ہورہوں گے اور مسلمانوں کی ان دو بڑی جماعتوں میں سے، جو جماعت حق کے زیادہ قریب ہوگی وہ ان خارجیوں کو قتل کرے گی۔ (مسلم شریف۔ مرقات ج7، ص107)

چنانچہ ایسا ہی ہوا‘ سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور سیدنا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان جنگ جمل اور جنگ صفین کے معرکے پیش آئے جس کے بعد خوارج کا ظہور ہوا جنہوں نے فساد کا بازار گرم کیا اور سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ان کے خلاف فوج کشی کی، ان کی قوت کو پارہ پارہ کیا۔

لیکن ٹھیک اس وقت جبکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ خوارج کے خلاف برسرپیکار تھے اور خارجی ان کی جان کے دشمن بنے ہوئے تھے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے خوارج کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے جو جواب دیا وہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مشکوۃ میں نقل کیا ہے۔ وہ تحریر کرتے ہیں:

’’حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے پوچھا گیا کہ یہ (خوارج) کافر ہیں‘ تو فرمایا یہ کفر سے بھاگ کر آئے ہیں، عرض کیا گیا کہ کیا یہ منافق ہیں؟ فرمایا کہ منافق تو اللہ کا ذکر نہیں کرتے اور یہ لوگ صبح وشام اللہ کا ذکر کرتے ہیں سوال کرنے والے نے پوچھا کہ

پھر یہ کون ہیں؟ فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جنہیں فتنہ نے اندھا بہرا کر دیا ہے۔"

(مرقات شرح مشکوۃ، ج7، ص107)

یہ بڑی عجیب بات ہے کہ سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے جب ان فتنہ پردازوں کی نماز کے بارے میں سوال کیا گیا جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی جان کو آئے ہوئے تھے (اور جنہوں نے بالآخر آپ کو شہید کر دیا) تو سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جذبات میں آئے بغیر وہ صحیح شرعی مسئلہ بیان کیا جس کا ذکر ہم اوپر کر چکے ہیں، اسی طرح جب سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ان فتنہ پردازوں کے ایمان کے بارے میں سوال کیا گیا جن کا سر کچلنے کیلئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ بالکل تیار تھے (اور بالآخر حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہی نے انہیں قتل کر کے ان کے فتنہ کا قلع قمع کیا) تو سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بھی جذبات میں آئے بغیر ان سے متعلق وہ حکم شرعی بیان کیا جو ضبط و اعتدال اور احتیاط کے عین مطابق اور افراط و تفریط سے پاک تھا۔

ان کے صبر و ضبط اور تحمل کا اندازہ تو اسی سے کیا جا سکتا ہے کہ انہوں نے محض اس لئے کہ مسلمانوں کی خانہ جنگی کسی بھی طرح ختم ہو جائے از خود اپنی خلافت سے دستبردار ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس پیشین گوئی کا مصداق بنے۔

"میرا یہ بیٹا سردار ہے اور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ مسلمانوں کی دو عظیم جماعتوں میں صلح صفائی کرا دیں گے"۔ (بخاری شریف مرقات ج11، ص279)

سیدنا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حلم کا سبق

سیدنا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا شمار اگرچہ سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرح "السابقون الاولون" میں نہیں مگر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کاتب وحی اور جلیل القدر صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ ان کے اختلافات جنگ جمل اور جنگ صفین تک جا پہنچے مگر ان اختلافات کے باوجود وہ خود قسم کھا کر فرماتے تھے:

''علی (رضی اللہ عنہ) مجھ سے بہتر اور مجھ سے افضل ہیں اور میرا ان سے اختلاف صرف حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قصاص کے مسئلہ میں ہے' اگر وہ خون عثمان کا قصاص لے لیں تو اہل شام میں ان کے ہاتھ پر بیعت کرنے والا سب سے پہلے میں ہوں گا''۔ (ابن کثیر: البدایہ والنہایہ ج 7 ج 129 وص 269)

اسی طرح جب قیصر روم نے مسلمانوں کی اس باہمی خانہ جنگی سے فائدہ اٹھانے کا ارادہ کیا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اطلاع ملی کہ وہ ہمارے اختلافات سے فائدہ اٹھا کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی افواج پر حملہ آور ہونا چاہتا ہے تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسے خط میں تحریر کیا: ''اگر تم نے اپنا ارادہ پورا کرنے کی ٹھان لی تو میں قسم کھاتا ہوں کہ میں اپنے ساتھی (حضرت علی کرم اللہ وجہہ) سے صلح کرلوں گا پھر تمہارے خلاف ان کا جو لشکر روانہ ہوگا اس کے ہراول دستے میں شامل ہو کر قسطنطنیہ کو جلا ہوا کوئلہ بنادوں گا اور تمہاری حکومت کو گاجر مولی کی طرح اکھاڑ پھینکوں گا''۔

(تاج العروس للزبیدی ج 7 ص 208 بحوالہ حضرت معاویہ اور تاریخی حقائق)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مذکورہ بالا دونوں اقوال جہاں ان کی پاک طینت کی شہادت دیتے ہیں وہاں ان سے یہ سبق بھی حاصل ہوتا ہے کہ علمی اختلاف ہو یا سیاسی اختلاف ان سب میں فرق مراتب کو ملحوظ رکھنا حدود کی پاسداری رکھنا اور عظیم اور متفق علیہ مقاصد کی حفاظت کرنا بہرحال ضروری ہے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حلم اور بردباری صفحات تاریخ میں بکثرت موجود ہیں' آپ اس درجہ کے حلیم اور بردبار تھے کہ آپ کا حلم ضرب المثل بن گیا۔ حضرت قبیصہ بن جابر کا قول ہے: ''میں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر کسی کو بردبار نہیں پایا''۔

ابن عون کا بیان ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک عام آدمی کھڑا ہوتا اور ان سے کہتا کہ اے معاویہ (رضی اللہ عنہ) ہمارے ساتھ ٹھیک ہوجاؤ ورنہ ہم تمہیں سیدھا کردیں گے اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے بھلا کس چیز سے

سیدھا کرو گے؟ تو وہ جواب میں کہتا کہ لکڑی سے' آپ رضی اللہ عنہ فرماتے اچھا ہم ٹھیک ہو جائیں گے۔ (تاریخ الاسلام ذہبی ج2، ص:323)

منہ پھٹ اور مخالف آپ رضی اللہ عنہ کی مجلس میں آتے تو اپنی اپنی طبیعت اور جذبات کے مطابق جو چاہتے کہتے' مگر آپ رضی اللہ عنہ انتہائی بردباری سے کام لیتے ان کی شکایات سنتے' ان کی تکلیفوں کو حتیٰ الامکان دور کرتے اور ان کو انعامات سے نوازتے' اسی کا نتیجہ تھا کہ وہ جب آپ کی مجلس سے اٹھتے تو گرویدہ ہو کر جاتے تھے۔

خود حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے۔ غصہ کے پی جانے میں جو مزہ مجھے ملتا ہے وہ کسی چیز میں نہیں ملتا''۔ (تاریخ طبری ص 157 ج 2 مطبوع حیدرآباد دکن) (بحوالہ: علم اور حلم۔ ص:54 تا 57)

حلم کے ذریعے مخالفین سے حسن سلوک پر متفرق واقعات

(1) حضرت احنف بن قیس رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ آپ نے حلم کس سے سیکھا' فرمایا قیس بن عاصم رضی اللہ عنہ سے، پوچھا گیا کہ آپ نے ان کی بردباری دیکھی؟ کہا کہ وہ اپنے گھر میں بیٹھے ہوئے تھے ان کی خادمہ ایک جلتا ہوا چولہا لیکر آ رہی تھی' وہ چولہا ان کے چھوٹے بیٹے پر گرا جس سے اس کا انتقال ہو گیا' خادمہ کا دہشت کے مارے برا حال تھا مگر انہوں نے کہا گھبراؤ نہیں میں تمہیں اللہ کی رضا کیلئے آزاد کرتا ہوں۔ (احیاء العلوم ص 71 ج 3)

(2) منقول ہے کہ حضرت اویس قرنی رحمہ اللہ کو دیکھ کر بعض شریر بچے پتھر مارنے لگے تو وہ بولے، اے میرے چھوٹے بھائیو اگر تم نے مارنا ہی ہے تو چھوٹے پتھر پھینک لو تا کہ میری پنڈلی سے خون نہ نکلے کیونکہ خون نکل آنے سے میں نماز نہیں پڑھ سکوں گا۔

(3) حضرت احنف بن قیس رحمہ اللہ کو ایک شخص برا کہتا رہا مگر انہوں نے پلٹ

کر اسے کوئی جواب نہیں دیا، جب حضرت احنف رحمہ اللہ اپنے قبیلہ کے قریب پہنچے تو کھڑے ہو گئے اور اس شخص سے فرمایا اگر مزید کچھ کہنا ہے تو کہہ ڈالو کہیں ایسا نہ ہو کہ میرے قبیلہ کا کوئی بے وقوف تمہاری باتیں سن کر تمہیں تکلیف پہنچا دے۔

(4) یحییٰ بن زیاد حارثی رحمہ اللہ کے پاس ایک انتہائی بدمزاج خادم تھا لوگوں نے ان سے پوچھا کہ آپ نے اسے اپنے پاس کیوں رکھا ہوا ہے؟ انہوں نے فرمایا میں اس کے ذریعہ اپنے حلم کی مشق کرتا ہوں۔

(5) حضرت علی زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ کو ایک شخص نے برا کہا تو انہوں نے اسے نہ صرف یہ کہ اپنی چادر اتار کر دی بلکہ ایک ہزار درہم بھی اسے دیئے۔ اس شخص کے متعلقین میں سے ایک نے کہا کہ حضرت علی زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ نے اس ایک واقعہ میں پانچ اعلیٰ ترین صفات حمیدہ کا مظاہرہ فرمایا (1) بردباری (2) دشمنی کا خاتمہ کیا (3) اس آدمی کو اللہ کے عذاب سے بچایا (4) اسے توبہ وندامت پر آمادہ کر لیا (5) اور اسے آئندہ کیلئے مذمت کے بجائے تعریف کرنے پر مجبور کر دیا۔ (احیاء)

(6) ایک عقلمند شخص کے پاس مہمان آ کر ٹھہرا جب اس نے مہمان کے سامنے کھانا لا کر رکھا تو اس عقلمند کی بیوی جو انتہائی بدخلق عورت تھی آئی دسترخوان الٹ دیا اور اپنے شوہر کو برا کہنے لگے، مہمان اس منظر کی تاب نہ لا سکا اور ناراض ہو کر واپس جانے لگا، تو اس عقلمند نے اسے روکا اور کہا تمہیں وہ دن یاد ہے جب ہم تمہارے گھر کھانا کھا رہے تھے تو ایک مرغی نے دسترخوان پر آ کر سارا کھانا خراب کر دیا تھا ہم میں سے کوئی ناراض ہوا تھا؟ مہمان نے کہا ہاں وہ واقعہ تو مجھے یاد ہے فرمایا تو بس میں بھی اپنی اس بیوی کو اس مرغی جیسا ہی سمجھتا ہوں۔ مہمان کا غصہ نہ صرف دور ہوا بلکہ اس کے منہ سے نکلا کہ ''واقعی بردباری ہر تکلیف کا علاج ہے''۔

(7) ایک شخص نے ایسے ہی ایک دانا شخص کے پاؤں پر مار کر اسے زخمی کر دیا مگر وہ غصہ نہ ہوا ان سے پوچھا گیا کہ آپ کو غصہ نہیں آیا؟ فرمایا میں نے یہ سوچ کر کہ یہ

شخص ایک پتھر تھا جس سے ٹکرا کر مجھے چوٹ لگ گئی ہے اپنے غصہ کو ذبح کر ڈالا ہے۔

(8) ایک دفعہ دو شخص سر راہ لڑ رہے تھے اور ایک دوسرے کو گالیاں دے رہے تھے ان میں سے ایک نے کہا او لعین! تو ایک کہے گا تو دس سنے گا' اتفاق سے مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کا ادھر سے گزر ہو رہا تھا آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس شخص سے فرمایا بھائی جو کچھ کہنا ہے مجھ سے کہہ لو تم مجھ کو اگر ہزار کہو گے تو ایک بھی نہ سنو گے۔ دونوں مولانا کے پاؤں پر پڑے اور آپس میں صلح کر لی۔ (تاریخ دعوت و عزیمت ص 360 ج 1)

(9) قطب الارشاد امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا تفسیر و حدیث اور فقہ و تصوف میں جو مقام تھا وہ اب کسی عالم سے پوشیدہ نہیں اتباع سنت اور رسوم و بدعات سے تنفر آپ کے رگ و ریشہ میں سرایت کئے ہوئے تھا لیکن اس کے باوجود صبر و تحمل اور وسعت ظرفی کا عالم وہ تھا جسے حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ نے تذکرہ الرشید میں ان الفاظ سے نقل کیا ہے:

''دشمن سے دشمن کیلئے بھی آپ نے کبھی بد دعا نہیں کی اور اگر منجانب اللہ آپ کا دشمن کسی آفت سماوی میں مبتلا ہوا تو اس کو سنکر آپ کبھی خوش نہیں ہوئے۔

مولانا عاشق الٰہی میرٹھی تذکرۃ الرشید میں دوسری جگہ لکھتے ہیں:

''حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں اگر مخالفین کی جماعت میں سے کوئی بڑا شخص آتا تو آپ اس کے اکرام میں مطلق پہلو تہی نہ فرماتے تھے مگر باوجود اس کے امر متنازع فیہ میں مداہنت ممکن نہ تھی کہ ذرہ برابر بھی ظاہر ہو اور بات بھی یہی ہے کہ کسی کا اکرام جب امتثال امر پیغمبر میں کیا جاتا ہے تو اکرام پیغمبر سے چشم پوشی کیونکر صحیح ہو سکتی ہے۔ ایک بار مولانا عبدالسمیع صاحب رحمہ اللہ کسی تقریب میں گنگوہ گئے اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نہایت خلق کے ساتھ ملے اور فرمایا کہ آج کسی وقت کا کھانا میرے یہاں کھائیے۔ حالانکہ یہ زمانہ وہ تھا کہ مولانا صاحب رحمہ اللہ ''انوار ساطعہ'' لکھ چکے تھے اور ادھر سے بتصدیق امام

ربانی رحمۃ اللہ علیہ اس کا جواب ''براہین قاطعہ'' شائع ہوگیا تھا فتنہ کے دبانے اور بدعات کے رد میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس امر کا مسلمان کو مامور فرمایا ہے وہ آپ پورا فرما چکے تھے پس اب درجہ تھا اکرام ضیف اور اکرام امیر قوم کا' سو اسکو آپ نے اس طرح پورا فرمادیا چنانچہ مولانا عبدالسمیع صاحب رحمہ اللہ نے دعوت قبول کی اور حضرت کے مہمان بن کر کھانا کھایا''۔ (ج2ص:183)

(10) حضرت حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ جیسی نادر روزگار شخصیت کا بھی یہ عالم تھا کہ اگر کوئی شخص آپ پر کسی قسم کا اعتراض کرتا تو اس سے اپنی برأت ظاہر کرنے کی کوشش نہیں فرماتے تھے بلکہ اگر وہ اعتراض علمی رنگ کا ہوتا اور قابل قبول ہوتا تو اسے قبول فرمالیتے اور اپنی سابق تحقیق سے بلا تامل رجوع فرمالیتے تھے۔ اس مقصد کیلئے حضرت کے یہاں مستقل طور پر ''ترجیح الراجح'' کا سلسلہ جاری تھا جس میں اس طرح کے رجوع کے اعلانات درج کئے جاتے تھے اور اگر اس علمی اعتراض کا قابل قبول ہونا مشکوک ہوتا تو اس اعتراض کو اپنے جواب سمیت ''ترجیح الراجح'' ہی میں شائع کردیتے تاکہ اس مسئلہ کا دوسرا پہلو بھی اہل علم کے سامنے آجائے اور اس مسئلہ کا مطالعہ کرنے والے اہل علم خود جس قول کو چاہیں ترجیح دے سکیں۔

یہ معاملہ تو علمی رنگ کے اعتراضات کے ساتھ تھا اور اگر اعتراض معاندانہ رنگ کا اور ذاتی انداز کا ہوتا تو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ مطلقاً اس کی پرواہ نہیں فرماتے تھے اور حلم اور استغناء کے ساتھ بہت لطیف انداز سے اس کا جواب تحریر فرمادیتے۔ چنانچہ ایک صاحب نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ پر واہی تباہی قسم کے اعتراضات لکھ کر بھیجے تو حضرت نے تحریر فرمایا ''مجھ میں اس سے زیادہ عیوب ہیں مگر مجھے تو اپنے عیوب کی اشاعت کی توفیق نہیں ہوتی تم ان کو مشتہر کردو تاکہ لوگ دھوکہ میں نہ رہیں''۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مخالفین حضرت کو نہ جانے کیا کیا کہتے اور لکھتے

ادھر حضرت کی ذات گرامی ایسی تھی کہ برصغیر کے علماء، فقہاء، اساتذہ، صوفیاء اور صلحاء کی ایک بڑی اور نامور جماعت حضرت کی نہ صرف معتقد بلکہ آپ کے ہاتھ پر بیعت کئے ہوئے تھی اور پورے برصغیر میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی ذات مرجع الخلائق بنی ہوئی تھی اور آپ کا طوطی بول رہا تھا مگر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ پھر بھی اپنے مخالفین کے ساتھ حتیٰ الامکان حسن ظن رکھنے کا اہتمام فرماتے۔ چنانچہ ایک ایسے ہی موقع پر اپنے بارے میں بعض ایسی ہی شکایات کے جواب میں تحریر فرمایا:

”میں اپنے مخالفین اور ایذا دینے والوں کے جذبات کی بھی رعایت کرتا ہوں کہ ان کی نیک نیتی پر شبہ نہیں کرتا اور صبر تو ہر حال میں کرتا ہوں، فلاں مولانا صاحب کے جواب میں کبھی ایک سطر بھی نہیں لکھی، کافر، خبیث، ملعون سبھی کچھ بنتا رہتا ہوں۔ ابھی ابھی ایک عنایت فرما کا خط آیا تھا اس میں مجھ کو گدھا تک لکھا ہوا ہے مگر میں ان القابات کو اپنا امام بناتا ہوں (یعنی اپنے سامنے رکھتا ہوں) کہ اس نے اپنی زبان، قلم یا قلب کو ملوث کیا تو میرا کیا بگڑا؟ رہا رنج تو وہ بگاڑ نہیں محض (اپنے) خیال کے تابع ہے، ممکن ہے اس شخص کی نیت اچھی ہو مثلاً امر بالمعروف نہی عن المنکر، اس لئے وہ معذور ہو، گو ہم بھی اس لئے معذور ہیں کہ ہم اپنے کو حق پر سمجھتے ہیں یا اپنی غلطی بھی نظر میں ہو مگر اصلاح کا (دوسرا) طریق ہماری رائے میں اس سے سہل اور اسلم (سلامتی والا) ہو۔ اگر اس نے ہم کو ناحق بھی رنج دیا تو اپنی عاقبت خراب کی ہم کو صبر کا ثواب ملا۔ نیز ایسے واقعات سے بھی بعض اوقات اپنی کوتاہیوں پر نظر ہو کر اصلاح کی توفیق ہو جاتی ہے۔ اگر یہ بھی نہ ہو تو کم از کم معتقدین کی عنایت سے جو عجب و کبر پیدا ہو گیا تھا یا ہو سکتا تھا اس کا ازالہ یا انسداد ہو جاتا ہے۔ نیز خود بھی ایسے مخاطبات (یعنی اسی قسم کا کلام) اپنے سے سرزد ہو جاتے ہیں اپنی ناگواری سے ان کی ناگواری سامنے آجاتی ہے اور ایسے مخاطبات سے اجتناب کی توفیق ہو جاتی ہے۔ (ماثر حکیم الامت ص 109)

ایک بار حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک صاحب سے فرمایا کہ: ”بقسم کہتا

ہوں کہ میں اپنے اندر کوئی کمال نہیں پاتا نہ علمی نہ عملی، نہ حالی نہ قالی بلکہ مجھ میں تو سراسر عیوب ہی عیوب بھرے پڑے ہیں اور اگر کوئی میری ایک تعریف کرتا ہے تو اسی وقت اپنے دس عیوب میرے پیش نظر ہو جاتے ہیں' دوسرے یہ کہ کسی نے جو کچھ میرے بارے میں برا بھلا کہا ہوگا تو عدم واقفیت کی وجہ سے کہا ہوگا اس لئے وہ معذور ہے۔ تیسرے یہ کہ میں مدت سے یہ دعا مانگ رہا ہوں اور اب بھی تازہ کر لیا کرتا ہوں کہ اے اللہ میری وجہ سے اپنی کسی مخلوق سے مواخذہ نہ کیجئے گا، جو کچھ کسی نے میرے ساتھ برائی کی ہو یا آئندہ کرے وہ سب میں نے دل سے معاف کی' میری طرف سے بےفکر رہے' میں پیشتر ہی سب کو دل سے معاف کر چکا ہوں۔ پھر فرمایا کہ اگر میں معاف نہ کروں اور دوسرے کو عذاب بھی ہوا تو مجھے کیا نفع حاصل ہوا؟''

(ماثر حکیم الامت ص110)

اکابر علماء فقہاء کا یہی وہ طرز عمل تھا جس نے عوام اور خواص کے دلوں میں گھر کیا اور انہوں نے کھلی آنکھوں دیکھ لیا کہ اہل حق اور اہل باطل میں سے کون علم، حلم، محبت و شفقت صبر وتحمل، رواداری، خدا ترسی، تواضع صبر وشکر اور عفو و درگزر میں رحمۃ للعالمین سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت پر گامزن ہے؟ اور کون بدگوئی، بدخلقی، انتقام، جوش غضب، لڑائی جھگڑے، فساد کا علمبردار اور شیطانی صفات سے مغلوب ہے۔

علمائے حق کی یہی وہ خوبیاں رہی ہیں جس کی وجہ سے مخالفین کے سر بھی جھک گئے اور ان کے قلوب میں بالآخر حق وصداقت نے اپنی راہ نکال لی ؎

یقیں محکم، عمل پیہم، محبت فاتح عالم

رواداری کی بنیاد یعنی حلم کی فضیلت

حلم کی تعریف اور اسکی فضیلت احادیث کی روشنی میں

اب تک ہم نے انبیائے کرام علیہم السلام، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور

امت اسلامیہ میں سے بعض چیدہ چیدہ شخصیات مقدسہ کی بردباری اور صبر وضبط کے جو واقعات آپ کے سامنے ذکر کئے ہیں ان سے اگر چہ حلم کی فضیلت پر کافی روشنی پڑ جاتی ہے لیکن یہ سوال باقی رہ جاتی ہے کہ اسکی تعریف کیا ہے اور اسکے حصول کا کیا طریقہ ہے؟ لہٰذا مناسب ہوتا ہے کہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی نادرہ روزگار کتاب ’’احیاءعلوم الدین‘‘ سے حلم کی فضیلت پر ہم وہ مواد بھی آپ کے سامنے نقل کردیں جس میں اس موضوع پر بہترین معلومات جمع کردی گئی ہیں۔ لہٰذا آئندہ آنے والا سارا مضمون احیاء العلوم کی تیسری جلد ’’**ربع المھلکات**‘‘ میں کتاب ’’**ذم الغضب والحقد والحسد**‘‘ کے ایک عنوان ’’**بیان فضیلۃ الحلم**‘‘ کا ترجمہ ہے۔ البتہ اختصار کی خاطر بعض حصوں کو حذف کردیا گیا ہے اور اگر کوئی مضمون کسی دوسری کتاب سے لیا گیا ہے تو جلد اور صفحات کے نمبروں کے ساتھ اسکا حوالہ تحریر کردیا گیا ہے۔

(1) حلم غصہ پینے سے افضل ہے کیونکہ غصہ پینا حلم کا ابتدائی درجہ ہے جسے ’’تحلم‘‘ (یعنی بتکلف حلم اختیار کرنا) کہا جانا مناسب ہے۔

(2) غصہ پینے کی ضرورت اس شخص کو پڑتی ہے جس کا غصہ بھڑک رہا ہو، اسے موقع پر غصہ پینے میں بڑا مجاہدہ برداشت کرنا پڑتا ہے لیکن جب انسان بار بار ایسا کرنے سے غصہ پینے کا عادی ہوجائے تو پھر یا تو غصہ بھڑکتا ہی نہیں یا اگر بھڑکتا ہے تو غصہ پینے میں کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔ اسے ’’حلم‘‘ کہا جاتا ہے۔ (گویا حلم کی تعریف یہ ہے کہ غصہ کے مواقع پر یا تو غصہ ہی نہ آئے یا اگر غصہ آئے تو دبانے میں کوئی تکلیف نہیں ہو)۔

(3) حلم اس بات کی علامت ہے کہ یہ شخص واقعتاً عقلمند ہے اور اسکی عقل کو اس کے جذبات پر نہ صرف مکمل تسلط حاصل ہے بلکہ اس کی قوت غضبیہ اس کی فکری طاقتوں کے سامنے سرنگوں ہوچکی ہے۔

(4) اس حلم کے حصول کیلئے ابتداً بہ تکلف غصہ پینے کی عادت ڈالنی پڑتی ہے

(جسے تحلم کہا جاتا ہے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

"**انما العلم بالتعلم والحلم بالتحلم ومن یتخیر الخیر یعطه ومن یتوق الشر یوقه**" "علم، تعلم (سیکھنے) سے آتا ہے اور حلم تحلم سے (یعنی غصہ پیتے رہنے سے) اور جو شخص بھلائی طلب کرتا رہتا ہے اسے بھلائی دی جاتی ہے اور جو برائی سے بچنا چاہتا ہے بالآخر اسے برائی سے بچالیا جاتا ہے"۔ (طبرانی، دارقطنی)

اس حدیث سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ حلم حاصل کرنے کا طریقہ تحلم ہے (یعنی انسان غصہ کے مواقع پر غصہ پینے کی کوشش کرتا رہے تو ایک دن وہ حلیم یعنی بردبار بن جاتا ہے) جیسا کہ علم حاصل کرنے کا واحد راستہ "تعلم" (یعنی سیکھنا) ہے۔

(5) اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: "**اطلبوا العلم واطلبوا مع العلم السکینة والحلم ولا تکونوا من جبابرة العلماء فیغلب جهلکم حلمکم**"

"علم حاصل کرتے رہو اور علم کے ساتھ سکینت اور بردباری بھی تلاش کرتے رہو، جس سے علم سیکھو اور جسے علم سکھاؤ اس کے سامنے نرمی اختیار کرو، اور متکبر علماء میں سے مت بنو کہ تمہاری جہالت تمہارے حلم پر غالب آجائے"۔ (ابن السنی)

اس حدیث سے یہ بات بھی نکل آتی ہے کہ طبیعت میں تکبر کا ہونا ہی غصہ کا اصل سبب ہوتا ہے اور تکبر ہی انسان کو نرمی اور بردباری سے روکتا ہے۔ لہٰذا غصہ اور تکبر انسان کے جاہل اور بدتہذیب ہونے کی علامت ہے خواہ وہ خود اپنے آپ کو اہل علم میں سے اور تہذیب یافتہ ہی کیوں نہ سمجھتا ہو۔

(6) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ دعا مانگا کرتے تھے: "**اللهم اغننی بالعلم وزینی بالحلم واکرمنی بالتقوی واجملنی بالعافیة**" "اے اللہ مجھے علم کے ذریعہ لوگوں سے مستغنی فرمادے بردباری کے ذریعے مجھے زینت عطا کر، مجھے تقویٰ کی عزت عطا فرما، اور مجھے عافیت کا جمال عطا فرما"۔ (کنز العمال)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''**ابتغوا الرفعة عنداللہ قالوا وماھی یارسول اللہ قال تصل من قطعک وتعطی من حرمک وتحلم عمن جھل علیک**'' یعنی اللہ کے یہاں بلند مرتبہ حاصل کرنے کیلئے کوشش کرو، صحابہ نے پوچھا وہ کیسے؟ فرمایا جو تم سے رشتہ کاٹے تم اس سے رشتہ جوڑو' جو تمہیں محروم کرے اسے دو' اور جو تمہارے ساتھ جہالت کا معاملہ کرے تم اس کے ساتھ حلم کا معاملہ کرو۔ (الحاکم، البیہقی)

(7) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: ''پانچ چیزیں انبیاء کی سنت (اور ان کے طریقہ) میں داخل ہیں' (1) حیاء (شرم)۔ (2) حلم (بردباری)۔ (3) سینگی لگوانا (4) مسواک کرنا۔ (5) عطر لگانا۔ اور ایک روایت میں نکاح کا بھی ذکر ہے''۔

(8) اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: ''**ان الرجل المسلم لیدرک بالحلم درجة الصائم القائم وانه لیکتب جبار اعنید ولایملک الااھل بیته**'' بے شک مسلمان آدمی حلم کی وجہ سے صائم النہار اور قائم اللیل کا درجہ حاصل کرلیتا ہے' اور بے شک بعض لوگوں کو اللہ کے ہاں یہاں جبار اور سرکش لکھ دیا جاتا ہے حالانکہ (ان کے پاس کوئی سلطنت نہیں ہوتی اور) وہ اپنے گھر والوں کے سوا کسی کے ملک نہیں ہوتے''۔ (طبرانی بسند ضعیف)

(9) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ: ''ایک شخص نے آکر عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرا بعض لوگوں سے رشتہ ہے' میں رشتہ جوڑتا ہوں وہ رشتہ کاٹتے ہیں' میں ان کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہوں وہ میرے ساتھ بدسلوکی کرتے ہیں' وہ میرے ساتھ جاہلوں کا سا طریقہ اختیار کرتے ہیں میں ان سے حلم (بردباری) کا معاملہ کرتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر واقعی ایسا ہے جیسا تم بیان کر رہے ہو تو گویا تم ان پر گرم سفوف ڈال رہے ہو (یعنی خود ان کا منہ کالا ہو رہا ہے تمہارا کوئی نقصان نہیں) اور جب تک تم ایسا کرتے رہو گے اللہ تعالیٰ کی

طرف سے تمہارے ساتھ ایک مددگار متعین رہے گا۔‘‘

(مسلم شریف، مشکوۃ مرقات ص198، ج9)

(10) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ’’جو شخص لوگوں سے ملتا جلتا ہے اور ان کی ایذاء رسانی پر صبر بھی کرتا ہے وہ اس شخص سے افضل ہے جو میل جول نہ رکھے اور لوگوں کی تکالیف پر صبر سے بھی کام نہ لے‘‘۔

(ابن ماجہ، ترمذی، مشکوٰۃ بحوالہ مرقات ص:298 ج9)

(11) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: ’’جو شخص غصہ نکالنے پر قادر تھا مگر پھر وہ غصہ پی گیا تو اللہ تعالیٰ اسے روز قیامت تمام مخلوقات کے سامنے بلا کر حوروں میں (یعنی جنت کے محلات میں) اسے مکمل اختیار عطا فرمائیں گے‘‘۔

(ترمذی، مرقات ص299 ص9)

(12) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دعا مانگتے تھے: ’’اللهم لايدر كني ولاادركه زمان لايتبعون فيه العليم ولايستحيون فيه من الحليم، قلوبهم قلوب الاعاجم والسنتهم السنة العرب‘‘ اے اللہ! ایسا زمانہ مجھے نہ ملے اور نہ میں ایسا زمانہ پاؤں کہ جس میں لوگ علم والے کا اتباع نہ کرتے ہوں اور حلیم (بردبار) سے حیاء نہ کرتے ہوں، ان کے دل عجمیوں کے دل ہوں گے اور زبانیں عربوں کی سی۔ (مسند احمد) مقصد یہ کہ جو زمانہ علماء اور بردبار لوگوں سے خالی ہو وہ اچھا زمانہ نہیں ہے اس سے اللہ کی پناہ۔

یہ بات کس سے مخفی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں امامت کیا کرتے تھے‘ مگر آپ کے قریب ترین صف میں کون افراد ہوتے تھے؟ مسلم شریف کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ وہ لوگ تھے جو حلیم (بردبار) بھی ہوتے اور عقلمند بھی کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود اعلان فرمایا تھا: ’’لیلنی منکم اولوا الاحلام والنھی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم‘‘ یعنی

تم میں سے میرے قریب وہ لوگ رہیں جو بردبار بھی ہوں اور عقلمند بھی، پھر وہ لوگ جو ان صفات میں پہلوں کے قریب تر ہوں پھر وہ لوگ جو ان کے قریب درجہ میں ہوں۔ (مسلم شریف مرقات ص29 ج3)

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر کسی شخص میں تین باتوں میں سے ایک بھی کم ہو تو اس کے اعمال کا کچھ اعتبار نہ کرو (1) ایسا تقویٰ ہونا چاہیے جو اللہ کی معصیت سے اسے روکنے والا ہو (2) ایسی بردباری ہو جس سے بیوقوف (اور جاہل) کا روک کر سکے (3) ایسے اخلاق ہوں جس سے مخلوق کے ساتھ اس کا گزارہ ہوجاتا ہو۔ (ابونعیم، طبرانی بسند ضعیف)

حدیث میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مخلوق جمع فرمائیں گے تو اعلان ہوگا کہ اہل فضل (فضیلت والے لوگ) کہاں ہیں، تو کچھ لوگ جو بہت تھوڑے ہوں گے اٹھ کر تیزی سے جنت کی طرف بڑھیں گے، فرشتے پوچھیں گے کہ تمہیں یہ فضیلت کیسے حاصل ہوئی تو وہ کہیں گے کہ جب ہم پر ظلم کیا جاتا تھا تو ہم صبر کرتے تھے، جب ہم سے برائی کی جاتی تھی ہم اسے معاف کردیتے تھے اور جب ہمارے ساتھ جہالت اور بیوقوفی کا معاملہ کیا جاتا تھا تو ہم حلم (بردباری) سے کام لیتے تھے۔
(بیہقی بسند ضعیف)

حلم پر آثار صحابہ رضی اللہ عنہم اور اقوال علماء

گزشتہ احادیث اور واقعات سے آپ کو رواداری کی بنیاد یعنی حلم کی اہمیت اور فضیلت کا اندازہ ہوگیا ہوگا اب آخر میں آثار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اقوال فقہاء وعلماء کتاب ”علم اور حلم“ سے پیش کیے جاتے ہیں اللہ کریم ہم سب کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ازمرتب!

(1) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا قول ہے: ”علم حاصل کرو اور علم کے حصول

کیلئے حلم اور سکینت سیکھو‘‘۔

(2) حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے تھے: ’’مال و اولاد کا زیادہ ہوجانا خیر کی علامت نہیں، ہاں خیر کی علامت یہ ہے کہ تمہارے علم میں ترقی اور حلم میں اضافہ ہو‘‘۔

(3) حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا قول ہے: ’’علم کی تلاش کرو اور اسے حلم اور وقار سے مزین کرو‘‘۔

(4) حضرت اکثم بن صیفی رضی اللہ عنہ کا قول ہے ’’عقل کو سہارا دینے والی شے حلم ہے اور تمام معاملات کا حل صبر میں پوشیدہ ہے‘‘۔

(5) حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا فرمان ہے کہ: ’’حلیم شخص کو اس کی بردباری کا پہلا فائدہ یہ حاصل ہوتا ہے کہ سارے لوگ جاہل کے مقابلہ میں دل سے اسکی مدد کرتے ہیں‘‘۔

(6) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے: ’’آدمی اس وقت تک صاحب الرائے نہیں ہوتا جب تک کہ اس کا حلم اس کی جہالت پر اور اس کا صبر اس کی خواہشات پر غالب نہ آجائے اور یہ اسی وقت ہوگا جبکہ آدمی کے علم میں واقعتاً طاقت ہو‘‘۔

(7) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو بن الاھتم رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ ’’کونسا آدمی سب سے زیادہ بہادر سمجھا جائے گا؟‘‘

انھوں نے کہا جو اپنی بردباری سے اپنی جہالت پر غالب آجائے۔

(8) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ’’قرآن مجید کی آیت میں فرمایا گیا ہے: ’’ادفع بالتی ھی احسن فاذا الذی بینک و بینہ عداوۃ کانہ ولی حمیم و مایلقھا الا الذین صبروا و مایلقھا الا ذو حظ عظیم‘‘

’’آپ نیک برتاؤ سے بدی کو ٹال دیا کیجئے‘ پھر یکایک (آپ دیکھیں گے کہ) آپ میں اور جس شخص میں عداوت تھی وہ ایسا ہوجائے گا جیسا کوئی دلی دوست ہوتا ہے اور یہ بات ان ہی لوگوں کو نصیب ہوتی ہے جو صبر کرنے والے ہیں اور یہ بات اسی کو نصیب ہوتی ہے جو بڑی قسمت والا ہے‘‘۔ (سورہ حم السجدۃ 35)

(9) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے عرابہ بن اوس سے پوچھا: اے عرابہ تم اپنی قوم کے سردار کس طرح بنے؟ انہوں نے کہا میں ان کے جاہلوں سے درگزر کرتا، مانگنے والوں کو دیتا اور لوگوں کی حاجتیں پوری کرنے کی کوشش کرتا۔

ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو برا کہا جب وہ کہہ کر فارغ ہوگیا تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنے خادم حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا اگر اس آدمی کی کوئی ضرورت ہو تو پوری کر دینا، یہ سننا تھا کہ اس شخص کا سر نیچا ہوکر رہ گیا۔

(10) ایک شخص نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ سے کہا: ’’میں گواہی دیتا ہوں کہ تم فاسق ہو، حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے متانت سے فرمایا تمہاری گواہی قبول نہیں‘‘۔

(11) ایک شخص نے حضرت جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ سے آکر عرض کیا کہ: ’’میرے اور فلاں گروہ کے درمیان کچھ جھگڑا تھا اب میں وہ جھگڑا ختم کرنا چاہتا ہوں لیکن مجھے ڈر ہے کہ کہیں اس میں میری ذلت نہ سمجھی جائے‘ حضرت جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ذلیل تو ظالم ہوتا ہے۔ (یعنی معاف کر دینے میں ذلت نہیں عزت ہے)‘‘۔

(12) ایک شخص نے حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ سے آکر کہا کہ ’’مجھے پتہ چلا ہے کہ آپ نے میری برائی کی ہے، فرمایا میں تمہیں اپنے اوپر ترجیح نہیں دیتا کہ اپنی نیکیاں تمہیں مفت میں بھیجتا رہوں (مطلب یہ کہ جو شخص کسی کی پیٹھ پیچھے برائی کرتا ہے اس کی نیکیاں اسے آخرت میں دلوادی جائیں گی تو میں بے وقوف نہیں کہ تمہاری برائیاں کر کے اپنی نیکیاں تمہیں دلوادوں)۔

(13) بعض علماء کا قول ہے کہ: ’’حلم عقل سے افضل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو حلیم کہا جاتا ہے مگر عاقل نہیں‘‘۔

(14) حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ: ''قرآن مجید کی آیت ''**واذا خاطبھم الجاھلون قالوا سلاما**'' جب جاہل انہیں مخاطب کرتے ہیں تو وہ جواب میں سلامتی کی بات کہتے ہیں، کا مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ حلیم ہوتے ہیں اور جہلاء کے مقابلہ میں جہالت سے نہیں بلکہ بردباری سے کام لیتے ہیں''۔

(15) مروی ہے کہ: ''ایک جگہ کچھ لغو حرکت ہو رہی تھی' حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وہاں سے گزرے تو اس سے کنارہ کرتے ہوئے گزر گئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ابن مسعود واقعتاً کریم (شریف) ہو گئے ہیں اس روایت کے راوی ابراہیم بن میسر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اشارہ قرآن حکیم کی آیت کی طرف تھا ''**واذا مروا باللغو مروا کراماً**'' (رحمن کے خاص بندے) جب بیہودہ چیز کے پاس سے گزرتے ہیں تو شرافت سے گزر جاتے ہیں۔

(16) قرآن میں سیدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ سورہ طٰہٰ میں مذکور ہے کہ جب انہیں اور ان کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کو نبوت سے سرفراز فرمایا گیا اور انہیں حکم دیا گیا کہ وہ سرکش فرعون کے پاس جا کر اسے دین کی دعوت پہنچائیں تو حق تعالیٰ نے فرمایا: ''**اذھبا الیٰ فرعون انه طغی فقولا له قولا لینا لعله یتذکر او یخشی**'' دونوں فرعون کے پاس جاؤ نکہ اس نے سرکشی کی ہے تو اس سے نرمی کے ساتھ بات کرنا شاید وہ نصیحت قبول کر لے یا ڈر جائے''۔ (سورۃ طٰہٰ: 44)

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی شہرہ آفاق تفسیر معارف القرآن میں لکھتے ہیں: ''اس (آیت) میں پیغمبرانہ دعوت کا ایک اہم اصول یہ بیان ہوا کہ فریق مخالف کتنا ہی سرکش اور غلط سے غلط عقائد وخیالات کا حامل ہو' اصلاح و ہدایت کا فریضہ انجام دینے والوں پر لازم ہے کہ اس کے ساتھ بھی ہمدردانہ خیرخواہانہ انداز سے بات نرم کریں، اسی کا یہ نتیجہ ہو سکتا ہے کہ مخاطب غور و فکر پر مجبور ہو جائے اور اس کے دل میں خدا کا خوف پیدا ہو جائے''۔

فرعون جو خدائی کا دعویدار جبار اور ظالم ہے، جو اپنی ذات کی حفاظت کیلئے ہزار ہا بنی اسرائیل کے بچوں کے قتل کا مجرم ہے اس کی طرف بھی اللہ تعالیٰ اپنے خاص پیغمبروں کو بھیجتے ہیں تو یہ ہدایت نامہ دے کر بھیجتے ہیں کہ اس سے بات نرم کریں تا کہ اس کو غور کا موقع ملے اور یہ اس پر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا کہ فرعون اپنی سرکشی سے اور گمراہی سے باز آنے والا نہیں ہے مگر اپنے پیغمبروں کو اس اصول کا پابند کرنا تھا جس کے ذریعہ خلق خدا سوچنے سمجھنے پر مجبور ہو کر خدا تعالیٰ کے خوف کی طرف آ جائے، فرعون کو ہدایت ہو یا نہ ہو مگر اصول وہ ہونا چاہیے جو ہدایت و اصلاح کا ذریعہ بن سکے۔

آج کل جو بہت سے اہل علم اپنے اختلافات میں ایک دوسرے کے خلاف زبان درازی اور الزام تراشی کو اسلام کی خدمت سمجھ بیٹھے ہیں انہیں اس پر بہت غور کرنا چاہیے"۔ (تفسیر معارف القرآن ج 8 ص:110)

"جادلهم بالتی هی احسن"

قریبی دور میں حضرت مولانا مسیح اللہ شروانی رحمۃ اللہ علیہ جو حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے خاص خلفاء میں سے تھے، ان کی مجالس تربیت اور اصلاح باطن کیلئے بہت مفید ہوتی تھیں۔ ان کی ایک مجلس کے چند کلمات تبرکاً آخر میں پیش خدمت ہیں۔

"مجلس کے افراد کو مخاطب کر کے فرمایا: تمہیں اللہ نے انسان بنایا ہے شیطان تو جنوں میں سے ہے، وہ نار (آگ) سے پیدا کیا گیا ہے اب جتنی سرکشی سے اس میں آ جائے یا ناریت اور شعلہ اس میں بھڑک جائے تھوڑا ہے مگر تم تو انسان ہو تم کو تو مٹی سے پیدا کیا ہے، پھر ناریت کا یہ شعلہ کیسا؟ اللہ نے تمہیں مٹی سے پیدا کر کے عقل اور شعور کی صفت دے کر تم کو اس دنیا میں بھیجا پھر بھڑکنا کیسا؟ ایسا شخص (یعنی بات بات پر بھڑکنے والا) شکل میں تو انسان ہے مگر صفت میں شیطان کیونکر تمرد شیطانی صفت ہے تو ایسے شخص کا سر کھینچ کر رکھ دیا جاتا ہے، یعنی وہ حق تعالیٰ کی رحمت خاص سے دور ہو جاتا ہے۔

تو اے انسانو! اور بالخصوص اے مسلمانو! مرد ہو کر رہو، مرد کا کام بھڑکنے کا نہیں ہے شعلہ زنی کا نہیں ہے، ایسا شخص چھچھورا ہے بزدل ہے۔

یاد رکھو تم سے تین چیزیں مطلوب ہیں، وہ تین چیزیں یہ ہیں نمبر(1) عفت۔ نمبر(2) شجاعت۔ نمبر(3) حکمت۔ قوت شہویہ میں عفت، قوت غضبیہ میں شجاعت، قوت عقلیہ میں حکمت، یہ تین چیزیں مطلوب ہیں، تو جس کے اندر یہ تینوں چیزیں بکمال پائی جائیں گی اس کو ''مرد مسلم کامل'' کہا جائے گا اور جتنی جتنی اس کے اندر کمی ہوگی اسی اسی اعتبار سے مرد کامل ہونے میں کمی ہوگی۔ اب چاہے عفت میں کمی ہو چاہے شجاعت میں کمی ہو، چاہے حکمت میں کمی ہو۔

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے جہاں دعوت الی اللہ کا حکم دیا ہے تو موعظت اور مجادلہ احسن سے پہلے حکمت کے ساتھ دعوت دینے کو فرمایا ہے۔ ''**ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ وجادلھم بالتی ھی احسن**'' آپ اپنے رب کی راہ کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ذریعہ بلائیے اور ان کے ساتھ اچھے طریقہ سے بحث کیجئے۔ (سورۃ النحل:125)

اس میں (گویا) فرمایا کہ مرد ہو کر گفتگو کرو، چھچھورپن نہیں بلکہ نہایت اونچی حسن اخلاقی کے ساتھ مناظرہ اور مکالمہ کرنا۔

اے مسلمان مرد عالم دیکھنا! اپنے کمال مردانگی کو مت چھوڑ دینا یہاں پر بھی اپنی خوش اخلاقی کا ثبوت دینا۔ گالم گلوچ پر، تیز لہجہ پر، ناشائستہ الفاظ پر نہ اتر آنا۔

''وجادلھم بالتی ھی احسن'' میں حسن بھی نہیں فرمایا بلکہ ''احسن'' اسم تفضیل فرمایا مگر یہ اسی وقت ہوگا جبکہ نفس کو پورا قابو میں کر لیا ہو یعنی نفس کی مخالفت اور اس کا مقابلہ کرتے کرتے مسلمان مرد عالم کا اپنا نفس پوری طرح اس کے قابو میں آ چکا ہو۔

(مجالس مسیح الامت مجلس نمبر 15 ص 84 بتصرف یسیر) (بحوالہ: علم اور حلم۔ ص: 59 تا 87)

☆......☆......☆

کتاب ''ادب کے حیرت انگیز واقعات''

ادب ورواداری کا مہکتا گلشن

نام کتاب:۔ ادب کے حیرت انگیز واقعات
تقریظ:۔ حضرت مولانا محمد ازہر صاحب مدظلہ
جمع وترتیب:۔ مولانا محمد اسحاق ملتانی صاحب (مدیر ماہنامہ ''محاسن اسلام'' ملتان)
مجموعہ افادات:۔ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ
حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی رحمۃ اللہ علیہ
ادارہ تالیفات اشرفیہ چوک فوارہ ملتان پاکستان

اختلاف رائے کے باوجود بے ادبی جائز نہیں

قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مشائخ لکھتے ہیں اگر کوئی شخص کسی شیخ سے بیعت ہو اور فرض کیجئے کہ اس کی سنت کے خلاف کوئی بات دیکھے اور ارادہ کیا کہ کسی متبع سنت سے بیعت ہو جائے تو مشائخ بالا جماع لکھتے ہیں کہ اس شیخ سے بیعت ترک کر دینی چاہیے جس سے سنت کے خلاف اعمال ظاہر ہوتے ہیں لیکن بے ادبی کا کلمہ کبھی نہیں کہنا چاہیے۔ گستاخی کا کلمہ بھی نہ کہے، اس کے حق میں کبھی جائز نہیں کہ اس کی بے ادبی کرتا پھرے، ورنہ معنویت اور روحانیت کو نقصان پہنچے گا، یہ وہی احترام کی بنیاد ہے، کسی عالم سے فرض کیجئے کہ آپ کسی مسئلہ میں مختلف ہو جائیں یا دوسرا عالم آپ سے مختلف ہو جائے تو مسئلہ میں اختلاف کرنا تو جائز ہے، جب اپنے کو دیانۃً علی التحقیق سمجھے لیکن بے ادبی اور تمسخر کرنا کسی حالت میں جائز نہیں ہے کیونکہ بے ادبی اور تمسخر کرنا دین کا نقصان ہے اور اختلاف کرنا محبت سے یہ عین دین ہے۔

دین جائز ہے اور خلاف دین جائز نہیں، اختلاف رائے کا حق حاصل ہے حتیٰ کہ

اگر ذاتی رائے اور مشورہ ہو تو انبیاء کرام علیہم السلام سے بھی آدمی رائے میں مختلف ہوسکتا ہے، احکام اور اوامر کا جہاں تک تعلق ہے اختلاف اور رائے زنی جائز نہیں، حق تعالیٰ کا ارشاد ہے ”وما کان لمومن ولا مومنة اذا قضی اللہ ورسولہ امرا ان یکون لھم الخیرة من امرھم“ (کسی مومن اور مومنہ کیلئے جائز نہیں ہے کہ جب حکم آجائے اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تو پھر اس کے سامنے چون و چرا کی جائے) تو جہاں تک احکام دین کا تعلق ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تبلیغ فرمادیں تو تامل بھی جائز نہیں چہ جائیکہ قبول نہ کرے لیکن اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ فرمائیں کہ میری ذاتی رائے یہ ہے اگر آدمی نہ مانے تو اس پر کوئی الزام و ملامت نہیں۔

حدیث میں حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ بیان ہوا یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باندی تھیں۔ حضرت مغیث رضی اللہ عنہ سے ان کا نکاح کردیا گیا یہ بھی صحابی رضی اللہ عنہ ہیں۔ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا خوبصورت تھیں اور حضرت مغیث رضی اللہ عنہ بدصورت، حضرت مغیث رضی اللہ عنہ، حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے سوجان سے عاشق تھے اور حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو نفرت تھی، اس دوران میں یہ واقعہ پیش آیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو آزاد کردیا اور مسئلہ شرعی یہ ہے کہ باندی اور منکوحہ اگر آزاد ہوجائے تو نکاح کا باقی رکھنا نہ رکھنا اس کے اختیار میں ہوجاتا ہے اگر وہ چاہے کہ فلاں شخص غلام ہے تو جائز ہے کہ نکاح فسخ کردے۔

اب حضرت مغیث رضی اللہ عنہ پریشان ہیں وہ سوجان سے عاشق اور حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کی طبیعت کو مناسبت نہیں اور بات آگئی حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے ہاتھ تو لکھا ہے حضرت مغیث رضی اللہ عنہ مدینہ کی گلیوں میں پھر رہے ہیں، رو رہے ہیں، آنسو ڈاڑھی پر گر رہے ہیں اور ہر ایک کے پاس جاتے ہیں کہ تم سفارش کردو کہ بریرہ (رضی اللہ عنہا) نکاح کو فسخ نہ کرے۔ آخر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم کی خدمت میں پہنچے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بریرہ (رضی اللہ عنہا) کو فرمائیں کہ وہ نکاح نہ توڑے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ اے بریرہ ! نکاح کو فسخ مت کرو، مغیث کا برا حال ہے، اسے محبت اور تعلق ہے۔ مگر حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا بہت دانشمند تھیں، عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ! یہ حکم شرعی ہے یا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتی رائے ہے؟ فرمایا نہیں مشورہ ہے، حکم شرعی نہیں، عرض کی کہ پھر آپ مجھے رخصت دے دیجئے، فرمایا تجھے ماننے نہ ماننے کا حق ہے۔ اس سے اندازہ ہوا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی ذاتی رائے سے بھی اختلاف کا حق ہے، یعنی کوئی ملامت اس میں نہیں نہ انبیاء کرام علیہم السلام کی نہ شریعت کی یہ الگ چیز ہے کہ ادب کی وجہ سے ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منشاء کو بھی سو حکموں سے زیادہ سمجھیں گے۔ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا نے پہلے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ حکم خداوندی ہے یا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتی رائے؟

جب معلوم ہوا فرمایا کہ پھر مجھے رخصت دے دیجئے، ذرہ بھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوپر گرانی نہیں ہوئی لیکن رائے کے نہ ماننے کی وجہ سے کیا یہ جائز تھا کہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا معاذ اللہ ادنیٰ درجہ کی شان رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بے ادبی کریں، اگر ذرہ بھی بے ادبی ہوتی، دین ختم ہو جاتا، ادب اور عظمت کو اسی طرح برقرار رکھا لیکن شریعت نے جو حق دیا اس کو استعمال کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ! میں تو نہیں مانتی، یہ میرا خانگی معاملہ ہے اور اگر حکم شرعی ہے تو سر جھکا ہوا ہے، اس سے اندازہ ہوا کہ اختلاف رائے اگر اہل اللہ اور علماء میں ہو جائے تو مضائقہ نہیں لیکن بے ادبی یا تذلیل کسی حالت میں جائز نہ ہوگی اس لئے کہ وہ بہر حال عالم دین ہے جس سے آپ اختلاف کر سکتے ہیں مگر اس کا مقام و منصب بطور نائب رسول ﷺ کے ہے، اس کی عظمت واجب ہوگی۔

ہم امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی فقہ پر عمل کرتے ہیں، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ پچاسیوں مسئلوں میں ان سے اختلاف کرتے ہیں مگر ادنیٰ درجہ کی بے ادبی قلب میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی نہیں آتی اور جیسا کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ واجب التعظیم ہیں، ویسے ہی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بھی دونوں ماہتاب و آفتاب ہیں۔ دونوں سے نور اور برکت حاصل ہو رہی ہے، کسی طرح جائز نہیں کہ ادنیٰ درجہ کی گستاخی دل میں آجائے۔

کسی مسلک اور عالم کی بے ادبی جائز نہیں

گستاخی و استہزا کرنا جہالت کی بھی علامت ہے، موسیٰ علیہ السلام نے جب قوم کو نصیحت کی اور فرمایا کہ فلاں مقتول زندہ ہوجائے گا اگر بقرہ (گائے) کو ذبح کر کے اس کا گوشت میت سے ملا دیا جائے بنی اسرائیل کہتے ہیں کہ ''اتتخذنا ھزوا'' آپ کیا مذاق کرتے ہیں؟ اس بات میں کیا تعلق ہے کہ گوشت کو مردہ سے ملا دیا جائے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ''اعوذ باللہ ان اکون من الجھلین'' میں اللہ سے پناہ مانگتا ہوں کہ جاہلوں میں شامل ہوجاؤں۔

یعنی دل لگی، تمسخر جاہلوں کا کام ہے عالموں کو مناسب نہیں کہ تمسخر کریں اس لئے کہ یہ ادب کے خلاف ہے تو ایک ہے رائے کا اختلاف اور کسی عالم سے مسلک کا اختلاف اور ایک ہے بے ادبی، بے ادبی کسی حالت میں جائز نہیں ہے۔ اختلاف جائز ہے۔

فرقہ بندی اور دوسروں کی تضحیک کا عام ہوجانا

اس زمانے میں چونکہ بے ادبی گستاخی کے جذبات پیدا ہو چکے ہیں، فرقہ بندی زیادہ ہوگئی ایک دوسرے کے حق میں زبان طعن و ملامت اور زبان تضحیک کھولنا بہت معمولی بات بن گئی، اس واسطے میں نے یہ سمع خراشی کی آپ لوگوں کا اگر بالفرض کسی عالم سے اختلاف آ بھی جائے تو اگر آپ خود عالم ہیں تب آپ پر فرض ہے کہ دوسرے کا احترام کریں اور اگر آپ متبع ہیں اور وہ اقتدار کر رہا ہے دوسرے عالم کی تو عمل اپنے مقتدی و متبوع کی تحقیق پر کریں مگر دوسرے کے ساتھ تمسخر کرنا آپ کے حق میں بالکل

www.ubqari.org www.ubqari.org

جائز نہیں۔ بلکہ آپ یہ تاویل کریں کہ اس کے ہاتھ میں بھی حجت ہے جو ہماری سمجھ میں نہیں آتی جو وہ کہتا ہے عنداللہ وہ بھی مقبول ہے۔ ہر مجتہد خطا بھی کرتا ہے اور صواب بھی اگر خطا ہو جائے تو بھی اسے اجر ملتا ہے اور آپ اس پر عتاب اور عذاب بھیجنے لگیں یہ تو خدا کا مقابلہ ہو گیا۔ حق تعالیٰ کے ہاں اجتہاد کی خطا پر بھی ملامت نہیں، آج کل فروعی اختلاف کی وجہ سے مسخرہ پن چڑھ گیا ہے۔ یہ دین کے منافی ہے، بے شک آدمی اپنی تحقیق پر عمل کرے اور دوسرے کو معذور رکھے ادب اور احترام میں کمی نہ آنے دے یہ دانائی کی بات ہے۔

ائمہ مجتہدین اور باہمی رواداری کا پیغام

ائمہ مجتہدین کا بھی یہی طریقہ ہے کہ ایک دوسرے سے ظاہری اختلاف رکھتے ہیں لیکن ادب اور عظمت میں کمی نہیں کرتے۔ جب امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بغداد تشریف لائے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضر ہوئے تو امام کا مسلک ہے، نماز میں فاتحہ کے بعد آمین آہستہ سے کہنا اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں زور سے کہنا افضل و اولیٰ ہے مگر جب امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے مزار والی مسجد میں نماز پڑھی تو آمین کو آہستہ سے پڑھا اور فرمایا مجھے حیا آتی ہے اس صاحب مزار سے کہ اس کے قریب آ کر اس کے اجتہاد سے خلاف کروں، یہ ادب اور تادب ہے، یعنی جس حد تک گنجائش ہو، ایک تو حرام و حلال اور جائز و ناجائز کا فرق ہے کہ ایک کے ہاں جائز، دوسرے کے ہاں حرام، اس میں تو دوسرے کے مسلک پر عمل نہیں کر سکتے مگر جہاں اولیٰ اور غیر اولیٰ کا فرق ہے وہاں ادب ملحوظ رکھا جا سکتا ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے افضل پر عمل ترک کر دیا اور غیر افضل پر عمل کیا۔ امام کی رعایت سے حالانکہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس وقت مزار میں ہیں سامنے نہیں ہیں مگر یہ ادب کا عالم تھا اور یہ ادب اور تادب کی بات تھی۔

(بحوالہ: ادب کے حیرت انگیز واقعات۔ ص 65)

دین کو لڑنے کا ذریعہ نہ بناؤ......!

(حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں) حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے درمیان بھی اختلافات تھے، آئمہ مجتہدین میں اجتہادی مسائل میں جو اختلافات ہیں وہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم میں بھی تھے لیکن باوجود اس کے ادب واحترام اور عظمت وتعظیم میں ذرہ برابر کمی نہ کی، اس لئے کہ ہمارے ہاں جھگڑوں کی وجہ کیلئے مسائل کی خاصیت نہیں ہے بلکہ ہمارے نفسانی جذبات ہیں ہم نے اپنے جذبات کو نکالنے کیلئے مسائل کو آڑ بنا رکھا ہے، اگر یہ مسائل کی خاصیت ہوتی تو سب سے پہلے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین لڑتے کیونکہ ان کے ہاں بھی اختلاف تھا۔ اس کے بعد آئمہ مجتہدین کے ہاں لاٹھی چلتی پھر علماء ربانیین آپس میں لڑتے مگر اختلاف بھی ہے اور ادب بھی یہ دراصل اختلاف رائے کے نام سے ہم اپنے جذبات نکالتے ہیں اور میں کہا کرتا ہوں کہ لڑنے کی چیز اصل میں جائیداد ہے مکان ہے جاگیر ہے جب مسلمانوں کے پاس یہ چیزیں نہ رہیں نہ جائیداد، نہ مکان، نہ سلطنت، سوچا کہ بھئی! دین کو لڑنے کا ذریعہ بناؤ اور مسائل کو آڑ بناؤ تو یہ مسائل کی خاصیت نہیں۔ اختلاف کرنے کی گنجائش ہے مگر لڑنے جھگڑنے کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا۔ (بحوالہ: ادب کے حیرت انگیز واقعات)

ذرا ذرا سے اختلافی مسائل پر لڑائیاں

(حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں) اگر اجتہادی مسئلہ ہے تو اسے بیان کرو مگر لڑنا کیوں ہے؟ وہ اپنی قبر میں جائے گا اور تم اپنی قبر میں جاؤ گے کیونکر اس سے مسخرہ کرو اور اسے کیا حق ہے کہ تمہارا استہزاء کرے، آپ نے بیان کیا امر بالمعروف کا حق ادا ہو گیا، اب اگر کوئی نہیں مانتا نہ مانے، اگر اس کے پاس کوئی حجت ہے تو وہ عند اللہ جواب دے گا، تم ذمہ دار نہیں نہ تم سے آخرت میں پوچھا جائے گا اور پھر دین منوانا (یعنی اصول دین پر کسی کو مجبور کرنا بھی ضروری نہیں) چہ جائیکہ

فروعی اور اجتہادی مسائل کا منوانا بھی ضروری ہو، بہرحال آج کل ذرا ذرا سے اختلافی مسائل پر لوگ نزاع کا دروازہ کھول دیتے ہیں، اس سے مسلمانوں میں جھگڑے پیدا ہوتے ہیں اور مسلمانوں کی قوت زائل ہو رہی ہے۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی اہم نصیحت

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس اللہ سرہ نے اپنے ایک مرید کو خلافت دی اور فرمایا کہ فلاں مقام پر جا کر دین کی تبلیغ و اشاعت کرو چلتے چلتے مرید نے عرض کیا کہ کوئی نصیحت فرمائیے مجھے۔ شیخ نے فرمایا کہ دو باتوں کی نصیحت کرتا ہوں کہ خدائی کا دعویٰ مت کرو اور نبوت کا دعویٰ مت کرو۔

وہ حیران ہوا کہ حضرت میں برسہابرس آپ کی صحبت میں رہا، کیا اب بھی یہ احتمال اور خطرہ تھا کہ میں خدائی اور نبوت کا دعویٰ کروں گا، فرمایا کہ خدائی اور نبوت کے دعویٰ کا مطلب سمجھ لو، پھر بات کرو، خدا کی ذات وہ ہے کہ وہ جو کہہ دے وہی اٹل ہو، اس سے اختلاف کبھی نہیں ہوسکتا جو انسان اپنی رائے کو اس درجہ میں پیش کرے کہ وہ اٹل ہو، اس کے خلاف نہ ہو سکے کوئی بندہ اپنی رائے پر اتنا اصرار کرے تو اس سے بڑھ کر خدائی کا دعویٰ کیا ہوگا؟

اور نبی وہ ہے کہ جو زبان سے فرمائے وہ سچی بات ہے کبھی جھوٹ نہیں ہوسکتا جو شخص اپنے قول کے بارے میں کہے کہ یہ اتنی سچی بات ہے کہ اس کے خلاف ہو نہیں سکتا وہ در پردہ گویا نبوت کا مدعی ہے کہ میری بات غلط نہیں ہوسکتی حالانکہ اس کی رائے ہے۔ (بحوالہ: ادب کے حیرت انگیز واقعات)

فساد یا اصلاح؟

(حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں) ایک شخص اجتہادی رائے کے بارے میں اتنا جمود کرے کہ کسی کو معذور بھی نہ سمجھ سکے، یہ درحقیقت عوام کی اصلاح نہیں فساد ہے تو ایک چیز کو چلانے کی ضرورت نہیں کہ بار بار کہے، بس ہوگیا ایک مسئلہ کا اعلان، ماننے والے مانیں گے، تم ذمہ دار اور خدائی ٹھیکہ دار نہیں ہو ایک

مسئلہ کو ضد اور اصرار کے ساتھ پیش کرتے رہنا اور چباتے رہنا، اس سے خواہ مخواہ عوام میں نزاعات پیدا ہوتے ہیں، کہنے والا تو بچ گیا اور مصیبت عوام پر آ گئی۔

تبلیغی اور ترجیحی مسائل میں فرق

(حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں) ایک ہیں دین کے اصول، نماز فرض ہے، روزہ رکھنا، زکوٰۃ دینا فرض ہے، آپ زور سے کہہ سکتے ہیں لیکن فروعی اور اجتہادی چیزوں میں آپ زور دیں، تو یہ تبلیغی چیزیں ہی نہیں آپ زور کہاں سے دیتے ہیں، مثلاً حنفی مسائل ہیں جو تبلیغی مذاہب ہی نہیں آپ سٹیج پر کھڑے ہو کر کہیں کہ لوگو! تم حنفی بن جاؤ اور شافعی مت بنو یا شافعی کہے کہ لوگو! شافعی بن جاؤ حنفی مت بنو یہ ترجیحی مذاہب ہیں، تبلیغی نہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ فلاں عمل واجب یا افضل ہے اور فلاح عمل نہیں۔ تو ترجیحی مذاہب کو تبلیغی مذاہب مت بناؤ کہ اگر کسی عالم کو کوئی جزئی تحقیق ہو، خواہ مخواہ اس کی تبلیغ پر ضد اور اصرار کیا جائے۔

بہرحال آج کل یہ چیز پیدا ہوگئی ہے بہت گستاخی، جسارت اور جرات ہو رہی ہے، اس واسطے یہ چند باتیں عرض کر دیں، اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے آمین!

(خطبات حکیم الاسلام جلد سوم بحوالہ: ادب کے حیرت انگیز واقعات۔ ص: 64 تا 69)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اور مخالف مسلک کا احترام

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں نکسیر پھوٹنے اور حجامہ (پچھنے) لگوانے سے وضو ضروری ہو جاتا ہے، ان سے ایک بار پوچھا گیا کہ امام کے بدن سے خون نکلا اور اس نے وضو نہیں کیا۔ کیا ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھی جا سکتی ہے؟

آپ نے جواب دیا: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کے پیچھے میں کیسے نماز نہ پڑھوں؟ (اسلام میں اختلاف کے اصول و آداب ص 109 بحوالہ: ادب کے حیرت انگیز واقعات۔ ص: 121)

بریلوی علمائے کرام کا ادب

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ کو مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے بہت سی چیزوں میں اختلاف ہے، قیام، عرس، میلاد وغیرہ مسائل میں اختلاف رہا مگر جب مجلس میں ذکر آتا تو ”مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ“ فرماتے۔

ایک دفعہ مجلس میں بیٹھنے والے ایک شخص نے کہیں بغیر مولانا کے صرف احمد رضا خان کہہ دیا تو حضرت نے ڈانٹا اور خفا ہو کر فرمایا کہ عالم تو ہیں اگرچہ اختلاف ہے تم منصب کی بے احترامی کرتے ہو یہ کس طرح جائز ہے؟

ف: رائے کا اختلاف اور چیز ہے اور اس عالم کی عزت کرنا اور چیز ہے تو بہرحال وہ حجت سے اختلاف کرنا الگ چیز ہے۔ ان کی توہین اور بے ادبی کرنا برا ہے، اسی لئے مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا کا لفظ نہ کہنے پر برا مانا۔ مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اہل علم میں سے تھے وہ تو نام بھی کسی کا آیا تو ادب ضروری سمجھتے تھے چاہے بالکل معاند ہی کیوں نہ ہو مگر ادب کا رشتہ ہاتھ سے نہ چھوٹتا۔ (الحق ص 17، بتصرف یسرا)

(بحوالہ: ادب کے حیرت انگیز واقعات۔ ص:130)

حضرت لاہوری رحمہ اللہ اور علمائے کرام کا ادب

حضرت اقدس مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ اپنے بیان میں فرماتے تھے کہ سنو! ہوش کرو مجھے اللہ تعالیٰ نے باطن کی آنکھیں دی ہیں اور مجھے علم ہے کہ جو نوجوان علمائے کرام کو گالیاں دیتے مر گئے ہیں ان کی قبریں دوزخ کا گڑھا بنی ہوئی ہیں اگر تمہیں یقین نہیں آتا تو آؤ میرے ساتھ آ کر بیٹھ جاؤ، میں نے یہ فن چالیس سال میں سیکھا ہے تم کو میں چار سال میں سکھا دوں گا مگر بیوی کو چار سال کا خرچہ دے کر آنا کہیں وہ تمہاری جان کو بعد میں نہ روئے یا تو مان جاؤ اپنا رویہ بدلو، علمائے کرام کی عزت کرو۔ (بحوالہ: ادب کے حیرت انگیز واقعات۔ ص:199)

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا اکرام

حافظ ریاض احمد اشرفی خطیب جامع مسجد عثمانیہ سول لائنز راولپنڈی فرماتے ہیں کہ 1943ء کے اوائل کا ذکر ہے کہ بندہ نے حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا بوجہ ان کی تصنیف ''التقصیر فی التفسیر'' کے کچھ غیر مناسب اور مکروہ الفاظ میں ذکر کیا تو حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کو طاقت برداشت نہ رہی مجھے سخت سست کہا اور سخت ڈانٹ پلائی اور مجھ سے توبہ کرائی، نیز فرمایا کہ وہ میرے بزرگ اور مقتداء ہیں مجھے ان پر کوئی شکوہ نہیں، تم کیوں ان پر اتنے جری ہوگئے ہو کہ حکیم الامت پر زباں طعن دراز کرنے لگے۔ جاؤ میں تم سے ناراض ہوں، بڑی منت سماجت کے بعد اس شرط پر راضی ہوئے کہ میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پورا واقعہ لکھوں اور معافی طلب کروں۔ چنانچہ میں نے معافی نامہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں لکھ کر ارسال کردیا، حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے میرے اسی خط پر لکھ دیا ''معاف ہے'' اور جہاں میں نے حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر لکھا تھا وہاں آپ نے تحریر فرمایا ''**الحمدللہ علی ذالک جزاھم اللہ عنی و عن سائر المسلمین، احسن الجزاء**'' اور میرا عریضہ واپس فرمادیا، وہ عریضہ میں نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو دکھایا تو حضرت نے مجھ سے وہ میرا عریضہ لے لیا اور مجھ سے خوش ہوگئے۔

(ادب کے حیرت انگیز واقعات۔ ص:201-200، بحوالہ: حضرت لاہوری کے حیرت انگیز واقعات)

ہندو استاد کی خدمت کا عجیب واقعہ

حضرت شاہ عبدالغنی پھول پوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بنوٹ ہندو استاد سے سیکھا۔ ہندوؤں کو مارنے کیلئے ہندو استاد سے ہی کمال حاصل کیا، وہ ہندو اس

فن میں بہت ماہر تھا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ جب اس کے پاس بنوٹ سیکھنے جاتے تو علی الصباح فجر کی نماز سے پہلے جا کر اس کی بھینس کے نیچے سے گوبر صاف کرتے تھے، زمین خوب اچھی طرح صاف کر کے خشک مٹی ڈال کر زمین کو خشک کرتے تھے، پھر بھینس کیلئے سانی بناتے، سانی کھل اور بنولے کو ملا کر بنائی جاتی ہے۔

اسکے بعد فجر کی نماز پڑھتے تھے، پھر اس ہندو استاد سے صحیح بخاری کا سبق نہیں پڑھتے تھے بنوٹ سیکھتے تھے، استاد کی عزت کا اثر یہ ہوا کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بنوٹ میں وہ کمال حاصل کیا کہ اس ہندو کے بڑے بڑے پرانے شاگرد وہ کمال حاصل نہیں کر سکے۔ (جواہر الرشید، حصہ دوم ص:39)

(بحوالہ: ادب کے حیرت انگیز واقعات۔ ص:207-206)

شیخ الہند رحمہ اللہ اور امام شافعی رحمہ اللہ کا احترام

حضرت مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت شیخ الہند قدس سرہ نے صحیح بخاری کے درس میں قرأت فاتحہ خلف الامام کے مسئلے پر نہایت شرح و بسط سے تقریر فرمائی اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کے دلائل اس قوت اور وضاحت کے ساتھ بیان فرمائے کہ تمام سامعین نہال ہو گئے۔

درس کے بعد ایک طالب علم نے حضرت سے کہا کہ حضرت! آج تو آپ نے اس مسئلے پر ایسی مدلل تقریر فرمائی ہے کہ اگر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ تشریف فرما ہوتے تو شاید اپنے مسلک سے رجوع فرما لیتے''۔ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کو یہ جملہ سنکر غصہ آ گیا، آپ نے فرمایا کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو تم کیا سمجھتے ہو؟ اگر امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہوتے تو شاید میرے لئے ان کی تقلید کے سوا چارہ نہ ہوتا''۔

(ماہنامہ البلاغ، بحوالہ: ادب کے حیرت انگیز واقعات۔ ص:225)

جلسہ نہ یہاں ہوا نہ وہاں رواداری کی بہترین مثال

ایک مرتبہ کھتولی میں تبلیغی اجتماع تھا ہم لوگ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ

اللہ علیہ کی ہمرکابی میں کھتولی پہنچے، ریل سے اتر کر معلوم ہوا کہ ہاتھی وغیرہ آئے ہیں اور اسٹیشن سے جلوس کی شکل میں جانا ہوگا، ہم نے یہ کہتے ہوئے کہ یہ تبلیغی اصول کے خلاف ہے، جلوس سے انکار کردیا اور ایک معمولی یکہ پر بیٹھ کر قیام گاہ پہنچ گئے، جلسہ کی کارروائی شروع ہو چکی تھی۔

اچانک معلوم ہوا کہ اس وقت کانگریس کا بھی جلسہ ہے اور حضرت مولانا مدنی رحمہ اللہ بھی تشریف لائے ہوئے ہیں، اسکی مخالفت میں یہ جلسہ کیا گیا ہے، حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تقریر بند کردی اور فرمایا حضرت مدنی رحمہ اللہ تشریف لائے ہوئے ہیں سب حضرات چل کر ان کی تقریر سنیں۔

یہ فرما کر اپنے جلسے کو ختم کردیا اور اس مقام پر پہنچے جہاں کانگریس کا جلسہ ہو رہا تھا وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو جب اس بات کا علم ہوا کہ اس وقت تبلیغی جلسہ ہے اور مولانا محمد الیاس صاحب (رحمہ اللہ) تقریر فرما رہے ہیں تو اپنی تقریر ختم کردی اور لوگوں کو تبلیغی جلسہ میں شرکت کی ہدایت فرما کر دیوبند روانہ ہوگئے۔ جلسہ نہ یہاں ہوا نہ وہاں، دونوں بزرگ چل بسے مگر آنے والی نسلوں کیلئے اپنے خلوص اور للّٰہیت کی ایک مثال قائم کرگئے۔ (حضرت مولانا احتشام الحسن صاحب کاندھلوی)(بحوالہ: ادب کے حیرت انگیز واقعات۔ ص:232)

قاسم العلوم اور بھنگی کا ادب

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ جو دارالعلوم دیوبند کے بانی ہیں انہیں فقہی مسائل میں خنزیر کے بارے میں تحقیق کرنی تھی، اس کی تحقیق بھنگی سے زیادہ کسی دوسرے سے نہیں ہوسکتی تھی، وہی خنزیر پالتے ہیں تو جب حضرت کے گھر کا بھنگی آیا تو اس سے پوچھا کہ فلاں بات خنزیر کے بارے میں کس طرح سے ہے؟ اس نے کہا کہ صاحب! یہ ہے۔ اس وقت سے (آپ کی) یہ کیفیت تھی کہ:

''جب وہ بھنگی آتا اگر بیٹھے ہوتے تھے تو اس کی تعظیم کیلئے کھڑے ہوجاتے

تھے......اس کو ہدیے بھیجتے تھے اسکی خدمت کرتے تھے''۔

اور فرماتے تھے کہ فلاں مسئلے کی تحقیق مجھے اس بھنگی سے ہوئی وہ بمنزلہ استاد کے بن گیا عمر بھر اس کا ادب کیا۔

ف: ۔ اس قصے سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اگر کوئی شخص ایک حرف سکھا دے تو وہ استاد کا مقام حاصل کر لیتا ہے اور اس کی عزت کرنا ضروری ہو جاتا ہے، علم میں برکت و ترقی استاد کا ادب و احترام کرنے سے ہی ہوتی ہے۔

طالب علم کتنا ہی ذہین اور قابل ہو لیکن استاد کا ادب و احترام ملحوظ نہیں رکھتا تو اس سے علم کا فیضان جاری نہیں رہ سکتا، بے ادب محروم ماند از فضل رب۔

(خطبات حکیم الاسلام ج4 ص43) (بحوالہ: ادب کے حیرت انگیز واقعات۔ ص:240)

اکابر کے باہمی ادب کا عجیب واقعہ

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ اولیاء اللہ میں اونچا مقام رکھتے ہیں ان کے زمانے میں ایک بڑے عالم اور فقیہ مولانا حکیم ضیاء الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ موجود تھے، حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ بحیثیت ''صوفی'' کے مشہور تھے اور یہ بڑے عالم تھے ''مفتی اور فقیہ'' کی حیثیت سے مشہور تھے اور حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ ''سماع'' کو جائز کہتے تھے۔ بہت سے صوفیاء کے یہاں سماع کا رواج تھا۔ ''سماع'' کا مطلب ہے کہ موسیقی کے آلات کے بغیر حمد و نعت وغیرہ کے عمدہ مضامین کے اشعار ترنم سے یا بغیر ترنم کے محض خوش آواز سے کسی کا پڑھنا اور دوسروں کا اسے خوش عقیدگی اور محبت سے سننا بعض صوفیاء اس کی اجازت دیتے تھے اور بہت سے فقہاء اور مفتی حضرات اس سماع کو بھی جائز نہیں کہتے تھے بلکہ ''بدعت'' قرار دیتے تھے۔ چنانچہ ان کے زمانے کے مولانا حکیم ضیاء الدین صاحب رحمہ اللہ نے بھی ''سماع'' کے ناجائز ہونے کا فتویٰ دیا تھا اور حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ ''سماع'' سنتے تھے۔

جب مولانا حکیم ضیاء الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ ان کی عیادت اور مزاج پرسی کیلئے تشریف لے گئے اور یہ اطلاع کرائی کہ جا کر حکیم ضیاء الدین صاحب سے عرض کیا جائے کہ نظام الدین (رحمہ اللہ) مزاج پرسی کیلئے حاضر ہوا ہے، اندر سے حکیم ضیاء الدین صاحب نے جواب بھجوایا کہ ان کو باہر روک دیں میں مرنے کے وقت کسی بدعتی کی صورت دیکھنا نہیں چاہتا۔ خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے جواب بھجوایا کہ ان سے عرض کردو کہ بدعتی، بدعت سے توبہ کر کے حاضر ہوا ہے، اسی وقت مولانا حکیم ضیاء الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی پگڑی بھیجی کہ اسے بچھا کر خواجہ صاحب اس کے اوپر قدم رکھتے ہوئے آئیں اور جوتے سے قدم رکھیں، ننگے پاؤں نہ آئیں۔ خواجہ صاحب نے پگڑی کو اٹھا کر سر پر رکھی کہ یہ میرے لئے دستار فضیلت ہے، اسی شان سے اندر تشریف لے گئے، آ کر مصافحہ کیا اور بیٹھ گئے اور حکیم ضیاء الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ پھر خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی موجودگی میں حکیم ضیاء الدین کی وفات کا وقت آ گیا، خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ الحمدللہ حکیم ضیاء الدین صاحب کو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمالیا ہے کہ ترقی مدارج کے ساتھ ان کا انتقال ہوا۔ آپ نے دیکھا کہ ابھی تھوڑی دیر پہلے یہ حالت تھی کہ صورت دیکھنا گوارہ نہیں تھی، لیکن تھوڑی دیر کے بعد یہ فرمایا کہ میری پگڑی پر پاؤں رکھ کر اندر تشریف لائیں۔

(اصلاحی خطبات ج8) (بحوالہ: ادب کے حیرت انگیز واقعات۔ ص: 247-246)

اختلاف رکھنے والے علماء کی بے ادبی کسی صورت جائز نہیں

حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کسی عالم سے فرض کیجئے کہ آپ کا کسی مسئلہ میں اختلاف ہوجائے تو مسئلہ میں اختلاف کرنا تو جائز ہے، جب اپنے کو حق پر سمجھے لیکن بے ادبی اور تمسخر کرنا کسی حالت میں جائز نہیں ہے کیونکہ بے ادبی اور تمسخر کرنا دین کا نقصان ہے اور اختلاف کرنا محبت سے عین دین ہے، دین

جائز ہے اور خلاف دین جائز نہیں۔

اختلاف رائے اگر اہل اللہ اور علماء میں ہو جائے تو مضائقہ نہیں لیکن بے ادبی یا تذلیل کسی حالت میں بھی جائز نہ ہوگی اس لئے کہ وہ بہر حال عالم دین ہے جس سے آپ اختلاف کر سکتے ہیں مگر اس کا مقام و منصب بطور نائب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہے اس کی عظمت واجب ہوگی۔

ہم امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی فقہ پر عمل کرتے ہیں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ پچاسیوں مسئلوں میں ان سے اختلاف کرتے ہیں مگر ادنیٰ درجے کی بے ادبی قلب میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نہیں آتی اور جیسا کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ واجب التعظیم ہیں ویسے یہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بھی دونوں آفتاب و ماہتاب ہیں دونوں سے نور اور برکت حاصل ہو رہی ہے کسی طرح جائز نہیں کہ ادنیٰ درجہ کی گستاخی دل میں آ جائے۔
(جواہر حکمت)(بحوالہ: ادب کے حیرت انگیز واقعات۔ ص:295-294)

☆......☆......☆

کتاب ''ید بیضاء'' میں اہل اللہ کی باہمی رواداری کا تذکرہ

نام کتاب:۔ ید بیضاء
سوانح حیات قطب الاقطاب زبدۃ العارفین قدوۃ السالکین بحر شریعت وطریقت
آفتاب معرفت ''حضرت خلیفہ غلام محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ دین پور شریف
مولف: پیرزادہ خلیل احمد حامی عبیدی دین پوری
ناشر: امیر جماعت درگاہ عالیہ دین پور شریف تحصیل خانپور ضلع رحیم یار خان (پاکستان)

خواجہ غلام فرید اور حضرت دین پوری رحمہا اللہ میں باہمی محبت

دین پور شریف کے قیام کے ابتدائی دور میں سلسلہ چشتیہ کے نامور صاحب دل باصفا بزرگ حضرت حاجی حافظ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ (چاچڑاں شریف) کا تمام

ریاست میں شہرہ تھا، آپ والئی ریاست کے بھی پیر تھے، ایک بلند پایہ صوفی شاعر اور سرائیکی زبان کے نظیری و حافظ شیرازی تھے۔

اکثر چاچڑاں شریف سے باہر جاتے ہوئے دین پور شریف سے متصل سڑک پر سے آپ کا گزر ہوتا، آپ پالکی پر سوار ہوتے لیکن جوں یہ دین پور شریف کی حدود کے قریب آتے، سواری سے اتر جاتے اور تھوڑی دور پیدل چل کر آگے جا کر سوار ہوتے، خدام آپ کے اس طرز عمل سے دل ہی دل میں کڑھتے رہتے۔

ایک دفعہ کسی نے آپ کے سامنے حضرت دین پوری رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق کچھ نازیبا خیالات کا اظہار کیا تو ایکدم جوش میں آگئے اور جھڑک کر فرمایا: تم میرے سامنے ایک ایسے باخدا انسان کی غیبت کرتے ہو جس نے جنگل میں بھی روحانیت کی آگ لگا رکھی ہے۔

حضرت دین پوری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان سلام و دعا کا تبادلہ ہوتا رہتا تھا اور بعض خدام بھی آتے جاتے رہتے تھے مگر ان دونوں بزرگوں کے درمیان کبھی ملاقات کا اتفاق نہیں ہوا۔

ایک بار حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ دین پور شریف کے مقابل سڑک پر سے گزر رہے تھے اچانک کشش باطنی ہوئی، حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کا اشتیاق پیدا ہوا سواری پر سے حسب دستور اتر پڑے اور دیر تک سڑک (ظاہر پیر) کے کنارے بے چینی اور اضطراب میں ادھر اُدھر ٹہلتے رہے اور زبان فیض ترجمان پر یہ شعر جاری تھا ؎

میکوں عار ہے تیئں تائیں آون توں
توں امدانی وی تیکوں کیا پئی اے

حاضرین و مشاہدین حال میں سے کسی نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے اس واقعہ کا ذکر کیا تو متبسم ہو کر فرمایا جس مائی (عورت) کو دردزہ (زچہ بچہ درد) ہوتا ہے، دائی (لیڈی ڈاکٹر) بھی وہی ڈھونڈتی ہے۔

حضرت دین پوری رحمۃ اللہ علیہ زندگی کے آخری ایام میں افسوس فرمایا کرتے

تھے کہ ان کی حضرت خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ صاحب سے ملاقات نہ ہوئی۔

ایک دفعہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق فرمایا: حضور فخر جہاں رحمۃ اللہ علیہ (خواجہ صاحب کے مرشد) کے وصال کے بعد سلوک کے مراحل میں ایک ہی منزل پر ٹھہر گئے تھے۔

حضرت خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ نے 1319ھ بمطابق 1901ء میں وفات پائی۔

حضرت دین پوری رحمۃ اللہ علیہ محفل سماع (بغیر مزامیر یعنی بغیر آلات موسیقی) میں اکثر حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کا عارفانہ کلام سماعت فرمایا کرتے تھے۔

خواجہ غلام فرید رحمہ اللہ کی اکابرین دیوبند کے سے عقیدت

اکابرین علماء دیوبند سے خواجہ غلام فرید صاحب رحمۃ اللہ علیہ (کوٹ مٹھن) کی عقیدت:

اس سے قبل خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا حضرت اقدس شیخ دین پوری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ شوق ملاقات، سلام و دعا کا تبادلہ اور ایک دوسرے کی عزت و احترام کا ذکر خیر گزرا ہے۔ اسی مناسبت سے خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دیگر اکابرین علماء دیوبند سے عقیدت اور ان کا احترام بھی ذکر کر دیا جائے تا کہ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک و مشرب میں وسعت ظرفی کا اظہار ہو جائے۔

چنانچہ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سید الطائفہ امام المتقین حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ (مدفون مکہ معظّمہ) اور ان کے کبار خلفاء عظام کی عظمت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

کہ عربستان میں سلسلہ چشتیہ زیادہ تر حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کی بدولت پھیلا ہے جو چشتی صابری ہیں۔ آپ کا اصلی وطن ہندوستان میں مقام پانی پت ہے لیکن انگریزوں کی مخالفت کی وجہ سے آپ ہجرت کر کے مکہ معظّمہ میں (کہ

جائے امن وحصن حصین ہے) قیام پذیر ہو گئے۔ ان کے ساتھ مولوی رحمت اللہ رحمۃ اللہ علیہ (کیرانوی) بھی تھے۔ جو بہت بڑے عالم تھے اور اب فوت ہو گئے ہیں لیکن حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو بہت بڑے کامل بزرگ ہیں زندہ ہیں۔

اس کے بعد فرمایا: دیوبند، دہلی، سہارنپور اور گنگوہ کے اکثر جید علماء حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہیں۔ مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ بھی حاجی صاحب کے مرید اور خلیفہ اکبر ہیں۔ ان کے اور خلفاء بھی بہت ہیں، چنانچہ مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہم وغیرہم۔
(اشارات فریدی ج2، ص43 فارسی سے اردو ترجمہ)

اس کے تحت اشارات فریدی کے محشی کیپٹن واحد بخش سیال مرحوم لکھتے ہیں:

کہ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اس ملفوظ سے ثابت ہوا کہ مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ علماء دیوبند صحیح معنوں میں حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اور اہل طریقت تھے حالانکہ بعض صوفی حضرات ان کو غلط فہمی سے وہابی کہتے ہیں۔

نیز لکھتے ہیں: حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا مقام پیدائش ممکن ہے، بقول حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ پانی پت ہو لیکن بعد میں آپ تھانہ بھون میں رہتے تھے، جو سہارنپور کے قریب ہے۔ پہلے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں مرید ہوئے، وصال شیخ کے بعد آپ حضرت شیخ میاں جی نور محمد جھنجھانوی قدس سرہم کے ہاتھ پر مرید ہونے سے سلسلہ عالیہ چشتیہ صابریہ میں داخل ہو گئے۔ اگرچہ دارالعلوم دیوبند کے بانی مبانی مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ مشہور ہیں لیکن دراصل یہ دارالعلوم حاجی امداد اللہ قدس سرہ العزیز کے حکم سے جاری ہوا۔

ہندوستان سے ہجرت کی وجہ یہ تھی کہ 1857ء کی جنگ آزادی میں آپ نے انگریزوں کے خلاف علم بغاوت بلند فرمایا اور فوج تیار کر کے ان کے خلاف لڑتے رہے

اور کئی ایک مقامات پر فتح بھی حاصل کی ان تمام معرکوں میں شاملی کی جنگ زیادہ مشہور ہے۔ جہاں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی فوج نے انگریزی فوج پر فتح حاصل کی تھی لیکن بالآخر جب انگریز غالب آ گئے اور حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ، مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف وارنٹ گرفتاری جاری ہوئے تو آپ ہجرت کر کے مکہ معظّمہ چلے گئے لیکن خلیفہ اکبر مولانا رشید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ گرفتار ہو گئے تھے وہ کافی عرصہ جیل خانے میں رہنے کے بعد رہا ہوئے، جس جہاز میں حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سفر کر رہے تھے اس کا کیپٹن ایک جرمن آفیسر تھا، جس کا نام مولٹکے (Moltke) تھا، جب اس نے ٹکٹ طلب کئے تو حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جیب میں ہاتھ ڈال کر مٹی کی ڈھیلے جو استنجا کی خاطر رکھے تھے، نکال کر اس کے ہاتھ میں دے دیئے، اسکے ہاتھ میں جاتے ہی وہ ڈھیلے سونا بن گئے، یہ کرامت دیکھ کر وہ افسر مسلمان ہو گیا اور جدہ پہنچ کر استعفیٰ دے دیا اور حضرت شیخ کے مریدین میں شامل ہو گیا اور بڑے مراتب کو پہنچا۔ انہوں نے مکہ معظّمہ میں ایک مشک خرید لی تھی جب دو آنے رقم جمع ہو جاتی تھی تو مشک رکھ کر یاد خدا میں مشغول ہو جاتے تھے، حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہ کی کرامت دیکھ کر شریف حسین والئی حجاز آپ کا بڑا معتقد ہو گیا تھا، اسی طرح خدیو مصر کا پیر جب مکہ معظّمہ آیا تو حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عظمت ولایت دیکھ کر نا صرف خود مرید ہوا بلکہ اپنے تمام مریدین کو بھی حکم دیا کہ آج سے تم سب حاجی امداد اللہ صاحب کے مرید ہو، حتیٰ کہ مصر جا کر اس نے خدیو مصر کو حکم دیا کہ تم بھی غیبی طور پر حاجی صاحب سے بیعت کر لو، خدیو مصر کے پیر کی بدولت سلسلہ عالیہ چشتیہ صابریہ امدادیہ بلاد عرب میں بہت پھیلا۔

حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی نور اللہ مرقدہ کو بھی سلسلہ چشتیہ صابریہ میں خلافت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سے بمقام مکہ معظّمہ ملی تھی۔

(ترجمہ اشارات ص 352-353)

اسی طرح خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سید العارفین مرشد عالم حضرت حافظ محمد صدیق صاحب قدس سرہ بھرچونڈی شریف کی عظمت و نیکی کے بھی معترف تھے۔

(اشارات فریدی ج5 ص264-263)

حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی حاجی صاحب نور اللہ مرقدہ سے عرب میں ملاقات کا مختصر تذکرہ آغا شورش کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ بیسویں صدی کے آغاز میں مشائخ پنجاب کے سلسلہ کی سب سے بڑی روحانی شخصیت تھے، آپ 1307ھ بمطابق 1890ء میں حج کیلئے تشریف لے گئے تو آپ نے دیار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی میں رہنے کا فیصلہ کرلیا لیکن حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے کشف کی بناء پر آپ سے کہا کہ ” آپ کے ہاں ایک بہت بڑا فتنہ (مرزائیت) ظاہر ہونے والا ہے۔ اس کا سدباب آپ کی ذات سے متعلق ہے۔ آپ وہاں خاموش بھی بیٹھے رہے تو بھی ملک کے علماء اس فتنہ کی زد سے محفوظ رہیں گے اور عامۃ المسلمین اس کی دستبرد سے بچ جائیں گے۔ (تحریک ختم نبوت ص48 وتاریخ مشائخ چشت ص713)

مزید تفصیل کیلئے ملاحظہ فرمائیں ”مہر منیر“ سوانح حیات پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ ص128-203۔ (بحوالہ: ید بیضاء۔ ص:103 تا 107)

غیر مسلموں سے تعلقات

سیاسی طور پر تو حضرت (مولانا غلام محمد) رحمۃ اللہ علیہ کے بہت سے مقامی اور ملکی بڑے بڑے لیڈروں سے تعلقات تھے، گاندھی جی اور پنڈت نہرو سے بھی آپکا غائبانہ تعارف تھا، خلافت تحریک کے زمانے میں ایک دفعہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے گاندھی جی کیلئے اسٹیشن پر بکری کا دودھ بھی بھیجا تھا جبکہ دوسرے رہنماؤں کو کھانا دیا گیا تھا مگر سماجی طور پر بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ غیر مسلموں، ہندوؤں، سکھ اور دوسری اقوام میں بہت مقبول و ہر دل عزیز تھے، اکثر مقامی غیر مسلم آپ کو بڑی عقیدت واحترام کی

نگاہ سے دیکھتے تھے، آپ کے ہاں دعا کرانے اور تعویذات لینے بھی آیا کرتے تھے، بعض ہندو اور سکھ زمیندار تو اس قدر عقیدت مند تھے کہ جب کوئی نیا کنواں کھودتے تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے بطور تبرک سب سے پہلے کھدائی کا آغاز کراتے، نذر نیاز بھی لے آتے تھے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ان کے دنیاوی کام یا کسی مسلمان حاکم وغیرہ کے پاس ان کی سفارش بھی فرمایا کرتے تھے۔ بعض غیر متعصب ہندو سکھ لنگر کا کھانا بھی کھاتے تھے۔ ان کے علاوہ آپ کے پاس انگریز مرد اور خواتین بھی آتے رہتے تھے، جن سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ بڑی توجہ اور شفقت سے پیش آتے تھے، غیر مسلموں میں اگر کوئی مشرف بہ اسلام ہوتا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ اسے اپنے بچوں اور عزیزوں کی طرح چاہتے، سرپرستی فرماتے، تعلیم و تربیت دیتے، برسر روزگار کراتے اور ان کی شادی کراتے، نومسلم خواتین سے بھی یہی معاملہ اور سلوک فرماتے تھے۔ غرض حضرت رحمۃ اللہ علیہ تمام بنی نوع انسان سے محبت فرماتے اور اسکو راہ ہدایت دکھانے کی سعی فرماتے تھے۔ (بحوالہ: ید بیضاء۔ ص:248)

مخالف مسلک کا ادب واحترام

حضرت (مولانا غلام محمد) رحمۃ اللہ علیہ خلاف مسلک بزرگان سے بھی نہایت ادب واحترام کا معاملہ فرمایا کرتے تھے الہٰ آباد کے جلسے کے موقع پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے خواجہ ہوت محمد رحمۃ اللہ علیہ (شیدانی شریف) سے ان کی قیام گاہ پر جا کر ملاقات فرمائی تھی، حضرت خواجہ در محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ گڑھی اختیار خان سے بھی اکثر غائبانہ دعا وسلام کا تبادلہ فرمایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ اپنی سواری کی گھوڑی خواجہ در محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بھیجی کہ اس کو دیکھیں یہ ذرا بیمار رہتی ہے، حضرت خواجہ موصوف رحمۃ اللہ علیہ گھوڑی کے منہ کے بوسے لیتے تھے اور فرماتے تھے ”کہ یہ گھوڑی بیمار تو نہیں ہے“ دراصل خلیفہ صاحب نے اسے بھیج کر مجھے کہلایا ہے کہ تو بھی گھوڑیاں رکھتا ہے ذرا ہماری گھوڑی بھی دیکھو۔ (بحوالہ: ید بیضاء۔ ص:281)

خواجہ غلام فرید رحمہ اللہ کی نظر میں حضرت دینپوری رحمہ اللہ کا مقام

فرمایا منشی عبداللہ درخواستی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ کے ایک خادم نے خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف گستاخانہ انداز میں کوئی شکایت کی، اس بے ادبی کی وجہ سے اس شخص کی ساری قلبی کیفیات سلب ہوگئیں، اس نے خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اپنی کیفیت عرض کی تو خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اسے تنبیہ کرتے ہوئے دین پور کی طرف اشارہ کرکے فرمایا! میاں ”اے خوش نئیں تاں اووی خوش نئیں“ یعنی خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں نازیبا الفاظ استعمال کرنا اللہ کی ناراضگی کا سبب ہے جس کی وجہ سے تمہیں یہ سزا مالی ملی ہے، جاؤ! ان سے معافی مانگو۔ وہ شخص حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں زاروقطار روتے ہوئے حاضر ہوا، مجلس لگی ہوئی تھی، حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے رونے کا سبب دریافت فرمایا تو وہ اپنی روئیداد عرض کرتے ہوئے معافی کا خواستگار ہوا، حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے معاف فرما کے اس کے حق میں دعا فرمائی۔ اس کا کہنا تھا کہ خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ابھی دعا سے ہاتھ نیچے نہیں کئے تھے کہ میری قلبی کیفیات واپس آگئیں۔

کون کہتا ہے کہ ہم تم میں جدائی ہوگی   یہ بات کسی دشمن نے اڑائی ہوگی

(بحوالہ: ید بیضاء۔ ص:299,298,302)

☆......☆......☆

کتاب ”شاہراہ عافیت“ اور اختلاف برداشت کرنے کا سبق

نام کتاب: شاہراہِ عافیت۔۔۔ مرتبہ: محمد بشیر جمعہ

عالی حوصلگی کے ساتھ اختلاف کو برداشت کرنا

اختلاف کو برداشت کرنا‘ اختلاف رائے اور تنقید سے تعلق میں فرق نہ آنے دینا، تنقید کو حلم وتحمل اور فراخ دلی و عالی حوصلگی کے ساتھ سننا، اچھی بات کو قبول کرنا، غلط

بات کونظر انداز کر دینا۔

اپنی غلطی کی ذمہ داری قبول کرنے میں کسی بزدلی کا شکار نہ ہونا، نہ کسی غلطی کے اعتراف میں بخل برتنا، نہ کسی پر تنقید وتعریض کرنے میں فیاض بننا، نہ کسی کی تعریف کرنے میں کنجوسی برتنا۔

کوئی منہ پر برا بھلا کہے تو وہ خود کو ہی برا بھلا کہہ رہا ہے تم کیوں غصہ کرو۔ کوئی پیٹھ پیچھے برا بھلا کہے تو تمہارا کیا بگڑتا ہے۔ تم جواب نہ دو گے تو فرشتے تمہاری طرف سے جواب دیں گے، تم غصہ، انتقام، ذلت وعزت کے چکر میں پھنس جاؤ گے تو اور دس گناہوں میں مبتلا ہو گے۔ خاموش رہو گے، تو فرشتوں کی نصرت کے علاوہ، برا بھلا کہنے والوں کی نیکیاں بھی تمہیں ملیں گی، تمہیں تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرح اسے ہدایا بھیجنا چاہئیں، کجا کہ تم غصے اور انتقام کی آگ میں خود کو جلانا شروع کر دو۔

معترضین کا جواب دینے کے چکر میں بھی نہ پڑنا، خصوصاً بر سر عام۔ ہر معترض کی بات پر ٹھنڈے دل سے غور کر لینا، وہ کوئی صحیح بات کہیں تو اپنی اصلاح کر لینا اگر غلط لکھا ہے تو درگزر کر دینا۔ درگزر کرنے سے تمہارا کچھ نہیں بگڑے گا، عزت میں کوئی کمی نہ آئے گی، تلخی نہ بڑھے گی، دل جیتنے کی شیرینی حصے میں آ سکتی ہے، لوگوں کے ساتھ اعتراض اور جواب اعتراض میں الجھنے سے زیادہ فضول اور کوئی کام نہیں۔ یہ نہ کرو گے تو وقت بچے گا، وہی وقت خیر اور اجر کے حصول میں لگا دینا۔ (بحوالہ: شاہراہِ عافیت۔ ص:86)

مسائل کے اختلاف میں اسلاف کا طریقہ

جزئی وفروعی مسائل میں دار وگیر اور بحث ومباحثہ سے اجتناب کرنا۔ عامتہ الناس سے غیر ضروری کشمکش اور ناراضی ہرگز مول نہ لینا۔ ان کی مختلف آراء یا غلطیوں کی بھی اچھی تاویل کرنا، ان کی راہ سے نہ ہٹنا، الا یہ کہ معصیت الٰہی صادر ہو رہی ہو، حرام حلال کا لفظ استعمال کرنے میں شدید احتیاط برتنا، بلکہ حتی الواسع اجتناب کرنا کہ سلف کا طریقہ یہی تھا۔ (بحوالہ: شاہراہِ عافیت۔ ص:88)

☆......☆......☆

کتاب ”کرامات وکمالات اولیاء (جلد اول)“ اور رنجشوں کا خاتمہ

نام کتاب: کرامات وکمالات اولیاء (جلد دوم)
مجموعہ ارشادات: حضرت شیخ الحدیث مولانا یوسف متالا مدظلہ

حضرت رائے پوری اور حضرت شیخ الاسلام مدنی رحمہا اللہ

تقسیم کے وقت جو اختلافات چل رہے تھے، تو اس میں حضرت شیخ الاسلام مدنی نور اللہ مرقدہ کی شان کے خلاف لکھا بھی گیا، کہا بھی گیا اور خود آپ کے ساتھ عملی طور پر دست درازیاں بھی کی گئیں۔

مولانا عبد المنان صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت شاہ عبد القادر صاحب رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ تشریف لے گئے حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس اور رونے لگے تو حضرت شیخ الاسلام حیرت میں ہیں کہ کیا بات ہے؟ کیوں رو رہے ہیں؟ پھر حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے پاؤں پکڑ لئے۔ کیا سنگین مسئلہ ہے کہ پاؤں پکڑ رہے ہیں اور رو رہے ہیں، فرمایا کہ ہندوستان کے مسلمانوں کو آپ معاف کر دیجئے۔

دوسری دفعہ حضرت نے عرض کیا روتے ہوئے پاؤں پکڑ کے حضرت معاف کر دیجئے، تو حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے تیسری بار کے بعد فرمایا: ”افوض امری الی اللہ“۔

یہ سن کر حضرت شاہ عبد القادر رائے پوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے دیکھا ہے کہ آسمان سے عذاب چل چکا ہے، آپ نے پھر دیکھا سارا مشرقی پنجاب جہاں پر آپکے ساتھ اسٹیشن پر، ریلوے اسٹیشن پر زیادتیاں کی گئی تھیں اور وہ سارا اطراف کا علاقہ نام ونشان سے مٹا دیا گیا۔ (بحوالہ: کرامات وکمالات اولیاء (ج ۲)۔ص:250)

☆......☆......☆

www.ubqari.org www.ubqari.org

کتاب ''اسلاف کی باہمی محبت کے حیرت انگیز واقعات'' ہم سب کی ضرورت

جو اصاغر کیلئے مشعل راہ ہیں

نام کتاب: اسلاف کی باہمی محبت کے حیرت انگیز واقعات
مرتب۔: مولانا محمد اسحاق ملتان (مدیر ماہنامہ ''محاسن اسلام'' ملتان)
از افادات: حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ
شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ
شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ
ادارہ تالیفات اشرفیہ (چوک فوارہ ملتان)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مولانا اسحاق صاحب اور رواداری کی ضرورت

امابعد! ادارہ کی جدید کتاب ''اسلاف کی باہمی محبت کے حیرت انگیز واقعات'' آپ کے سامنے ہے۔ جس میں خیر القرآن سے تاہنوز اکابر پاک و ہند کے ان واقعات کو جمع کیا گیا ہے جس میں حسن سلوک، رواداری اور صبر وتحمل کی تلقین کے علاوہ فریق مخالف سے حکیمانہ برتاؤ کی تعلیم دی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں جس دین اسلام سے نوازا ہے اس نے تا قیامت اپنی اصلی شکل میں موجود رہنا ہے اس لئے دین کو تغیر و تبدل اور گمراہ کن تحریفات و بدعات سے بچانے کے لئے ہر موقع سے متعلق احکام و آداب کے ساتھ ساتھ ان کی حدود بھی واضح بتادی گئی ہیں، تاکہ دین اسلام اپنی اصلی شکل میں پوری آب وتاب کے ساتھ امت مسلمہ کی رہنمائی کرسکے۔

دین اسلام ہمیں محبت کا درس دیتا ہے تو یہ بھی واضح کرتا ہے کہ اس محبت کے

www.ubqari.org www.ubqari.org

حدود وآداب کیا ہیں۔ اگر کسی سے اختلاف ہوتو اسکے بھی حدود وآداب شریعت نے بتائے ہیں۔

زیرنظر کتاب کے حصہ اول میں اختلاف کے متعلق اہم دینی تعلیمات اور احکام و آداب ذکر کئے گئے ہیں جبکہ حصہ دوم میں اسلاف کے واقعات سے اس حقیقت کو آشکارا کیا گیا ہے کہ اگر کسی فرد یا جماعت کے ساتھ سیاسی، نظریاتی یا مسلکی اختلاف ہوتو ہمیں فریق مخالف کے ساتھ کیسا برتاؤ کرنا چاہیے۔ دور حاضر میں اسلاف کے واقعات ہمارے لئے مشعل راہ ہیں کہ بدقسمتی سے ہمارے معاشرہ میں کسی کو کسی کے ساتھ اختلاف ہوجائے تو اگرچہ وہ غلطی پر ہومگر معمولی اختلاف کو مخالفت کا سبب بنالیا جاتا ہے اور کبھی اس طرف خیال بھی نہیں جاتا کہ امت مسلمہ میں اختلاف تو رحمت ہے لیکن مخالفت سم قاتل ہے۔ کسی جماعت یا فرد سے اختلاف ہوجانا ناگزیر ہے لیکن اختلاف کو مخالفت کا روپ دے دینا کہاں کی عقلمندی ہے۔ سیاسی اختلاف ہو یا مسلکی وفروعی اختلاف ہمارے ہاں اس کو جس طرح اچھالا جاتا ہے وہ کسی سے مخفی نہیں۔ حالانکہ جس طرح محبت کے حدود وآداب ہیں اسی طرح شریعت نے ہمیں اختلاف کی صورت میں بھی اپنے مبارک احکام، آداب اور حدود سے نوازا ہے جن کی پاسداری ہی دینداری کا تقاضا ہے۔ کتاب ہذا میں درج واقعات اختلاف اور مخالفت کے فرق کو واضح کر کے رواداری کا درس دیتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ اکابر میں جتنا بھی باہمی شدید اختلاف ہوتا لیکن باہمی محبت وتعلق ادب واحترام کا دامن نہ چھوڑتے۔ یقیناً ایسے واقعات اصاغر کیلئے مشعل راہ ہیں اور بتاتے ہیں کہ اکابر میں باہم جتنا بھی شدید اختلاف ہوتا لیکن باہمی محبت وتعلق اور ادب واحترام کا دامن نہ چھوٹتا۔

موجودہ دور میں جس طرح ہم شرعی اصول و ہدایات کی رعایت نہ کر کے جگہ جگہ نقصان اٹھارہے ہیں اسی طرح اختلاف کے باب میں بھی ہم جادہ اعتدال سے ہٹ چکے ہیں۔ مخالف کی غیبت کرنا، اسے برے الفاظ والقاب سے یاد کرنا، ہر موقع پر

اسے نیچا دکھانے کی مذموم کوشش میں رہنا اور اس طرح کے رویہ کا اظہار کرنا جو اخلاق کی حدود سے متجاوز ہو، ہمارے ہاں فریق مخالف کے حق میں نہ صرف جائز بلکہ اسے جہاد سمجھا جاتا ہے اس طرح کا برتاؤ سیاسی مخالفین میں ہو تو بات سمجھ میں آسکتی ہے کہ دنیادار لوگ شرعی حدود و آداب کا کہاں خیال رکھتے ہیں۔ لیکن جب یہی رویہ علم دین سے منسوب شخصیات کی طرف سے ہو تو یہ واقعی قابل حیرت بات ہے۔ اسلاف کی سوانح اس سلسلہ میں ہماری رہنما ہیں کہ شدید سے شدید اختلاف پر بھی مخالفت کا شائبہ تک نہیں۔ کوشش کی ہے کہ اسلاف کی سوانح سے ایسے واقعات جمع کر دیئے جائیں جو ہمیں فریق مخالف کے بارہ میں اسلامی تعلیمات سے روشناس کراتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ہر حالت میں اعتدال کے راستہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں اور اس پرفتن دور میں اپنے اسلاف واکابر کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں اور اس جید کاوش کو امت مسلمہ میں باہمی اتفاق ومحبت کا ذریعہ بنائے اور ہمیں ہر موقع پر اعتدال کا دامن تھامنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

والسلام! محمد اسحاق غفرلہ

صفر المظفر 1434ھ بمطابق دسمبر 2012ء

مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ کو مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے بہت سی چیزوں میں اختلاف ہے...... مگر جب بھی مجلس میں ذکر آتا تو ''مولانا احمد رضا خان صاحب'' فرماتے۔

ایک دفعہ مجلس میں بیٹھنے والے ایک شخص نے مولانا کہے بغیر صرف احمد رضا خان کہہ دیا تو حضرت نے ڈانٹا اور خفا ہو کر فرمایا کہ عالم تو ہیں اگرچہ اختلاف ہے تم منصب کی بے احترامی کرتے ہو یا کس طرح جائز ہے......!

ف: رائے کا اختلاف اور چیز ہے اور اس عالم کی عزت کرنا اور چیز ہے تو بہر حال وہ حجت سے اختلاف کرنا الگ چیز ہے، یہ الگ بات ہے......ان کی توہین اور بے ادبی کرنا برا ہے، اسی لئے مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا کا لفظ نہ کہنے پر برا مانا حالانکہ مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مقابل جو مولانا تھے وہ انتہائی گستاخی کیا کرتے تھے مگر مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اہل علم میں سے تھے...... چاہے بالکل معاند ہی کیوں نہ ہو مگر ادب کا رشتہ ہاتھ سے نہیں چھوٹنا چاہیے۔

(بحوالہ: اسلاف کی باہمی محبت کے حیرت انگیز واقعات۔ ص:35 ملخصاً)

فرقہ بندی عروج پا چکی

اس زمانے میں چونکہ بے ادبی گستاخی کے جذبات پیدا ہو چکے ہیں، فرقہ بندی زیادہ ہو گئی ایک دوسرے کے حق میں زبان طعن وملامت اور زبان تضحیک کھولنا بہت معمولی بات بن گئی، اس واسطے میں نے یہ سمع خراشی آپ لوگوں کی کہ اگر بالفرض کسی عالم سے اختلاف آ بھی جائے تو اگر آپ خود عالم ہیں تب آپ پر فرض ہے کہ دوسرے کا احترام کریں اور اگر آپ متبع ہیں اور وہ اقتدار کر رہا ہے دوسرے عالم کی تو عمل اپنے مقتدی ومتبوع کی تحقیق پر کریں مگر دوسرے کے ساتھ تمسخر کرنا آپ کے حق میں بالکل جائز نہیں۔ بلکہ آپ یہ تاویل کریں کہ اس کے ہاتھ میں بھی حجت ہے جو ہماری سمجھ میں نہیں آتی جو وہ کہتا ہے عنداللہ وہ بھی مقبول ہے۔ ہر مجتہد خطا بھی کرتا ہے اور صواب بھی اگر خطا ہو جائے تو بھی اسے اجر ملتا ہے اور آپ اس پر عقاب اور عذاب بھیجنے لگیں یہ تو خدا کا مقابلہ ہو گیا۔ حق تعالی کے ہاں اجتہادی خطا پر بھی ملامت نہیں، آج کل فروعی اختلاف کی وجہ سے مسخرہ پن چڑھ گیا ہے۔ یہ دین کے منافی ہے، بے شک آدمی اپنی تحقیق پر کرے اور دوسرے کو معذور رکھے ادب اور احترام میں کمی نہ آنے دے یہ دانائی کی بات ہے۔

ائمہ مجتہدین کا باہمی طرز عمل

ائمہ مجتہدین کا بھی یہی طریقہ ہے کہ ایک دوسرے سے ظاہری اختلاف رکھتے ہیں

لیکن ادب اور عظمت میں کمی نہیں کرتے۔ جب امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بغداد تشریف لائے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضر ہوئے تو امام کا مسلک ہے، نماز میں فاتحہ کے بعد آمین آہستہ سے کہنا اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں زور سے کہنا افضل و اولیٰ ہے مگر جب امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے مزار والی مسجد میں نماز پڑھی تو آمین کو آہستہ سے پڑھا اور فرمایا مجھے حیا آتی ہے اس صاحب مزار سے کہ اس کے قریب آکر اس کے اجتہاد سے خلاف کروں، یہ ادب اور تادب ہے، یعنی جس حد تک گنجائش ہو، ایک تو حرام و حلال اور جائز و ناجائز کا فرق ہے کہ ایک کے ہاں جائز، دوسرے کے ہاں حرام، اس میں تو دوسرے کے مسلک پر عمل نہیں کر سکتے مگر جہاں اولیٰ اور غیر اولیٰ کا فرق ہے وہاں ادب ملحوظ رکھا جا سکتا ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے افضل پر عمل ترک کر دیا اور غیر افضل پر عمل کیا۔ امام کی رعایت سے حالانکہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس وقت مزار میں ہیں سامنے نہیں ہیں مگر یہ ادب کا عالم تھا اور یہ ادب اور تادب کی بات تھی۔

لڑنے جھگڑنے کی کوئی گنجائش نہیں

حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے درمیان بھی اختلافات تھے، آئمہ مجتہدین میں اجتہادی مسائل میں جو اختلافات ہیں وہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم میں بھی تھے لیکن باوجود اس کے ادب و احترام اور عظمت و تعظیم میں ذرہ برابر کمی نہ کی، اس لئے کہ ہمارے ہاں جھگڑوں کی وجہ کیلئے مسائل کی خاصیت نہیں ہے بلکہ ہمارے نفسانی جذبات ہیں ہم نے اپنے جذبات کو نکالنے کیلئے مسائل کو آڑ بنا رکھا ہے، اگر یہ مسائل کی خاصیت ہوتی تو سب سے پہلے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین لڑتے کیونکہ ان کے ہاں بھی اختلاف تھا۔ اس کے بعد آئمہ مجتہدین کے ہاں لاٹھی چلتی پھر علماء ربانیین آپس میں لڑتے مگر اختلاف بھی ہے اور ادب بھی یہ دراصل اختلاف رائے کے نام سے، ہم اپنے جذبات نکالتے ہیں اور میں کہا کرتا ہوں کہ لڑنے کی چیز

اصل میں جائیداد ہے مکان ہے جاگیر ہے جب مسلمانوں کے پاس یہ چیزیں نہ رہیں نہ جائیداد، نہ مکان، نہ سلطنت، سوچا کہ بھئی! دین کو لڑنے کا ذریعہ بناؤ اور مسائل کو آڑ بناؤ تو یہ مسائل کی خاصیت نہیں۔ اختلاف کرنے کی گنجائش ہے مگر لڑنے جھگڑنے کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا۔

اختلاف مسائل میں راہ صواب

اگر اجتہادی مسئلہ ہے تو اسے بیان کرو مگر لڑنا کیوں ہے؟ وہ اپنی قبر میں جائے گا اور تم اپنی قبر میں جاؤ گے کیونکر اس سے مسخرہ کرو اور اسے کیا حق ہے کہ تمہارا استہزاء کرے، آپ نے بیان کیا امر بالمعروف کا حق ادا ہوگیا، اب اگر کوئی نہیں مانتا نہ مانے، اگر اس کے پاس کوئی حجت ہے تو وہ عنداللہ جواب دے گا، تم ذمہ دار نہیں نہ تم سے آخرت میں پوچھا جائے گا اور پھر دین منوانا (یعنی اصول دین پر کسی کو مجبور کرنا بھی ضروری نہیں) چہ جائیکہ فروعی اور اجتہادی مسائل کا منوانا بھی ضروری ہو، بہر حال آج کل ذرا ذرا سے اختلافی مسائل پر لوگ نزاع کا دروازہ کھول دیتے ہیں، اس سے مسلمانوں میں جھگڑے پیدا ہوتے ہیں اور مسلمانوں کی قوت زائل ہو رہی ہے۔

حضرت شیخ عبدالقاد جیلانی ررحمۃ اللہ علیہ کی نصیحت

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس اللہ سرہ نے اپنے ایک مرید کو خلافت دی اور فرمایا کہ فلاں مقام پر جا کر دین کی تبلیغ و اشاعت کرو چلتے چلتے مرید نے عرض کیا کہ کوئی نصیحت فرمائیے مجھے۔ شیخ نے فرمایا کہ دو باتوں کی نصیحت کرتا ہوں کہ خدائی کا دعویٰ مت کرو اور نبوت کا دعویٰ مت کرو۔

وہ حیران ہوا کہ حضرت میں برسہا برس آپ کی صحبت میں رہا، کیا اب بھی یہ احتمال اور خطرہ تھا کہ میں خدائی اور نبوت کا دعویٰ کروں گا، فرمایا کہ خدائی اور نبوت کے دعویٰ کا مطلب سمجھ لو، پھر بات کرو، خدا کی ذات وہ ہے کہ وہ جو کہہ دے وہی اٹل ہو، اس سے اختلاف کبھی نہیں ہوسکتا جو انسان اپنی رائے کو اس درجہ میں پیش کرے کہ وہ اٹل

ہو، اس کے خلاف نہ ہو سکے کوئی بندہ اپنی رائے پر اتنا اصرار کرے تو اس سے بڑھ کر خدائی کا دعویٰ کیا ہوگا؟

اور نبی وہ ہے کہ جو زبان سے فرمائے وہ سچی بات ہے کبھی جھوٹ نہیں ہوسکتا جو شخص اپنے قول کے بارے میں کہے کہ یہ اتنی سچی بات ہے کہ اس کے خلاف ہو نہیں سکتا وہ در پردہ گویا نبوت کا مدعی ہے کہ میری بات غلط نہیں ہوسکتی حالانکہ اس کی رائے ہے۔

فساد یا اصلاح......!

تو ایک شخص اجتہادی رائے کے بارے میں اتنا جمود کرے کہ کسی کو معذور بھی نہ سمجھ سکے، یہ درحقیقت عوام کی اصلاح نہیں فساد ہے تو ایک چیز کو چلانے کی ضرورت نہیں کہ بار بار کہے، بس ہو گیا ایک مسئلہ کا اعلان، ماننے والے مانیں گے، تم ذمہ دار اور خدائی ٹھیکہ دار نہیں ہو ایک مسئلہ کا ضد اور اصرار کے ساتھ پیش کرتے رہنا اور چباتے رہنا، اس سے خواہ مخواہ عوام میں نزاعات پیدا ہوتے ہیں، کہنے والا تو بچ گیا اور مصیبت عوام پر آ گئی۔

تبلیغی اور ترجیحی مسائل میں فرق

ہاں ایک ہیں دین کے اصول' نماز فرض ہے، روزہ رکھنا' زکوٰۃ دینا فرض ہے، آپ زور سے کہہ سکتے ہیں لیکن فروعی اور اجتہادی چیزوں میں آپ زور دیں، تو یہ تبلیغی چیزیں ہی نہیں آپ زور کہاں سے دیتے ہیں، مثلاً حنفی مسائل ہیں جو تبلیغی مذاہب ہی نہیں آپ سٹیج پر کھڑے ہو کر کہیں کہ لوگو! تم حنفی بن جاؤ اور شافعی مت بنو یا شافعی کہے کہ لوگو !شافعی بن جاؤ حنفی مت بنو یہ ترجیحی مذاہب ہیں، تبلیغی نہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ فلاں عمل واجب یا افضل ہے اور فلاح عمل نہیں تو ترجیحی مذاہب کو تبلیغی مذاہب مت بناؤ کہ اگر کسی عالم کو کوئی جزئی تحقیق ہو، خواہ مخواہ اس کی تبلیغ پر ضد اور اصرار کیا جائے۔

بہر حال آج کل یہ چیز پیدا ہو گئی ہے بہت گستاخی، جسارت اور جرات ہو رہی ہے، اس واسطے یہ چند باتیں عرض کر دیں، اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے

آمین! (خطبات حکیم الاسلام جلد سوم)

(بحوالہ: اسلاف کی باہمی محبت کے حیرت انگیز واقعات۔ ص: 45 تا 41)

باہمی اختلاف اور حکیم الامت رحمہ اللہ کے ارشادات

ہر اختلاف برا نہیں

☆ فساد کے معنی ہیں حالت کا اعتدال شرعی سے نکل جانا اور یہ افتراق ہی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ کبھی اتفاق سے بھی فساد ہوتا ہے پس ایسا اتفاق بھی مذموم ہے۔

اگر اختلاف ہو جائے تو کیا کریں؟

☆ ارشاد فرمایا کہ جب کسی معاملہ میں لوگ تم سے جھگڑا کریں تو تم رطب و یابس سب اس کے حوالہ کر کے خود علیحدہ ہو جاؤ۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میرا عمر بھر کا یہی معمول ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے معمول پر ایک حدیث سے بھی استدلال فرمایا ہے جو جامع صغیر میں رزین سے مرفوعاً روایت کی ہے۔

نعم الرجل الفقیہ، ان احتیج الیہ نفع، و ان استغنی عنہ اغنی نفسہ۔

بہت اچھا وہ مرد فقیہ ہے کہ اگر لوگ اس کی ضرورت محسوس کریں تو ان کو نفع پہنچائے اور اگر لوگ اس سے استغناء برتیں تو یہ بھی ان سے استغناء کا معاملہ کر لے۔

اور فرمایا کہ اسی لئے آج کل دارالعلوم دیوبند کی سرپرستی سے بھی استعفیٰ دیدیا ہے، مجھے جھگڑوں اور سوال جواب میں پڑنے کی کہاں فرصت ہے۔

(مجالس حکیم الامت)

اگر مخالفین مدرسہ خالی کروانا چاہیں

فرمایا اس زمانہ میں یہاں بھی تجویز ہوئی تھی کہ ان سے خانقاہ و مدرسہ خالی کرانا چاہیے اور میں ہر وقت اس پر تیار تھا کہ اگر ایک بچہ نے بھی آ کر مجھ سے کہا میں فوراً بلا مزاحمت خانقاہ خالی کردوں گا۔ احباب کو یہ سوچ تھی کہ پھر یہ مجمع کہاں رہے گا، خدا

کی قدرت اسی زمانہ میں یہ عجیب قصہ پیش آیا کہ فلاں جگہ ایک شخص کا انتقال ہوا تو اس شخص نے چار ہزار کی رقم کے متعلق وصیت کی کہ یہ رقم تھانہ بھون کے فلاں خانقاہ و مدرسہ کو بھیج دی جائے چنانچہ اس رقم کی یہاں اطلاع آئی اور وہ رقم اتنی تھی کہ اگر خانقاہ از سر نو تعمیر کراتا تب بھی اس سے ممکن تھا۔ چنانچہ میں نے ایک جگہ بھی تجویز کر لی تھی مگر بفضلہٖ تعالیٰ سب کی گردنیں نیچی رہیں۔ بعد میں ان کے بعض سرغنہ آ کر درخواست کرنے لگے کہ یہاں سے نہ جایئے ورنہ ہماری بڑی رسوائی ہوگی۔ میں نے اس وقت یہ کہنا مناسب سمجھا کہ میں تو حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بٹھلایا ہوں کیسے جا سکتا ہوں۔ ہم نے اس حالت میں بھی عدالتوں میں کسی طور پر بھی جانا پسند نہیں کیا۔
(القول الجلیل)

اگر مدرسہ میں ہنگامہ اور سٹرائیک کی نوبت آجائے

مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر ہے جس کو مولانا خلیل احمد صاحب اور مولانا دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کے نام تحریر فرمایا تھا جب کہ وہ مخالفین کی وجہ سے کچھ پریشان تھے۔ اس میں ایک جملہ یہ بھی تھا کہ میرے عزیز و تم کیوں پریشان ہوتے ہو۔ مدرسہ مقصود نہیں حق تعالیٰ کی رضامندی مقصود ہے اور اس کے بہت سے طرق ہیں منجملہ ان کے ایک مدرسہ بھی ہے اگر مدرسہ رہے کام کیے جاؤ اور اگر نہ رہے کسی اور جگہ بیٹھ کر کام کر لینا۔
(ملفوظات) (بحوالہ: اسلاف کی باہمی محبت کے حیرت انگیز واقعات۔ ص:49)

اختلاف کی جڑ و بنیاد

ہمارے مرشد حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اختلاف و منافرت کی بنیاد کبر ہے۔ اختلاف ہمیشہ نفسانیت اور ترفع سے ہوا کرتا ہے۔ (مجالس حکیم الامت)

اتحاد و اتفاق کس طرح باقی رہ سکتا ہے

حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے اتفاق کی جڑ تواضع ہے دو

متکبروں میں کبھی اتفاق نہیں ہوتا کیونکہ جب کسی شخص میں تواضع ہوتی ہے تو اس کو یہ مشکل نہیں معلوم ہوتا کہ اپنے آپ کو دوسرے کا تابع بنادے اور اپنی رائے کو دوسرے کی رائے کے مقابلہ میں اصرار نہ کرے اور متکبر سے یہ کام کبھی نہیں ہوتا۔

(تجارت آخرت)

اتفاق کی جڑ تواضع ہے جو لوگ متواضع ہوں گے آپس میں نزاع ہو ہی نہیں سکتا اور بدون تواضع کے کبھی اتفاق پیدا نہیں ہوسکتا۔ (محاسن الاسلام، ماخوذ وصیۃ العرفان)

مدارس میں انجمن بازی کی خرابی

فرمایا میں متعارف انجمن بازی کے خلاف ہوں خصوصاً مدارس دینیہ میں کیونکہ اس سے حریت پیدا ہوتی ہے جو مدارس کے واسطے زہر ہوجاتی ہے۔

ایک مولانا صاحب نے یہ کیا کہ پڑھنے والے لڑکوں کی انجمن بنائی، کسی طالب علم سے قصور ہوجاتا تو طلبہ سے مشورہ لیتے کہ کیا سزا دینا چاہیے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ایک دن سب طلبہ نے متفق ہوکر کسی بات میں مولانا صاحب کی مخالفت کی آخر مولانا صاحب کو علیحدہ ہونا پڑا۔ یہ اثر ہے آزادی کا۔

دوسری بات یہ ہے کہ ایسی انجمنوں میں تقریر بھی لازم ہے اور تقریر کی فکر میں درسیات کا مطالعہ نہیں کرتے مضمون ہی تلاش کرتے رہ جاتے ہیں تعلیم مقصود چوپٹ ہوجاتی ہے۔ اس لئے میں نے اپنے یہاں یہ انتظام کیا ہے کہ اگر کوئی کافیہ پڑھنے والا ہے تو کافیہ ہی کا کوئی مضمون دے دیا کہ اس کی تقریر کرو اور اگر مشکوٰۃ پڑھ چکا ہے تو کوئی حدیث دے دی کہ اس کی تقریر کرو اس سے زبان بھی کھل جاتی ہے یعنی بولنے کا عادی بھی ہوجاتا ہے اور پڑھانے کا ڈھنگ بھی آجاتا ہے اور تعلیم کا نقصان بھی نہیں ہوتا۔ (الکلمۃ الحسن)

آج کل کے جلسے اور انجمنیں بالکل رسم بلامعنی ہیں اور صورت بھی ٹھیک نہیں اور لوگوں نے ان کو محض رسم سمجھ کر اختیار کیا ہے نفع پہنچانا ہرگز مقصود نہیں۔ (تجارت آخرت)

آپس کے اختلافات گروہ بندیاں اور ان کی مذمت

باوجود اس کے کہ سب مدارس اسلامیہ کی غرض متحد ہے مگر پھر بھی ان میں سے بعض میں باہم تزاحم وتضادم ہوتا ہے کہیں اعلانیہ کہ ہر مدرسہ کی طرف سے دوسرے مدرسہ کے خلاف تحریراً وتقریراً سعی ہوتی ہے۔ اشتہارات میں دوسرے کو گھٹایا جاتا ہے، اہل چندہ کو دوسری جگہ اعانت کرنے سے منع کیا جاتا ہے اور کہیں خفیہ طور پر کہ عوام کو تو اطلاع نہ ہو مگر کارکن لوگ اور دوسرے اہل فہم بھی سمجھ جاتے ہیں پھر شدہ شدہ عوام پر بھی اس کا ظہور ہو جاتا ہے اور اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ عوام یہ گمان کرتے ہیں کہ بس یہ مدارس اسی غرض سے قائم کئے گئے ہیں کہ ان کے ذریعہ سے مال وجاہ حاصل کریں۔ پھر یہ تزاحم یہاں تک ترقی کرتا ہے کہ اہل چندہ سے متجاوز ہو کر طالب علموں تک کو ہر مدرسہ اپنی طرف کھینچتا ہے حتیٰ کہ بعض اوقات طالب علموں کی اطاعت کی جاتی ہے یہ سب دلیل ہے عدم خلوص اور عدم للّٰہیت کی۔ (حقوق العلم)

علماء کو برا بھلا کہنا اور ان کی برائی سننا

''دوسرے علماء کو برا بھلا کہنا'' اس سے بعض اوقات معصیت بھی ہو جاتی ہے عوام پر برا اثر ہوتا ہے وہ سب سے بدگمان ہو جاتے ہیں اگر کسی صاحب کو باطل کے شر سے بچانا ہی ضروری ہو تو تہذیب کے ساتھ اطلاع کر دینا کافی ہے اور جس طرح خود اس میں مشغول ہونا مضر ہے اسی طرح کسی دوسرے مشغول کے ساتھ شریک ہو جانا یعنی کسی دوسرے شکایت کرنے والے سے علماء کی شکایت سن لینا بھی ایسا ہی مضر ہے۔ (حقوق العلم، تجدید العلم)

(بحوالہ: اسلاف کی باہمی محبت کے حیرت انگیز واقعات۔ ص: 51 تا 52)

دشمنی میں اعتدال

(مفتی محمد تقی عثمانی صاحب فرماتے ہیں) اگر کسی کے ساتھ دشمنی ہے اور کسی سے تعلقات اچھے نہیں ہیں تو یہ نہ ہو کہ ہو کہ اس کے ساتھ تعلقات اچھے نہ ہونے کی وجہ

سے اس کے اندر ہر وقت کیڑے نکالے جا رہے ہیں، اس کے ہر کام میں عیب تلاش کئے جا رہے ہیں۔ ارے بھائی اگر کوئی آدمی برا ہوگا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے اندر اچھائی بھی رکھی ہوگی، ایسا نہ ہو کہ عداوت کی وجہ سے تم اس کی اچھائیوں کو بھی نظر انداز کرتے چلے جاؤ۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ’’لا یجرمنکم شنان قوم علی الا تعدلوا‘‘ (سورۃ المائدہ: 8)

یعنی کسی قوم کے ساتھ عداوت تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم اس کے ساتھ انصاف نہ کرو۔ بیشک اس کے ساتھ تمہاری دشمنی ہے لیکن اس دشمنی کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اب اس کی اچھائی کا بھی اعتراف نہ کیا جائے، بلکہ اگر وہ کوئی اچھا کام کرے تو اس کی اچھائی کا اعتراف کرنا چاہیے لیکن چونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد عام طور پر ہمارے پیش نظر نہیں رہتا، اس لئے محبتوں میں بھی حدود سے تجاوز ہو جاتا ہے اور بغض اور عداوت میں بھی حدود سے تجاوز ہو جاتا ہے۔

حجاج بن یوسف کی غیبت

آج حجاج بن یوسف کو کون مسلمان نہیں جانتا، جس نے بے شمار ظلم کئے، کتنے علماء کو شہید کیا، کتنے حافظوں کو قتل کیا، حتیٰ کہ اس نے کعبہ شریف پر حملہ کر دیا، یہ سارے برے کام کئے اور جو مسلمان بھی اس کے ان برے افعال کو پڑھتا ہے تو اس کے دل میں اس کی طرف سے کراہیت پیدا ہوتی ہے لیکن ایک مرتبہ ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے حجاج بن یوسف کی برائی شروع کر دی اور اس برائی کے اندر اس کی غیبت کی، تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فوراً ٹوکا اور فرمایا کہ یہ مت سمجھنا کہ اگر حجاج بن یوسف ظالم ہے تو اب اس کی غیبت حلال ہو گئی یا اس پر بہتان باندھنا حلال ہو گیا۔ یاد رکھو جب اللہ تعالیٰ قیامت کے دن حجاج بن یوسف سے اس کے ناحق قتل اور ظلم اور خون کا بدلہ لیں گے تو تم اس کی جو غیبت کر رہے ہو یا بہتان باندھ رہے ہو تو اس کا بدلہ اللہ تعالیٰ تم سے لیں گے۔ یہ نہیں کہ جو شخص

بدنام ہوگیا تو اس کی بدنامی کے نتیجے میں اس پر جو چاہو الزام عائد کرتے چلے جاؤ، اس پر بہتان باندھتے چلے جاؤ اور اس کی غیبت کرتے چلے جاؤ۔ لہٰذا عداوت اور دشمنی بھی اعتدال کے ساتھ کرو اور محبت بھی اعتدال کے ساتھ کرو۔

(بحوالہ: اسلاف کی باہمی محبت کے حیرت انگیز واقعات۔ ص: 57,58)

ooo

حق کی بنیاد پر باہمی تعاون

انما المؤمنون اخوۃ

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ فرماتے ہیں: آج ہمارے معاشرے میں یہ منظر نظر آتا ہے کہ جو غریب قسم کے لوگ ہیں وہ تو ایک دوسرے کی مدد کرنے کیلئے تیار ہو جاتے ہیں لیکن دولت مند معاشرے میں یہ منظر نظر آتا ہے کہ کسی کو اس کی پرواہ ہی نہیں ہے کہ میرے پڑوسی کا کیا حال بن رہا ہے، اس کے اوپر کیا گزر رہی ہے، بلکہ ہر شخص اپنے حال میں مگن ہے، ایک مرتبہ میں نے خود یہ منظر دیکھا کہ ایک کار نے آدمی کو ٹکر ماردی، وہ شخص سڑک پر گر گیا اور وہ کار والا مارتا ہوا نکل گیا، اس کار والے نے یہ نہیں سوچا کہ یہ مجھ سے زیادتی ہوئی ہے تو میرا فرض بنتا ہے کہ میں اس کو کچھ طبی امداد پہنچاؤں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمارہے ہیں کہ ایک مومن کا یہ کام نہیں کہ وہ دوسرے مومن کو بے یار و مددگار چھوڑ کر اس طرح چلا جائے بلکہ جہاں موقع ہو اور جتنی استطاعت ہو، وہ دوسرے مومن کی مدد کرے، بہرحال! اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''انما المومنون اخوۃ'' یعنی سارے مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں، چاہے وہ تمہاری زبان نہ بولتا ہو، چاہے وہ تمہاری نسل سے تعلق نہ رکھتا ہو لیکن اگر وہ مومن ہے تو تمہارا بھائی ہے۔

کلمہ ''لا الہ الا اللہ'' کا رشتہ

اللہ تعالیٰ نے یہ ''لا الہ الا اللہ'' کا رشتہ ایسا مضبوط بنایا ہے کہ یہ کسی زبان کا محتاج

نہیں۔ مجھے وہ منظر کبھی نہیں بھولتا کہ آج سے تقریباً 15,20 سال پہلے میرا چین جانا ہوا اور اس زمانے میں چین کے اندر باہر کے لوگوں کے آنے کا سلسلہ نیا نیا شروع ہوا تھا، اب بھی وہاں بہت بڑی تعداد میں مسلمان آباد ہیں۔ مسلمانوں کے ایک علاقے میں میرا جانے کا اتفاق ہوا اس وقت وہاں برفباری ہو رہی تھی، اور درجہ حرارت منفی 16 ڈگری تھا، فجر کے وقت ہمیں ایک علاقے سے گزرنا تھا جہاں مسلمانوں کی آبادی تھی، اس علاقے کے مسلمانوں کو یہ اطلاع ملی تھی کہ پاکستان کے مسلمانوں کا ایک وفد آرہا ہے، چنانچہ وہ لوگ کئی گھنٹے پہلے سے پہاڑی کے درمیان برفباری کے اندر صرف باہر کے مسلمانوں کی ایک جھلک دیکھنے کیلئے کھڑے ہو گئے۔

جب ہمارا قافلہ ان کے قریب سے گزرا تو ان کی زبان پر صرف ایک نعرہ تھا ''السلام علیکم'' اور سلام کرتے ہی ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، اس لئے کہ زندگی میں پہلی مرتبہ انہوں نے اپنے وطن سے باہر کسی مسلمان کی شکل دیکھی تھی، میں سوچ رہا تھا کہ نہ ہم ان کی زبان جانتے ہیں، نہ ان سے بات کر سکتے ہیں، نہ یہ ہماری بات سمجھیں گے اور نہ ہم ان کی بات سمجھیں گے، خاندانی اعتبار سے، نسلی اعتبار سے، زبان کے اعتبار سے ان کے ساتھ کوئی رشتہ نہیں تھا لیکن دل میں محبت کے دریا صرف اس لئے موجزن تھے کہ ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' پڑھنے والے تھے ''انما المؤمنون اخوۃ'' کا منظر اللہ تعالیٰ نے وہاں دکھا دیا۔

مسلمان مسلمان کے خلاف صف آرا

اگر دماغ میں یہ بات بیٹھ جائے کہ ہر مسلمان ہمارا بھائی ہے تو نہ جانے کتنے جھگڑے، کتنے فساد، کتنے قتل و قتال ختم ہو جائیں۔

افسوس یہ ہے کہ آج یہ سبق ہم لوگ بھولتے جا رہے ہیں، آج مسلمان مسلمان کا گلا کاٹ رہا ہے، آج مسلمان مسلمان کے خلاف صف آرا ہے، آج مسلمان مسلمان کو قتل کرنے کی فکر میں ہے، مذہب کے نام پر، دین کے نام پر، عبادت کے نام پر یہ

سب کام ہورہے ہیں، عبادت گاہیں تک محفوظ نہیں رہیں، ان پر بھی حملے کئے جارہے ہیں، یہ سارا فساد اس بات کا ہے کہ آج ہم قرآن کریم کی تعلیمات سے دور ہوتے چلے جارہے ہیں۔

مسلمان کو قتل کرنے کی سزا

آج ہم نے معمول کی چند عبادات کا نام دین رکھ لیا ہے، لیکن دین کی وسیع تعلیمات جو قرآن کریم ہمیں بتلا رہا ہے ان سے نہ صرف ہم غافل ہیں بلکہ ان کو دین کا حصہ سمجھنے کیلئے بھی تیار نہیں، قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ:

”ومن یقتل مومنا متعمد فجزآؤہ جهنم خالداًفیها“(النساء:93)

یعنی جو شخص کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کرے' اس کی سزا جہنم ہے' جس میں وہ ہمیشہ رہے گا' دوسری جگہ ارشاد فرمایا کہ:

”من قتل نفساًبغیر نفس او فساد فی الارض فکانما قتل الناس جمیعاً“

(المائدہ:32)

یعنی اگر کوئی شخص کسی ایک آدمی کو قتل کردے، بغیر اس کے کہ اس نے کسی کو قتل کیا ہو یا اس نے زمین میں فساد پھیلایا ہو' تو وہ شخص ایسا ہے جیسے اس نے سارے انسانوں کو قتل کردیا۔ جس دین میں ایسی ہدایات موجود ہیں' اس دین کے نام لیوا' اور اس دین کے پیروکار ایک دوسرے کے قتل وقتال میں ملوث ہوں' یہ اتنا بڑا وبال ہے جو ہمارے اوپر مسلط ہوگیا ہے۔

اس وقت کسی کا ساتھ مت دو

ان آیات کریمہ میں یہ جو حکم دیا گیا ہے کہ ظالم کا ساتھ نہ دو، بلکہ مظلوم کا ساتھ دو، یہ حکم اس وقت ہے جبکہ واضح طور پر پتہ چل جائے کہ یہ شخص حق پر ہے، دوسرا ناحق ہے اس وقت تو فرض بنتا ہے کہ حق والے کا ساتھ دیا جائے، لیکن بہت سی مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ جہاں حق واضح نہیں ہوتا، مثلاً دوگروہ آپس میں لڑرہے ہیں اور

یہ پتہ نہیں چل رہا ہے کہ کون حق پر ہے اور کون باطل پر ہے ایسی صورت کے بارے میں خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ایک وقت ایسا آئے گا کہ دو فریق آپس میں لڑ رہے ہیں ہوں گے، اور دونوں مسلمان کہلائیں گے اور یہ فیصلہ کرنا مشکل ہوگا کہ کون حق پر ہے اور کون باطل پر ہے، آپ نے فرمایا کہ یہ لوگ اندھے جھنڈے کے تحت لڑ رہے ہوں گے، ایسے وقت کیلئے آپ نے یہ ہدایت دی کہ تم اس وقت ان سب سے کنارہ کشی اختیار کرلو اور کسی کا ساتھ نہ دو نہ کسی کی حمایت کرو نہ کسی کی مخالفت کرو، بس خاموش ہوکر اپنے کام سے کام رکھو، اس لئے کہ اگر تم کسی کا ساتھ دو گے تو کہیں ایسا نہ ہو کہ کسی مظلوم پر تمہاری طرف سے ظلم ہوجائے۔ بہرحال! حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسی صورت میں علیحدہ رہنے کا حکم دیا ہے اور ایسی صورت کو ''فتنہ'' سے تعبیر کیا ہے۔

فتنہ کے وقت اپنے گھر میں بیٹھ جاؤ

''فتنہ'' اسی کا نام ہے کہ انسان پر حق واضح نہ ہو، یہ پتہ نہ ہو کہ کون حق پر ہے اور کون باطل پر ہے، اگر حق واضح ہوجائے تو وہ فتنہ نہیں لیکن اگر حق واضح نہیں ہو رہا ہے تو وہ ''فتنہ'' ہے اور فتنہ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے الگ رہنے کا حکم دیا ہے، بلکہ یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے گھر میں چپ چاپ بیٹھ جاؤ، اور باہر نکل کر لڑنے والے گروہوں کو دیکھو تک نہیں، اس لئے کہ فتنہ ایسی چیز ہے کہ اگر تم اس کی طرف دیکھو گے تو وہ فتنہ تمہیں اچک لے گا، اس لئے اس سے دور رہو، ہمارے یہاں بہت سی لڑائیاں، بہت سے جھگڑے خاص طور پر سیاسی نوعیت کے جھگڑے ایسے ہوتے ہیں کہ ان میں عام طور پر یہ صورتحال پیدا ہوجاتی ہے، ایسی صورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد یہی ہے کہ آدمی اس سے کنارہ کش رہے۔ (اصلاحی خطبات جلد 16)

(بحوالہ: اسلاف کی باہمی محبت کے حیرت انگیز واقعات۔ ص:62 تا 65)

ooo

قومی عصبیت کو ہوا نہ دیجئے

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے باہمی جھگڑوں اور اختلافات کو ختم کرنے کی تدبیریں بیان فرمائی ہیں، اگر مسلمانوں کے درمیان آپس میں جھگڑا ہوجائے تو عام مسلمانوں کو یہ ترغیب دی گئی ہے کہ ان کے درمیان مصالحت کرائیں اور اگر مصالحت نہ ہو سکے تو پھر ظالم کے خلاف مظلوم کی مدد کریں۔

جھگڑے کے مختلف اسباب

پھر ان اسباب کی نشاندہی فرمائی ہے جن سے عام طور پر جھگڑے پیدا ہوتے ہیں' چنانچہ فرمایا کہ کوئی مسلمان دوسرے مسلمان کا مذاق نہ اڑائے، کیونکہ بسا اوقات اس کی وجہ سے جھگڑا پیدا ہوجاتا ہے کہ ایک آدمی دوسرے کا مذاق اڑاتا ہے اور اس سے دوسرے کو تکلیف پہنچتی ہے اس طرح لڑائی جھگڑا کھڑا ہوجاتا ہے۔

پھر فرمایا کہ تم ایک دوسرے کی جستجو اور ٹوہ میں نہ پڑو کہ ایک دوسرے کا عیب تلاش کرنے کی کوشش کرتے رہو، کیونکہ بسا اوقات جھگڑے اس کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں کہ ایک آدمی خواہ مخواہ دوسرے کے معاملات میں دخل اندازی کرتا ہے، اس کے معاملات کی جاسوسی کرتا ہے دوسرے کو اس سے تکلیف ہوتی ہے اور اسکے نتیجے میں لڑائی جھگڑا پیدا ہوجاتا ہے۔

پھر فرمایا کہ ایک دوسرے کو طعنے مت دو کیونکہ طعنہ دینے سے تکلیف ہوتی ہے اور اس کے نتیجے میں جھگڑا پیدا ہوتا ہے۔

ایک دوسرے کے برے نام نہ رکھو، کیونکہ ایک آدمی کا اچھا نام ہے۔ آپ نے اس کا نام بگاڑ کر کوئی نام رکھ دیا، جس سے اس کو تکلیف ہوتی ہے اور اس کے نتیجے میں جھگڑا پیدا ہوتا ہے۔

پھر فرمایا کہ ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو، اس لئے کہ جب سامنے والے کو پتہ چلتا

ہے کہ میرے پیچھے میری برائی بیان کی گئی تھی تو اس سے اس کو تکلیف ہوتی ہے اور اس کے نتیجے میں جھگڑا پیدا ہوتا ہے۔ بہر حال! جھگڑے کے بہت سے اسباب اللہ تعالیٰ نے اس سورہ حجرات میں بیان فرمائے ہیں اور ان کو ختم کرنے کی تاکید فرمائی ہے۔

جھگڑے کا ایک اور سبب ''قومی عصبیت''

ایک اور جھگڑا جو ہمارے درمیان پیدا ہوتا ہے اس کو ختم کرنے کا ایک بہت اہم اصول اس سورہ میں بیان فرمایا ہے وہ یہ کہ بعض اوقات اس بناء پر جھگڑے پیدا ہوتے ہیں کہ انسانوں کے دو گروہ ہیں اور دونوں گروہوں نے اپنے خاندان، اپنے قبیلے، اپنی زبان اور اپنے وطن کے اعتبار سے اپنی اپنی جماعت بنائی ہوئی ہے، اور اس طرح انہوں نے مسلمانوں کو تقسیم کر دیا ہے کہ یہ سندھی ہے، یہ بنگالی ہے، یہ پنجابی ہے، یہ پٹھان ہے، یہ مہاجر ہے، یہ فلاں ہے اور صرف تقسیم ہی نہیں کیا بلکہ ہر جماعت اپنے کو دوسرے سے زیادہ افضل اور دوسرے سے زیادہ اعلیٰ، زیادہ بلند مرتبہ سمجھتی ہے اور دوسرے کو اپنے مقابلے میں حقیر سمجھتی ہے، میں جس جماعت سے جس خاندان سے تعلق رکھتا ہوں وہ بہت عزت والا ہے اور دوسرا جس گروہ جس جماعت سے تعلق رکھتا ہے وہ معاذ اللہ حقیر اور ذلیل ہے بہت سے جھگڑے اس سوچ کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔

شرافت کی بنیاد خاندان نہیں

قرآن کریم نے اس دوسری قسم کے جھگڑوں کو ختم کرنے کیلئے سارے انسانوں سے خطاب کرتے ہوئے بہت اہم اصول بیان فرمایا کہ اے لوگو! اس میں صرف مسلمانوں سے خطاب نہیں ہے بلکہ ساری انسانیت سے خطاب ہے کہ اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک ہی مرد اور ایک ہی عورت سے پیدا کیا تم سب کے جد امجد حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور تم سب کی ماں حضرت حوا علیہا السلام ہیں، سارے انسان انہی دونوں سے پیدا ہوئے ہیں اس کے بعد ہم نے تمہیں مختلف گروہوں اور مختلف قبیلوں میں تقسیم کر دیا، یہ فلاں قبیلے سے تعلق رکھتا ہے، یہ فلاں برادری سے تعلق رکھتا ہے اور یہ تقسیم ہم

نے صرف اس لئے کی ہے تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو، شناخت کر سکو، مثلاً عبداللہ کئی انسانوں کا نام ہے لیکن ایک عبداللہ کو دوسرے عبداللہ سے ممتاز کرنے کیلئے کہا جا سکتا ہے کہ یہ عبداللہ وہ ہے جو کراچی میں پیدا ہوا اور یہ عبداللہ وہ ہے جو لاہور میں پیدا ہوا اور یہ عبداللہ فلاں خاندان سے تعلق رکھتا ہے یہ عبداللہ فلاں خاندان سے تعلق رکھتا ہے، صرف پہچاننے کیلئے ہم نے یہ قبیلے بنائے، لہٰذا شرف اور فضیلت کا مدار خاندانوں اور قبیلوں پر نہیں ہے، کوئی انسان دوسرے انسان پر اس بناء پر فوقیت نہیں رکھتا کہ وہ کسی خاص خاندان سے تعلق رکھتا ہے یا کسی خاص قبیلے سے تعلق رکھتا ہے۔

عزت کی بنیاد ''تقویٰ'' ہے

شرافت اور بزرگی اگر کسی کو حاصل ہوگی تو وہ تقویٰ کی بنیاد پر ہوگی۔

''ان اکرمکم عنداللہ اتقٰکم''

تم میں سب سے زیادہ شریف اور اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ باعزت وہ ہے جو تم میں زیادہ متقی ہو، جتنا متقی ہوگا، اتنا ہی وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں باعزت ہوگا' چاہے وہ کسی نچلی ذات سے تعلق رکھتا ہو یا' معمولی خاندان سے تعلق رکھتا ہو لیکن وہ اللہ تعالیٰ کے یہاں بہت عظمت والا ہے عزت والا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے عمل سے اس کو ثابت کر کے دکھایا۔

اہل عرب اور قبائلی عصبیت

عرب کے لوگوں میں قبائلی عصبیت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، فلاں قبیلہ اونچے درجے کا ہے، فلاں قبیلہ نیچے درجے کا ہے، یہ قبیلہ زیادہ بزرگی والا ہے، یہ قبیلہ کم بزرگی والا ہے، یہ تصورات ذہنوں میں پیوست تھے اور اس طرح پیوست تھے کہ ذہنوں سے نکلتے نہیں تھے اور جب عربوں کے ہی بعض قبیلوں میں آپس میں اونچ نیچ تھی تو عرب سے باہر کے لوگوں کو کوئی درجہ دینے کا سوال ہی نہیں تھا بلکہ اہل عرب سارے غیر عرب کو عجم کہتے تھے اور عجم کے معنی ہیں ''گونگا''، یعنی سب گونگے ان کو بولنا

نہیں آتا، لہٰذا عجمیوں کو وہ نچلے درجے کا سمجھتے تھے۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا مقام

لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے عمل کے ذریعہ یہ ثابت کر دیا کہ کوئی آدمی چاہے کسے قبیلے سے تعلق رکھتا ہو کسی بھی علاقے کا باشندہ ہو، جب وہ اللہ کا بندہ بن گیا، اور اللہ کے آگے اس نے اپنا سر جھکا دیا، اللہ کا خوف اس کے دل میں پیدا ہو گیا اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت اس نے کر لی وہ اب دوسروں پر بازی لے گیا، چاہے وہ کالا حبشی ہی کیوں نہ ہو، حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کو دیکھیں اللہ تعالیٰ نے ان کو کیا مقام بخشا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ اے بلال! یہ بتاؤ کہ کون سا عمل تم ایسا کرتے ہو کہ میں نے جنت میں اپنے سے آگے تمہارے قدموں کی چاپ سنی؟ اذان دینے کا جو عظیم منصب تھا اس کیلئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کو منتخب فرمایا۔ دنیا دیکھتی رہ گئی کہ قبیلے کے بڑے بڑے لوگ تھے، جیسے ابوسفیان، ابوجہل اور ابولہب امیہ بن خلف، یہ سب اپنے قبیلوں کے سردار سمجھے جاتے تھے، یہ سب تو ایک طرف ہٹ گئے اور اس حبشی غلام (حضرت بلال رضی اللہ عنہ) کو اللہ تعالیٰ نے یہ مقام بخشا۔

حضرت زاہد رضی اللہ عنہ کا مقام

روایات میں آتا ہے کہ مدینہ منورہ سے کچھ فاصلے پر ایک گاؤں تھا' اس میں ایک صاحب رہا کرتے تھے، جو بالکل مفلس اور فقیر قسم کے آدمی تھے' سیاہ فام تھے' سارا جسم سیاہ تھا، پھٹے پرانے کپڑے پہنے رہتے تھے' کبھی کبھار کوئی چیز خریدنے کیلئے یا بیچنے کیلئے مدینہ منورہ آیا کرتے تھے ان کا نام زاہد تھا' جب وہ آیا کرتے تھے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے ساتھ بڑی محبت کا معاملہ فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بازار سے گزر رہے تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا کہ زاہد کھڑے ہوئے ہیں اور ان کی پشت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

طرف ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیچھے سے جا کر ان کی کولی بھر لی اور ان کی آنکھوں پر ہاتھ رکھ دیئے اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آواز لگائی کہ کون ہے جو یہ غلام مجھ سے خرید لے، اس طرح مذاق میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے ساتھ خوش طبعی فرمائی۔ انہوں نے جب آواز سنی تو پہچان گئے کہ مجھے پکڑنے والے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں تو اس وقت وہ اور زیادہ اپنے جسم کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم مبارک سے متصل کرنے لگے، زیادہ سے زیادہ قریب کرنے لگے اور یہ کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کوئی اس غلام کو نہیں خریدے گا، اس لئے کہ یہ بالکل بے قیمت غلام ہے، دنیا میں کوئی اس کو خریدنے والا نہیں۔ تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ تم اللہ کے یہاں بے قیمت نہیں ہو، اللہ کے یہاں تمہاری قیمت بہت بڑی ہے۔

حجۃ الوداع میں اہم اعلان

بہرحال! اس نخوت اور تکبر کو جو نسبت کی بنیاد پر قبیلے اور خاندان اور برادری کی بنیاد پر دلوں میں بیٹھا ہوا تھا قدم قدم پر اس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ڈھا دیا، یہاں تک کہ حجۃ الوداع کے موقع پر جہاں ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا مجمع تھا، اس وقت سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ آج میں نے جاہلیت کی عصبیت کو اپنے پاؤں تلے روند دیا ہے۔

کسی عربی کو کسی عجمی پر کوئی فوقیت حاصل نہیں، اور نہ کسی سفید فام کو کسی سیاہ پر کوئی فوقیت حاصل ہے، اگر کسی کو فوقیت حاصل ہے تو وہ تقویٰ کی بنیاد پر ہے، یہ اعلان فرمایا:

جب تک مسلمان متحد رہے.......

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو بار بار تاکید فرمائی کہ ''انما المومنون اخوۃ'' سارے مسلمان آپس میں ایک دوسرے کے بھائی ہیں، چاہے وہ کسی بھی قبیلے سے، کسی بھی خاندان سے کسی بھی علاقے سے تعلق رکھتے ہوں۔ اس کی بار بار تاکید

کیوں فرمائی؟ اس لئے کہ آپ جانتے تھے کہ مسلمانوں کے درمیان ایک بہت بڑا فتنہ پیدا ہونے والا ہے کہ لوگ مسلمانوں کے اتحاد کو صوبائی عصبیت کی بنیاد پر اور خاندانی عصبیت کی بنیاد پر اور لسانی عصبیت کی بنیاد پر پارہ پارہ کرنے کی کوشش کریں گے، مسلمانوں کی تاریخ اٹھا کر دیکھ لیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے سے لے کر آج تک جب کبھی مسلمان اللہ کے جھنڈے کے نیچے متحد ہوئے اور ''**واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولاتفرقوا**'' (سورۃ آل عمران:103) کے حکم پر عمل کیا اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھاما اور آپس میں فرقہ واریت نہ کرنے کے حکم پر عمل کیا تو مسلمان اس وقت تک مستحکم رہے اور کسی دشمن کی جرات نہیں ہوئی کہ بری آنکھ سے اس کو دیکھے۔

صلیبی جنگیں اور کامیابی

لیکن جب دشمنوں نے یہ دیکھا کہ طاقت کے زور پر مسلمانوں کو ختم کرنا ممکن نہیں ہے، صلیبی جنگوں کی تاریخ اٹھا کر دیکھ لیں کہ یہ صلیبی جنگیں مسلمانوں کے خلاف لڑی گئیں، لیکن ہر صلیبی جنگ میں دشمنوں نے منہ کی کھائی اور وہ کبھی کامیاب نہیں ہوئے اس وقت یہ حال تھا کہ صلاح الدین ایوبی اور نورالدین زنگی اور عمادالدین زنگی یہ سب غلاموں کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے لیکن مسلمانوں نے ان کو اپنا امیر بنایا ہوا تھا، اپنا قائد بنایا ہوا تھا، باوجودیکہ یہ غلاموں کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے اس لئے کہ یہ سب ''**ان اکرمکم عنداللہ اتقاکم**'' کے معیار پر پورے اترتے تھے، اس لئے ان کے جھنڈے تلے سب متحد تھے، نتیجہ یہ تھا کہ ہر ہر قدم پر عیسائیوں کو شکست فاش دی۔

خلافتِ عثمانیہ اور دشمنوں کا خوف

دشمنوں نے ایک عرصہ دراز تک جائزہ لینے کے بعد یہ سمجھا کہ مسلمانوں کی قوت کا راز ان کے اتحاد میں ہے' لہٰذا انہوں نے اس اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کیلئے عصبیت کا بیج بویا' آپ کو معلوم ہے کہ جس زمانے میں خلافت عثمانیہ ترکی میں قائم تھی اور اس کا مرکز

استنبول تھا اس وقت سارا عالم اس کے زیر نگیں تھا اور سب نے اس کو اپنا خلیفہ مانا ہوا تھا اور اللہ تعالیٰ نے اس کا اتنا رعب ڈالا ہوا تھا کہ خلافت عثمانیہ کا نام سن کر دشمن تھرایا کرتے تھے کسی کو یہ جرات نہیں ہوتی تھی اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر باتیں کرسکے اور جب کبھی یورپ کے بڑے بڑے حکمرانوں نے خلافت عثمانیہ پر حملہ کرنے کی کوشش کی تو ہمیشہ منہ کی کھائی۔

دشمنوں کی چال

آخر میں دشمنوں نے یہ چال چلی کہ عربوں سے کہا کہ تم تو عرب ہو، تمہارے پاس قرآن نازل ہوا تھا تمہارے پاس نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئے تھے، تمہاری زبان میں اللہ تعالیٰ نے قرآن نازل کیا تھا تم کہیں زیادہ دوسروں سے فوقیت رکھتے ہو، لیکن اس کے باوجود یہ ترک تم پر حکومت کررہے ہیں لہٰذا ”عرب لیگ“ کے نام سے ایک تنظیم بنوادی کہ ہم عرب ہیں اور ہم ترکوں کے زیر نگیں نہیں رہیں گے۔

دوسری طرف ترکی کو یہ سبق پڑھایا کہ تم ترکی ہو لیکن تم نے عربی زبان اختیار کر رکھی ہے، عربی رسم الخط اپنا رکھا ہے، حالانکہ عربی زبان کا تمہاری زبان سے کوئی تعلق نہیں، تمہارا رسم الخط بھی عربی نہیں ہونا چاہیے، تمہارا تعلق بھی عرب سے نہیں ہونا چاہیے یہ کہہ کر یہاں پر ترکستان کے لوگوں کو عرب کے خلاف کھڑا کردیا۔

دشمنوں کی چال کا نتیجہ

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب ترکوں کے پاس حکومت آئی تو انہوں نے ملازمتوں میں ترکوں کو عربوں کے مقابلے میں فوقیت دینی شروع کردی، جس کے نتیجے میں عربوں کو یہ شکایت ہوتی کہ یہ ترک عربوں کو ملازمت نہیں دیتے اور دوسری طرف عربوں کو یہ سکھایا کہ تمہیں ترکوں کے ماتحت نہیں رہنا چاہیے اس کے نتیجے میں دونوں کو لڑا دیا، اور ادھر ”عرب لیگ“ قائم ہوگئی اور ادھر مصطفیٰ کمال پاشا کھڑا ہوگیا اور اس نے کہا کہ میں خلافت کو قائم نہیں رہنے دوں گا اور اس خلافت کو ختم کرکے ترکوں کی بالادستی قائم کروں گا۔

چنانچہ اس نے عربی زبان میں اذان دینی منع کردی، مسجدوں میں جو لوگ عربی میں نماز پڑھیں یا اذان دیں اس کو جرم قرار دے دیا، عربی لباس پہننا ممنوع قرار دے دیا، اس لڑائی کے نتیجے میں خلافت عثمانیہ ٹوٹ گئی اور مسلمانوں کی متحدہ قوت پارہ پارہ ہوگئی، اس بات کو اقبال مرحوم نے اس طرح بیان کیا ہے کہ ؎

چاک کردی ترکِ ناداں نے خلافت کی قبا
سادگی اپنوں کی دیکھ' اوروں کی عیاری بھی دیکھ

دشمنوں نے یہ چال چل کر مسلمانوں کو پارہ پارہ کردیا۔ آپ اندازہ لگائیں کہ وہ خلافت عثمانیہ اتنی بڑی سلطنت تھی کہ جس میں سورج غروب نہیں ہوتا تھا، اس کو بے شمار حصوں میں تقسیم کردیا اور آج مسلمانوں کے 52 ملک ہیں گویا کہ خلافت عثمانیہ کو 52 حصوں میں تقسیم کردیا، جس کے نتیجے میں مسلمانوں کی قوت پارہ پارہ ہوگئی اور دشمنوں کی چاندی ہوگئی اور انہوں نے مسلمانوں کو لقمہ تر سمجھ لیا۔

عصبیت بڑا فتنہ

بہرحال! یہ عصبیت اتنا بڑا فتنہ ہے کہ جو مسلمانوں کے سیاسی زوال کا بہت بڑا سبب بنا، اقبال مرحوم کہتے ہیں:

ان تازہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے
جو پیراہن ہے اس کا وہ ملت کا کفن ہے

یعنی یہ جو نئے خدا بنائے گئے ہیں ان نئے خداؤں میں سب سے بڑا خدا یہ ہے کہ جو میرے وطن کا رہنے والا ہے، وہ تو میرا ہے اور جو میرے وطن کا رہنے والا نہیں ہے وہ میرا نہیں ہے، اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ملت کا جو اتحاد تھا وہ گویا پارہ پارہ ہوگیا اس کو تم نے کفن پہنادیا۔

آج بھی یہ فتنہ موجود ہے

یہ بہت اہم سبق ہے جو قرآن کریم کی یہ آیت دے رہی ہے اور آج بھی ہمارے

اندر یہ فتنہ موجود ہے وہ ہے صوبائی عصبیت کا فتنہ، یہ سندھی ہے، یہ پنجابی ہے، یہ بنگالی ہے، یہ مہاجر ہے، یہ پٹھان ہے۔

یہ فتنے آج ہمارے ہاں موجود ہیں اور ان فتنوں کے نیچے ہم ایک صالح اور نیک اور انصاف والی حکومت سے محروم ہیں، آپ ذرا اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھئے کہ جب انتخابات ہوتے ہیں تو کس بنیاد پر ووٹ دیئے جاتے ہیں؟ کیا کوئی یہ دیکھتا ہے کہ کون سا آدمی کردار کے اعتبار سے اور عمل کے اعتبار سے اور تقویٰ کے اعتبار سے بہتر ہے، یہ دیکھتے ہیں یا یہ دیکھتے ہیں کہ کون میری برادری کا ہے؟ آج سارے ووٹ برادریوں کی بنیاد پر ڈالے جا رہے ہیں۔

فلاں میری برادری ہے، مجھے تو اسی کو ووٹ دینا ہے، چاہے یہ کیسا بھی ہو، جانتا ہے کہ وہ شخص ظالم ہے، جانتا ہے کہ وہ کرپٹ ہے، جانتا ہے کہ وہ بدقماش ہے، جانتا ہے کہ اگر وہ برسر اقتدار آئے گا تو لوگوں کا خون چوسے گا، لیکن چونکہ یہ میری برادری سے تعلق رکھتا ہے لہٰذا مجھے ہر حال میں اسی کو ووٹ دینا ہے۔

ورنہ ظلم برداشت کرنے کیلئے تیار ہو جاؤ

جب ہمارا یہ حال ہے تو پھر اگر جابر اور ظالم حکمران ہی ہم پر مسلط ہوتے ہیں تو بتاؤ یہ کس کا قصور ہے؟ بتاؤ یہ کس کی خامی ہے؟ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"انما اعمالکم عمالکم" تمہارے حکمران تمہارے اعمال کا آئینہ ہیں۔

تم نے جو بویا ہے وہی کاٹو گے، اگر تم برادریوں کی بنیاد پر، صوبوں کی بنیاد پر اور وطن کی بنیاد پر لوگوں کو منتخب کرتے ہو تو پھر اس بات کیلئے تیار رہو کہ تم پر ایسا حکمران آئے جو تمہارا خون چوسے، تم پر ظلم کرے، جب تک تم قرآن کریم کی اس ہدایت کی طرف لوٹ کر نہیں آؤ گے کہ

"ان اکرمکم عنداللہ اتقکم" تم میں سے بہتر وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہو، جس کے دل میں تقویٰ ہو، جو متقی ہو، جو اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہونے کا

احساس رکھتا ہو، جب تک تم اس کی طرف لوٹ کر نہیں آؤ گے اور جب تک ایسے شخص کو منتخب نہیں کرو گے، اسی ادھیڑ بن میں مبتلا رہو گے، جس میں آج مبتلا ہو، ایک سے بڑھ کر ایک جابر و ظالم حکمران آتا رہے گا اور اپنی من مانی کرتا رہے گا اور معاشرہ خراب سے خراب تک ہوتا چلا جائے گا۔

خلاصہ

اگر قرآن کریم کی اس ہدایت کو ہم اپنا لیں کہ ''ان اکرمکم عند اللہ اتقکم'' کہ ہمیں تو وہ پسند ہے جو اللہ کا خوف رکھنے والا ہو، جو اللہ کے بندوں پر رحم کھانے والا ہو، جو اللہ کے بندوں کے ساتھ انصاف کرنے والا ہو، چاہے وہ برادری کا ہو یا کسی اور برادری کا ہو، چاہے وہ ہمارے وطن کا ہو یا کسی اور وطن کا ہو، چاہے وہ ہماری زبان بولتا ہے یا نہیں بولتا ہے، لیکن اگر اس کے دل میں خدا کا خوف ہے تو وہ ہمارا ہے، جب تک یہ تصور پیدا نہیں کرو گے اور قرآن کی اس ہدایت پر عمل نہیں کرو گے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس سنت پر عمل نہیں کرو گے، اسی طرح ٹھوکریں کھاتے رہو گے۔ (اصلاحی خطبات جلد 17)

(بحوالہ: اسلاف کی باہمی محبت کے حیرت انگیز واقعات۔ ص:66 تا 75)

ooo

اختلاف سے بچنے کیلئے

لوگوں کے مزاج و مذاق کی رعایت

''عن ابی ذر الغفاری رضی اللہ عنہ قال، قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، خالقوا الناس باخلاقھم، او کماقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' (اتحاف السادۃ المتقین)

شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ فرماتے ہیں: حضرت ابو ذر

غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا لوگوں کے ساتھ ان کے مزاج و مذاق اور اخلاق کے مطابق برتاؤ کرو یہ بھی دین کا ایک حصہ ہے کہ انسان کو جن لوگوں سے واسطہ پڑے ان کے مزاج اور مذاق کی رعایت کرے اور وہ کوئی ایسا کام نہ کرے جو ان کے مزاج و مذاق کے خلاف ہو اور جس سے ان کو تکلیف پہنچے، چاہے وہ کام فی نفسہ جائز ہو حرام اور ناجائز کام نہ ہو لیکن یہ خیال کرکے کہ اس کام کے کرنے سے ان کے مزاج پر بار ہوگا تو وہ کام نہ کیا جائے تاکہ اس سے ان کی طبیعت پر کوئی گرانی پیدا نہ ہو۔

''دوسرے کے مزاج و مذاق کی رعایت'' دینی معاشرت کے ابواب میں ایک بڑا عظیم باب ہے، اللہ تعالیٰ حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے درجات بلند فرمائے آمین! انہوں نے اس باب کو واضح کیا ہے اس لئے کہ یہ بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کا بڑا عظیم پہلو ہے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مزاج کی رعایت

چنانچہ حدیث شریف میں واقعہ آتا ہے کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے گھر میں تشریف فرما تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس حالت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک تہبند پہنا ہوا تھا اور وہ تہبند کافی اوپر تک چڑھا ہوا تھا اور بعض روایات میں آتا ہے کہ گھٹنے تک چڑھا ہوا تھا۔ ہوسکتا ہے کہ یہ واقعہ اس وقت کا ہو جب گھٹنے کا حصہ ستر میں داخل قرار نہیں دیا گیا تھا۔ بعض روایت میں آتا ہے کہ گھٹنے ڈھکے ہوئے تھے اتنے میں کسی نے دروازے پر دستک دی معلوم ہوا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تشریف لائے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اندر آنے کی اجازت دے دی وہ اندر آکر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھ گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس انداز میں بیٹھے ہوئے تھے اسی انداز میں بیٹھے رہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاؤں مبارک کھلے رہے۔

تھوڑی دیر کے بعد پھر دروازے پر دستک ہوئی پتہ چلا کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ تشریف لائے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو بھی اندر آنے کی اجازت دے دی وہ بھی آ کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھ گئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی حالت میں بیٹھے رہے اور اپنی ہیئت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی تبدیلی نہیں فرمائی۔ تھوڑی دیر کر کے بعد پھر دروازے پر دستک ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کہ کون ہیں؟ پتہ چلا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تشریف لائے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فوراً اپنا تہبند نیچے کر کے اپنے پاؤں مبارک اچھی طرح ڈھک لئے پھر فرمایا کہ ان کو اندر بلالو، چنانچہ وہ بھی اندر آ کر بیٹھ گئے۔

ایک صاحب یہ سب منظر دیکھ رہے تھے انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا تہبند نیچے نہیں کیا بلکہ ویسے ہی بیٹھے رہے جب حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ تشریف لائے تب بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی طرح بیٹھے رہے لیکن جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ہیئت میں تبدیلی پیدا فرمائی۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب میں ارشاد فرمایا: میں اس شخص سے کیوں حیا نہ کروں جس سے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا خاص وصف ''حیاء'' تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ''حیاء'' میں ان کو بہت اونچا مقام عطا فرمایا تھا اور آپ رضی اللہ عنہ کا لقب ''کامل الحیاء والایمان'' تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مزاجوں سے واقف تھے اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں جانتے تھے کہ ان کے اندر حیا بہت ہے اگرچہ گھٹنے تک پاؤں کھلا ہونا کوئی ناجائز بات نہیں تھی

اس لئے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے آنے پر بھی کھلا رکھا اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے آنے پر بھی کھلا رکھا لیکن حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے آنے پر یہ سوچا کہ چونکہ ان کی طبیعت میں حیاء زیادہ ہے اگر ان کے سامنے اسی طرح بیٹھا رہوں گا تو ان کی طبیعت پر ناگوار ہوگا اور ان کی طبیعت پر بار ہوگا، اس وجہ سے ان کے اندر آنے سے پہلے پاؤں مبارک کو ڈھک لیا اور تہبند کو نیچے کرلیا۔

وہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک اشارے پر اپنی جانیں قربان کرنے کیلئے تیار تھے ان کے مزاجوں کی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اتنی رعایت فرمائی۔ فرض کریں کہ اگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے آنے پر اسی طرح بیٹھے رہتے جس طرح بیٹھے ہوئے تھے تو ان کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیا شکوہ ہوسکتا تھا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بات کی تعلیم دے دی کہ تمہارے تعلق والوں میں جو شخص جیسا مزاج رکھتا ہو اس کے ساتھ ویسا ہی برتاؤ کرو۔ دیکھئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کتنی باریک بینی سے اپنے رفقاء کے مزاجوں کا خیال فرمایا کرتے تھے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے مزاج کی رعایت

ایک مرتبہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے عمر (رضی اللہ عنہ) میں نے ایک عجیب خواب دیکھا ہے میں نے خواب میں جنت دیکھی اور اس جنت میں ایک بڑا عالی شان محل بنا ہوا دیکھا ہے۔ میں نے پوچھا کہ یہ محل کس کا ہے؟ مجھے بتایا گیا کہ یہ عمر (رضی اللہ عنہ) کا محل ہے ان کیلئے تیار کیا گیا ہے۔ وہ محل مجھے اتنا اچھا لگا کہ میرا دل چاہا کہ اندر چلا جاؤں اور اندر جا کر دیکھوں کہ عمر (رضی اللہ عنہ) کا محل کیسا ہے لیکن پھر اے عمر (رضی اللہ عنہ) تمہاری غیرت یاد آگئی کہ تمہاری طبیعت میں اللہ تعالیٰ نے غیرت بہت رکھی ہے، مجھے یہ خیال ہوا کہ عمر (رضی اللہ عنہ)

سے پہلے ان کے محل میں داخل ہوجانا اور اس کو دیکھنا ان کی غیرت کے مطابق نہیں ہوگا اس وجہ سے میں اس محل میں داخل نہیں ہوا، جب حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے یہ سنا تو رو پڑے اور عرض کیا کہ: ''او علیک یا رسول اللہ اغار''

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر غیرت کروں گا اور غیرت ہے بھی تو وہ دوسروں کے حق میں ہے، کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر غیرت کروں گا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھ سے پہلے محل میں کیوں داخل ہوئے۔

ایک ایک صحابی رضی اللہ عنہ کی رعایت کی

آپ اس سے اندازہ لگائیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیسے کیسے لطیف پیرائے میں اپنے اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین کی رعایت کی۔ یہ نہیں تھا کہ چونکہ ہم امام ہیں اور یہ ہمارے مقتدی ہیں ہم پیر ہیں اور یہ ہمارے مرید ہیں، ہم استاد ہیں اور یہ ہمارے شاگرد ہیں لہٰذا سارے حقوق ہمارے ہوگئے اور ان کا کوئی حق نہ رہا لیکن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ایک صحابی رضی اللہ عنہ کے مزاج کی رعایت کر کے دکھائی۔

امہات المومنین رضی اللہ عنہن کے مزاج کی رعایت

ایک روایت میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعتکاف کا ارادہ فرمایا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میرا دل بھی چاہتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اعتکاف میں بیٹھوں۔ ویسے تو خواتین کیلئے مسجد میں اعتکاف کرنا کوئی اچھی بات نہیں ہے خواتین کو اعتکاف کرنا ہو تو اپنے گھر میں کریں لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا معاملہ لحاظ سے مختلف تھا کہ ان کے گھر کا دروازہ مسجد میں کھلتا تھا اب اگر ان کے گھر کے دروازے کے ساتھ ہی ان کی اعتکاف کی جگہ بنا دی جاتی اور اس کے ساتھ ہی

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعتکاف کی جگہ ہوتی تو کسی بے پردگی کا احتمال نہ ہوتا جب ضرورت ہوتی تو گھر میں چلی جاتیں اور پھر واپس آ کر اپنے اعتکاف میں بیٹھ جاتیں اس لئے اگر وہ مسجد میں اعتکاف فرماتیں تو کوئی خرابی لازم نہ آتی۔ اسی وجہ سے جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت طلب کی کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اعتکاف کرنا چاہتی ہوں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجازت دے دی۔

لیکن جب 20 رمضان المبارک کی تاریخ آئی تو اس دن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہیں باہر تشریف لے گئے تھے جب واپس تشریف لائے اور مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا کہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بہت سارے خیمے لگے ہوئے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ خیمے کس کے ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ امہات المومنین رضی اللہ عنہن کے خیمے ہیں۔ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اعتکاف کرنے کی اجازت مل گئی تو دوسری ازواج مطہرات نے چاہا کہ ہم بھی یہ سعادت حاصل کرلیں لہٰذا انہوں نے بھی اعتکاف کیلئے اپنے اپنے خیمے لگا دیے۔

اب اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ احساس ہوا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا معاملہ تو مختلف تھا اس لئے کہ ان کا گھر تو مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بالکل متصل تھا اور دوسری ازواج مطہرات کے مکان تو مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دور ہیں اگر انہوں نے بھی اعتکاف کیا تو ان کا بار بار آنا جانا رہے گا اس میں بے پردگی کا احتمال ہے اور اس طرح خواتین کا مسجد کے اندر اعتکاف کرنا مناسب بھی نہیں ہے۔ اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے خیمے دیکھ کر ارشاد فرمایا: آلبریردن ؟ ''کیا یہ خواتین کوئی نیکی کرنا چاہتی ہیں؟''۔ مطلب یہ تھا کہ اس طرح خواتین کا مسجد میں اعتکاف کرنا کوئی نیکی کی بات نہیں۔

لیکن اب مشکل یہ تھی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اعتکاف کی اجازت دے چکے تھے اگر چہ ان کو اجازت دینے کی وجہ واضح تھی اور دوسری امہات المؤمنین میں وہ وجہ موجود نہیں تھی لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سوچا کہ اگر میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا خیمہ باقی رکھوں گا اور دوسری امہات المومنین کو منع کردوں گا تو ان کے مزاج پر بار ہوگا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو تو اجازت دے دی اور ہمیں اجازت نہ ملی۔ لہٰذا جب آپ نے دوسری امہات المومنین کے خیمے اٹھوائے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ تم بھی اپنا خیمہ اٹھالو تو لیکن پھر خیال آیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو چونکہ پہلے صراحتاً اجازت دیدی گئی تھی اب اگر اچانک ان سے خیمے اٹھانے کو کہا جائے گا تو ان کی طبیعت پر بار ہوگا اس لئے ان کا خیال کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ اعلان فرمادیا کہ اس سال ہم بھی اعتکاف نہیں کریں گے چنانچہ اس سال آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعتکاف ہی نہیں فرمایا۔

بہر حال امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کے مزاجوں کی رعایت کے نتیجے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا خیمہ اٹھوادیا اور پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مزاج کی رعایت کرتے ہوئے اپنے ساتھ یہ معاملہ فرمایا کہ وہ معمول جو ساری عمر کا چلا آرہا تھا کہ ہر رمضان المبارک میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اعتکاف فرمایا کرتے تھے محض حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی دل شکنی کے اندیشہ میں اس معمول کو توڑ دیا پوری حیات طیبہ میں یہ سال ایسا تھا جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعتکاف نہیں فرمایا لیکن بعد میں اس کی تلافی اس طرح فرمائی کہ اس سے اگلے سال دس دن کے بجائے بیس دن کا اعتکاف فرمایا۔

یہ بھی سنت ہے

اس سے آپ اندازہ لگائیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیسی کیسی رعایتیں اپنے چھوٹوں کے ساتھ بھی فرمائیں اور ایک شرعی حکم کی وضاحت کے معاملے

میں بھی ایسا طریقہ اختیار فرمایا جس سے دوسرے کی طبیعت پر بار نہ ہو حکم کی وضاحت بھی فرما دی اس پر عمل بھی کرلیا اور دوسروں کی دل شکنی سے بھی بچ گئے اور ساتھ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے عمل سے یہ تعلیم بھی دے دی کہ جو عمل فرض یا واجب نہیں ہے بلکہ مستحب ہے اگر آدمی کسی دل شکنی سے بچنے کیلئے اس مستحب کام کو موخر کردے یا چھوڑ دے تو یہ عمل بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا حصہ ہے۔

وقت کا تقاضا دیکھئے

حضرت ڈاکٹر عبدالحئی عارفی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ دین دراصل وقت کے تقاضے پر عمل کرنے کا نام ہے دیکھو اس وقت تم سے کیا مطالبہ ہے؟ اس وقت تم سے مطالبہ یہ ہے کہ اس ذکر کو چھوڑو اور بیمار کی خدمت کرو اور یہ کام کرتے وقت یہ مت خیال کرو کہ جو ذکر و تسبیح کیا کرتے تھے۔ اس سے محرومی ہوگئی ہے اللہ تعالیٰ محروم نہیں فرمائیں گے کیونکہ ایک صحیح داعیے کے تحت تم نے ذکر و اذکار کو چھوڑا ہے۔

بے جا اصرار نہ کریں

لہٰذا مزاجوں کی رعایت کرو اور کسی شخص کے ساتھ برتاؤ کرتے وقت یہ دیکھو کہ میرے اس عمل سے اس شخص کے مزاج کے پیش نظر اس کی طبیعت پر کوئی گرانی تو نہیں ہوگی کوئی بار تو نہیں ہوگا اس کی رعایت رکھو اور یہ اصلاح معاشرت کی تعلیم کا بڑا عظیم باب ہے آج کل لوگ اس کا خیال نہیں کرتے مثلاً کسی کی طبیعت پر کوئی کام بہت بوجھ ہوتا ہے اب اگر آپ اس کو اس کام پر اصرار کریں گے تو ہوسکتا ہے کہ وہ بیچارہ اصرار سے مغلوب ہو کر آپ کی بات مان لے لیکن آپ نے اس کی طبیعت پر جو بوجھ ڈالا اور جو گرانی آپ نے پیدا کی اور اس سے جو تکلیف اس کو پہنچی اس کا سبب آپ بنے، کیا معلوم اس کے سبب آپ گناہ میں مبتلا ہو گئے ہوں۔ العیاذ باللہ۔

(بحوالہ: اسلاف کی باہمی محبت کے حیرت انگیز واقعات۔ ص:76 تا 84)

OOO

افتراقِ امت کے اسباب

مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''مسلمانوں کے طبقات اہل دین واصلاح اور دینی خدمات انجام دینے والوں کے مابین جو تفرقہ آج پایا جاتا ہے وہ عموماً انہیں حقائق کو نظر انداز کرنے کا نتیجہ ہے۔

اب میں ان اسباب وعوامل کو پیش کرتا ہوں جو میرے غور وفکر کی حد تک مسلمانوں میں باہمی آویزش اور شقاق وجدال کا سبب بنے ہوئے ہیں اور افسوس اس کا ہے کہ اس کو خدمت دین سمجھ کر اختیار کیا جاتا ہے۔

غلو: میرے نزدیک اس جنگ وجدل کا ایک بہت بڑا سبب فروعی اور اجتہادی مسائل میں تخریب وتعصب اور اپنی اختیار کردہ راہِ عمل کے خلاف کو عملاً باطل اور گناہ قرار دینا اور اس پر عمل کرنے والوں کے ساتھ ایسا معاملہ کرنا ہے جو اہل باطل اور گمراہوں کے ساتھ کرنا چاہیے تھا۔ اس پر تمام امت کا اتفاق بھی ہے اور عقلاً اس کے سوا کوئی صورت بھی دین پر عمل کرنے کی نہیں ہے کہ جو لوگ خود درجہ اجتہاد کا نہیں رکھتے وہ اجتہادی مسائل میں کسی امام مجتہد کی اتباع کریں اور جن لوگوں نے اپنے نفس کو آزادی اور ہواپرستی سے روکنے کیلئے دینی مصلحت سمجھ کر کسی ایک امام مجتہد کا اتباع اختیار کرلیا ہے وہ قدرتی طور پر ایک جماعت بن جاتی ہے۔ اسی طرح دوسرے مجتہد کا اتباع کرنے والے ایک دوسری جماعت کی صورت اختیار کرلیتے ہیں۔ اگر جماعت بندی مثبت انداز میں صرف اجتہادی مسائل کی حد تک اپنی تعلیمی اور عملی آسانیوں کیلئے ہو تو نہ اس میں کوئی مضائقہ ہے نہ کوئی تفرقہ اور نہ ملت کیلئے اس میں مضرت۔

1۔ مضرت رساں اور تباہ کن ایک منفی پہلو تو اس کا یہ ہے کہ اپنی رائے اور اختیار سے اختلاف رکھنے والوں کے ساتھ جنگ وجدل اور دوسرے ان فروعی مسائل کی بحثوں میں غلو کہ سارا علم وتحقیق کا زور، اور بحث وتمحیص کی طاقت اور عمر کے اوقات

عزیز، ان ہی بحثوں کی نذر ہو جائیں، اگرچہ ایمان واسلام کے بنیادی اور قطعی اجماعی علمی مجروح ہو رہے ہوں، کفر والحاد دنیا میں پھیل رہا ہو، سب سے صرفِ نظر کر کے ہمارا علمی مشغلہ یہی فروعی بحثیں بنی رہیں، جن کے متعلق مذکورۃ الصدر تفصیل میں ابھی آپ معلوم کر چکے ہیں کہ ان میں ہزار تحقیقات کے بعد بھی بات اس سے آگے نہیں بڑھتی کہ یہ راجح ہے اور اس کے خلاف مرجوح اور اس راجح کا بھی یقینی فیصلہ نہ دنیا میں ہو سکتا ہے نہ برزخ میں ان کا سوال ہوگا نہ محشر میں اس راجح مرجوح کا اعلان ہوگا۔

2۔ اسی طرح نہ ان مسائل میں اختلاف رکھنے والوں پر نکیر کرنا درست ہے نہ ان کو خطا کار مجرم ٹھہرانا صحیح ہے۔ اس وقت ہماری قوم کا برگزیدہ ترین طبقہ علماء فقہاء کا خصوصاً جو تعلیم وتصنیف میں مشغول ہیں، ان کی شبانہ روز مشغولیت کا جائزہ لیا جائے تو بیشتر حضرات کی علمی تحقیقات اور سعی و عمل کی ساری توانائی ان ہی فروعی بحثوں میں محدود نظر آئے گی۔

لمحہ فکریہ......!

ان میں بعض حضرات کا غلو تو یہاں تک بڑھا ہوا ہے کہ اپنے سے مختلف رائے رکھنے والوں کی نماز کو فاسد اور ان کو تارکِ قرآن سمجھ کر اپنے مخصوص مسلک کی اس طرح دعوت دیتے ہیں جیسے کسی منکر اسلام کو اسلام کی دعوت دی جا رہی ہو اور اسی کو دین کی سب سے بڑی خدمت سمجھے ہوئے ہیں۔

معلوم نہیں کہ یہ حضرات اسلام کی بنیادوں پر چاروں طرف سے حملہ آور طوفانوں سے باخبر نہیں یا جان بوجھ کر اغماض کرتے ہیں۔ اس وقت جبکہ ایک طرف تو کھلے ہوئے کفر، عیسائیت، اور کمیونزم، نے پورے اسلامی ممالک اور اسلامی حلقوں پر گھیرا ڈالا ہوا ہے اور یہ دونوں کفر طوفانی رفتار کے ساتھ اسلامی ممالک میں پھیل رہے ہیں۔ صرف پاکستان میں ہزاروں کی تعداد ہر سال مرتد ہو جاتی ہے، دوسری طرف کفر و نفاق اور الحاد خود اسلام کا نام لینے والوں میں کہیں قادیانیت اور مرزائیت کے لباس

میں، کہیں پرویزیت اور انکار حدیث کے عنوان سے، کہیں مغرب سے لائی ہوئی اباحیت اور تمام محرمات شرعیہ کو حلال کرنے کے طریقے سے، ہمارے ایمان پر ڈاکہ ڈال رہے ہیں اور یہ الحاد، کفر و نفاق پہلے کفر سے اس لئے زیادہ خطرناک ہے کہ اسلام اور قرآن کے عنوان کے ساتھ آتا ہے، جن کے دام میں سیدھے سادے جاہل عوام کا تو ذکر ہی کیا ہے، ہمارے نوتعلیم یافتہ نوجوان بہ کثرت اس لئے آجاتے ہیں کہ نئی تعلیم اور نئی معاشرت نے ان کو دینی تعلیم اور اسلامی اصول سے اتنا دور پھینک دیا ہے کہ وہ مادی علوم و فنون کے ماہر کہلانے کے باوجود مذاہب اور دین کی ابتدائی معلومات سے محروم کردیئے گئے ہیں اور کھلے چھپے کفر کی ان ساری اقسام سے بھی اگر کچھ خوش نصیب مسلمان بچ جائیں تو فحاشی، عریانی، ننگے ناچ، رقص و سرور کی محفلوں اور گھر گھر ریڈیو کے ذریعہ فلمی گانوں اور سینماؤں کی زہریلی فضاؤں سے کون ہے جو بچ نکلے؟

اسلام اور قرآن کا نام لینے والے مسلمان آج سارے جرائم اور بداخلاقیوں میں ڈوبے ہوئے ہیں، ہمارے بازار جھوٹ، فریب، سود، قمار سے بھرے ہوئے ہیں اور ان کے چلانے والے کوئی یہودی نہیں، ہندو نہیں، اسلام کے نام لیوا ہیں، ہمارے سرکاری محکمے رشوت، ظلم و جور، کام چوری، بے رحمی اور سخت دلی کی تربیت گاہیں بنے ہوئے ہیں اور ان کے کارفرما بھی نہ انگریز ہیں نہ ہندو، محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام لینے والے، روزِ آخر پر ایمان کا دعویٰ رکھنے والے ہیں۔ ہمارے عوام دین سے کورے، جہالتوں میں ڈوبے ہوئے، دین کے فرائض و واجبات سے بے گانہ، مشرکانہ رسموں اور کھیل تماشوں کے دلدادہ ہیں۔

ان حالات میں کیا ہم پر یہ واجب نہیں کہ ہم غور و فکر سے کام لیں اور سوچیں کہ اس وقت ہمارے آقا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مطالبہ اور توقع اہل علم سے کیا ہوگی؟

اور اگر محشر میں آپ نے ہم سے سوال کرلیا کہ میرے دین اور شریعت پر اس

طرح کے حملے ہو رہے تھے۔ میری امت اس بدحالی میں مبتلا تھی، تم وراثت نبوت کے دعویدار کہاں تھے؟ تم نے وراثت کا کیا حق ادا کیا؟

کیا ہمارا یہ جواب کافی ہو جائے گا کہ ہم نے رفع یدین کے مسئلے پر ایک کتاب لکھی تھی یا کچھ طلباء کو شرح جامی کی بحث حاصل محصول خوب سمجھائی تھی یا حدیث میں آنے والے اجتہادی مسائل پر بڑی دلچسپ تقریریں کی تھیں یا صحافیانہ زورِ قلم اور فقرہ بازی کے ذریعے دوسرے علماء و فضلاء کو خوب ذلیل کیا تھا؟

اصول اسلام کی حفاظت کی فکر کریں

فروعی اور اجتہادی مسائل میں بحث و تمحیص گو مذموم چیز نہیں اگر وہ اپنی حد کے اندر اخلاص سے اللہ کیلئے ہوتی لیکن جہاں ہم اسلام و ایمان کی بنیادیں متزلزل کر دینے والے فتنوں کی خبر سنتے ہیں، اللہ و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکام کی خلاف ورزی بلکہ استہزاء و تمسخر اپنی آنکھوں سے دیکھتے اور کانوں سے سنتے ہیں مگر ہمارے کان پر جوں تک نہیں رینگتی تو اس کی کیا توقع کی جا سکتی ہے کہ یہ فروعی بحثیں ہم اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کیلئے کر رہے ہیں۔

اگر ان میں کچھ للّٰہیت اور اخلاص ہوتا تو ہم ان حالات کے تحت اسلام اور دین کے تقاضوں کو پہچانتے اور فروع سے زیادہ اصول اسلام کی حفاظت میں لگے ہوتے۔ ہم نے تو گویا علمی اور دینی خدمات کو انہی فروعی مباحث میں منحصر سمجھ رکھا ہے اور سعی و عمل کی پوری توانائی اسی پر لگا رکھی ہے۔ اسلام کے اصولی اور بنیادی مسائل اور ایمان کی سرحدوں کو دشمنوں کی یلغار کیلئے خالی چھوڑ دیا ہے۔ لڑنا کس محاذ پر چاہیے تھا اور ہم نے طاقت کس محاذ پر لگا دی۔ ''ان للہ وانا الیہ راجعون'' یہ تو تخریب و تعصب کے غلو کا نتیجہ ہے۔

اسی کے ساتھ دوسری بھاری غلطی ان اجتہادی مسائل میں اختلاف کے حدود کو توڑ کر تفرق و تشتت اور جنگ و جدل اور ایک دوسرے کے ساتھ تمسخر و استہزاء تک پہنچ

جاتا ہے جو کسی شریعت وملت میں روا نہیں اور افسوس ہے کہ یہ سب کچھ خدمت علم دین کے نام پر کیا جاتا ہے اور جب یہ معاملہ ان علماء کے متبعین عوام تک پہنچتا ہے تو وہ اس لڑائی کو ایک جہاد قرار دے کر لڑتے ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ جس قوم کو جہاد خود اپنے ہی دست وبازو سے ہونے لگے اس کو کسی غنیم کی مدافعت اور کفر والحاد کے ساتھ جنگ کی فرصت کہاں۔ (وحدت امت۔:29,30)

ہر دینی کام کرنے والے کو اپنا شریک کار سمجھیں

ہماری دینی جماعتیں جو تعلیم دین یا ارشاد وتلقین ودعوت وتبلیغ اور اصلاح معاشرہ کیلئے قائم ہیں اور اپنی اپنی جگہ مفید خدمات بھی انجام دے رہی ہیں ان میں بہت سے علماء وصلحاء اور مخلصین کام کر رہے ہیں اگر یہی متحد ہو کر تقسیم کار کے ذریعہ دین میں پیدا ہونے والے تمام رخنوں کے انسداد کی فکر اور امکانی حد تک باہم تعاون کرنے لگیں اور اقامت دین کے مشترک مقصد کی خاطر ہر جماعت دوسری کو اپنا دست و بازو سمجھے اور دوسروں کے کام کی ایسی ہی قدر کریں جیسی اپنے کام کی کرتے ہیں تو یہ مختلف جماعتیں اپنے نظام میں الگ رہتے ہوئے بھی اسلام کی ایک عظیم الشان طاقت بن سکتی ہیں اور تقسیم عمل کے ذریعہ اکثر دینی ضرورتوں کو پورا کر سکتی ہیں۔

مگر عموماً یہ ہو رہا ہے کہ ہر جماعت نے جو اپنے سعی وعمل کا ایک دائرہ نظام عمل بنایا ہے عملی طور پر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ خدمت دین کو اسی میں منحصر سمجھ رہے ہیں گو زبان سے نہ کہیں دوسری جماعتوں سے اگر جنگ وجدل بھی نہیں تو بے قدری ضرور دیکھی جاتی ہے۔ اس کے نتیجہ میں ان جماعتوں میں بھی ایک قسم کا غلو پایا جاتا ہے۔

غور کرنے سے اس کا سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ مقصد سب کا اگرچہ دین کی اشاعت، حفاظت اور مسلمانوں کی علمی، اخلاقی اصلاح ہی ہے لیکن اس مقصد کے حاصل کرنے کیلئے کسی نے ایک دار العلوم قائم کر کے تعلیم دین کی اہم خدمات انجام دیں کسی نے ایک تبلیغی جماعت بنا کر رشد وہدایت کا فرض ادا کیا، کسی نے کوئی

انجمن بنا کر احکام دین کی نشر و اشاعت انتظام کیا۔ کسی نے فتویٰ کے ذریعہ خلق خدا کو ضروری احکام بتانے کیلئے دار الافتاء قائم کیا۔ کسی نے اسلام کے مخالف ملحدانہ تلبیسات کے جواب کیلئے تصنیفات کا یا ہفتہ واری، ماہواری رسالہ اخبار کا سلسلہ جاری کیا۔ یہ سب کام اگرچہ صورت میں مختلف ہیں مگر درحقیقت ایک ہی مقصد کے اجزاء ہیں ان مختلف محاذوں پر جو مختلف جماعتیں کام کریں گی یہ ضرور ہے کہ ہر ایک کا نظام عمل مختلف ہوگا، اس لئے ہر جماعت نے بجا طور پر سہولت کیلئے اپنے اپنے مزاج و مذاق اور ماحول کے مطابق ایک نظام عمل اور اس کے اصول و قواعد بنا رکھے ہیں اور ہر جماعت ان کی پابند ہے۔

یہ ظاہر ہے کہ اصل مقصد تو منصوص اور قطعی اور قرآن و سنت سے ثابت ہے اس سے انحراف کرنا قرآن و سنت کی حدود سے نکلنا ہے لیکن یہ اپنا بنایا ہوا نظام عمل اور اس کے تنظیمی اصول و قواعد نہ منصوص ہیں نہ ان کا اتباع از روئے شرع ہر ایک کیلئے ضروری ہے بلکہ جماعت کے ذمہ داروں نے سہولت عمل کیلئے ان کو اختیار کر لیا ہے۔ ان میں حسبِ ضرورت تبدیلیاں وہ خود بھی کرتے رہتے ہیں اور حالات اور ماحول بدلنے پر اس کو چھوڑ کر تقریباً ہر جماعت میں یہ پایا جاتا ہے کہ اپنے مجوزہ نظام عمل کو مقصد منصوص کا درجہ دے دیا گیا جو شخص اس نظام عمل میں شریک نہیں اگرچہ مقصد کا کتنا ہی عظیم کام کر رہا ہو اس کو اپنا بھائی اپنا شریک کار نہیں سمجھا جاتا اور اگر کوئی شخص اس نظام عمل میں شریک تھا پھر کسی وجہ سے اس میں شریک نہ رہا تو عملاً اسے اصل مقصد اور دین سے منحرف سمجھ لیا جاتا ہے اور اس کے ساتھ وہی معاملہ کیا جاتا ہے جو دین سے انحراف کرنے والوں کے ساتھ ہونا چاہیے۔ اگرچہ وہ اصل مقصد یعنی اقامت دین کی خدمت پہلے سے بھی زیادہ کرنے لگے اس غلو کے نتیجہ میں وہی تخرب و تعصب اور گروہ بندی کی آفتیں اچھے خاصے دیندار لوگوں میں پیدا ہو جاتی ہیں جو جاہلی عصبیتوں میں مبتلا لوگوں میں پائی جاتی ہیں۔ (وحدت امت ص:32,34)

اہل علم کو مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی اہم نصیحت

ائمہ کرام سے عاجزانہ گزارش ہے کہ اس مضمون کو پڑھنے سے پہلے دو رکعت نفل پڑھ کر خوب گڑگڑا کر دعا مانگیں کہ اے اللہ! حضرت مفتی اعظم مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اس مضمون کو ہمارے دلوں کی گہرائی میں اتار دے اور عملی طور سے ہمیں عوام میں دین پھیلانے کا ذریعہ بنادے اور ہماری مسجد کے آس پاس تمام گھروں میں پورا کا پورا دین زندہ فرمادے، فرمایا:

سیاسی اور اقتصادی میدان اور اعزاز و منصب کی دوڑ میں بے اعتدالیوں کی روک تھام تو سردست ہمارے بس میں نہیں لیکن خود دین و مذہب کیلئے کام کرنے والی جماعتوں کے نظریاتی اور نظامی اختلافات اشتراک مقصد کی خاطر معتدل کئے جاسکتے ہیں۔ اگر ہم اسلام کے بنیادی اصول کی حفاظت اور الحاد و بے دینی کے سیلاب کی مدافعت کے اہم مقصد کو صحیح معنوں میں مقصد اصلی سمجھ لیں تو یہ وہ نقطہ وحدت ہے کہ جس پر مسلمانوں کے سارے فرقے ساری جماعتیں جمع ہوکر کام کرسکتی ہیں اور اسی وقت اس سیلاب کے مقابلہ میں کوئی موثر کام انجام پاسکتا ہے لیکن حالات کا جائزہ یہ بتاتا ہے کہ یہ مقصد اصلی ہی ہماری نظروں سے اوجھل ہوگیا ہے اس لئے ہماری ساری توانائی اور علمی و تحقیق کا زور آپس کے اختلافی مسائل پر صرف ہوتا ہے، وہی ہمارے وعظوں، جلسوں، رسالوں اور اخباروں کا موضوع بحث بنتے ہیں۔ ہمارے اس عمل سے عوام یہ سمجھنے پر مجبور ہوجاتے ہیں کہ دین اسلام صرف ان دو چیزوں کا نام ہے اور جس رخ کو انہوں نے اختیار کرلیا ہے اس کے خلاف کو گمراہی اور اسلام دشمنی سے تعبیر کرتے ہیں جس کے نتیجہ میں ہماری وہ طاقت جو کفر و الحاد اور بے دینی اور معاشرہ میں بڑھتی ہوئی بے حیائی کے مقابلہ پر خرچ ہوتی، آپس کے جنگ وجدل میں خرچ ہونے لگتی ہے۔

اسلام وایمان ہمیں جس محاذ پر لڑنے اور قربانی دینے کیلئے پکارتا ہے وہ محاذ دشمنوں

کی یلغار کیلئے خالی پڑا نظر آتا ہے ہمارا معاشرہ سماجی برائیوں سے پر ہے، اعمال و اخلاق برباد ہیں، معاملات و معاہدات میں فریب ہے، سود، قمار بازی، شراب، خنزیر، بے حیائی اور بدکاری ہماری زندگی کے ہر شعبہ پر چھا گئے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے جائز وارث اور ملک کے نگہبانوں کو آج بھی اپنے سے نظریاتی اختلاف رکھنے والوں پر غصہ آتا ہے، اس سے آدھا بھی خدا کے باغیوں پر کیوں نہیں آتا؟ اور آپس کے نظریاتی اختلاف کے وقت جس جوش ایمانی کا اظہار ہوتا ہے وہ ایمان کے اس اہم محاذ پر کیوں ظاہر نہیں ہوتا؟

ہمارا زور زبان اور زور قلم جس شان سے اپنے اختلافی مسائل میں جہاد کرتا ہے اس کا کوئی حصہ سرحدات اور اصول ایمانی پر ہونے والی یلغار کے مقابلہ میں کیوں صرف نہیں ہوتا؟ مسلمانوں کو مرتد بنانے والی کوششوں کے بالمقابل ہم سب بنیان مرصوص کیوں نہیں بن جاتے؟

آخر ہم اس پر غور کیوں نہیں کرتے کہ بعثت انبیاء کرام علیہم السلام اور نزول قرآن کا وہ مقصد عظیم جس نے دنیا میں انقلاب برپا کیا اور جس نے غیروں کو اپنا بنایا جس نے اولاد آدم کو بہیمیت سے نکال کر انسانیت سے سرفراز کیا اور جس نے ساری دنیا کو اسلام کا حلقہ بگوش بنایا۔ کیا وہ صرف یہی مسائل تھے، جن میں ہم الجھ کر رہ گئے ہیں؟ اور کیا دوسروں کو ہدایت پر لانے کا طریق اور پیغمبرانہ دعوت کا یہی عنوان تھا جو آج ہم نے اختیار کر رکھا ہے؟

"الم یان للذین امنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللّٰہ ومانزل من الحق" (الحدید:16) ترجمہ: کیا اب بھی وقت نہیں آیا کہ ایمان والوں کے دل اللہ کے ذکر اور اس کے نازل کئے ہوئے حق کی طرف جھک جائیں۔

آخر وہ کون سا وقت آئے گا، جب ہم اپنے نظریات اور نظامی مسائل سے ذرا آگے بڑھ کر اصول اسلام کی حفاظت اور بگڑے ہوئے معاشرہ کی اصلاح کو اپنا اصلی

فرض سمجھیں گے۔ ملک میں عیسائیت اور کمیونزم کے بڑھتے ہوئے سیلاب کی خبر لیں گے، قادیانیت کے انکار حدیث اور تحریف دین کیلئے قائم شدہ اداروں کا پیغمبرانہ دعوت واصلاح کے ذریعے مقابلہ کریں گے۔

اور اگر ہم نے یہ نہ کیا اور محشر میں ہمارے ماویٰ اور ملجا رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم سے یہ سوال فرمالیا کہ میری شریعت اور میرے دین پر یہ حملے ہو رہے تھے اسلام کے نام پر کفر پھیلایا جارہا تھا، میری امت کو میرے دشمنوں کی امت بنانے کی کوشش مسلسل جاری تھی، قرآن وسنت کی کھلے طور پر تحریف کی جارہی تھی، خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی اعلانیہ کی جارہی تھی، تم مدعیان علم کہاں تھے؟ تم نے اس کے مقابلہ پر کتنی محنت اور قربانی پیش کی؟ کتنے بھٹکے ہوئے لوگوں کو راستے پر لگایا، تو آج ہمیں سوچ لینا چاہیے کہ ہمارا کیا جواب ہوگا؟

راہِ عمل

اس لئے ملت کا درد اور اسلام و ایمان کے اصول و مقاصد پر نظر رکھنے والے حضرات علماء سے میری (یعنی حضرت مفتی اعظم پاکستان رحمۃ اللہ علیہ کی) دردمندانہ گزارش ہے کہ مقصد کی اہمیت اور نزاکت کو سامنے رکھ کر سب سے پہلے تو اپنے دلوں میں اس کا عہد کریں کہ اپنی علمی و عملی صلاحیت اور زبان وقلم کے زور کو زیادہ سے زیادہ اس محاذ پر لگائیں جس کی حفاظت کیلئے قرآن وحدیث آپ کو بلا رہے ہیں۔

1۔ علماء کرام اس بات کا عہد بھی کیجئے اور فیصلہ بھی کہ اس کام کیلئے اپنے موجودہ مشاغل میں سے زیادہ سے زیادہ وقت نکالیں گے۔

2۔ دوسرے یہ کہ آپس کے نظریاتی اور اجتہادی اختلاف کو صرف اپنے اپنے حلقہ درس، اور تصنیف و تالیف اور فتوے تک محدود رکھیں گے، عوامی جلسوں، اخباروں، اشتہاروں، باہمی مناظروں، اور جھگڑوں کے ذریعہ ان کو نہ اچھالیں گے، ان حلقوں میں بھی پیغمبرانہ اصول دعوت و اصلاح کے تابع دل خراش عنوان اور طعن و تشنیع،

استہزاء وتمسخر اور صحافیانہ فرقہ بازی سے گریز کریں گے۔

3۔ تیسرے یہ کہ معاشرہ میں پھیلی ہوئی بیماریوں کیلئے دل نشین عنوان اور مشفقانہ لب ولہجہ کے ساتھ کام شروع کر دیں گے۔

4۔ چوتھے یہ کہ الحاد و بے دینی اور تحریف قرآن وسنت کے مقابلہ کیلئے پیغمبرانہ اصول دعوت کے تحت حکیمانہ تدبیروں، مشفقانہ ونصیحانہ بیانوں اور دل نشیں دلائل کے ذریعہ ''**مجادلة باللتی ھی احسن**'' کے ساتھ اپنے زورِ بیان اور زورِ قلم کو وقف کر دیں گے۔ (وحدت امت: 44,45)

شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں اختلافاتِ امت کا سبب

شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب قدس اللہ سرہ مالٹا کی جیل میں چار سالہ قید سے رہائی کے بعد دارالعلوم دیوبند میں تشریف لائے تو علماء کے ایک مجمع کے سامنے ایک اہم بات ارشاد فرمائی……

جو لوگ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے واقف ہیں وہ اس سے بھی بے خبر نہیں ہیں کہ ان کی یہ قید و بند عام سیاسی لیڈروں کی قید نہ تھی، جنگ آزادی میں اس درویش کی ساری تحریکات صرف رضائے حق سبحانہ وتعالیٰ کیلئے، امت کی صلاح وفلاح کے گرد گھومتی تھیں، مسافرت اور انتہائی بے کسی کے عالم میں گرفتاری کے وقت جو جملہ ان کی زبان مبارک پر آیا تھا، ان کے عزم اور مقصد کا پتہ دیتا ہے۔ فرمایا:

''الحمدللہ بمصیبتے گرفتار، نہ بمعصیتے''

جیل کی تنہائی میں ایک روز مغموم دیکھ کر بعض رفقاء نے کچھ تسلی کے الفاظ کہنا چاہے تو فرمایا: اس تکلیف کا کیا غم ہے جو ایک دن ختم ہو جانے والی ہے؟ غم اس کا ہے کہ یہ تکلیف ومحبت اللہ تعالیٰ کے نزدیک قبول بھی ہے یا نہیں۔

مالٹا کی قید سے واپس آنے کے بعد ایک رات بعد عشاء دارالعلوم میں تشریف فرما تھے۔ علماء کا بڑا مجمع سامنے تھا اس وقت فرمایا کہ ہم نے تو مالٹا کی زندگی میں دو سبق سیکھے ہیں۔

یہ الفاظ سن کر سارا مجمع ہمہ تن گوش ہوگیا کہ اس استاذ العلماء درویش نے اَسی سال علماء کو درس دینے کے بعد آخر عمر میں جو سبق سیکھے ہیں وہ کیا ہیں؟

فرمایا کہ میں نے جہاں تک جیل کی تنہائیوں میں اس پر غور کیا کہ پوری دنیا میں مسلمان دینی اور دنیوی ہر حیثیت سے کیوں تباہ ہو رہے ہیں تو اس کے دو سبب معلوم ہوئے: ایک ان کا قرآن کریم کو چھوڑ دینا۔ دوسرا آپس کے اختلافات اور خانہ جنگی۔

اس لئے میں وہیں سے یہ عزم لے کر آیا ہوں کہ اپنی باقی زندگی اس کام میں صرف کروں کہ قرآن کریم کو لفظاً اور معناً عام کیا جائے، بچوں کیلئے لفظی تعلیم کے مکاتب بستی بستی میں قائم کئے جائیں۔ بڑوں کو عوامی درسِ قرآن کی صورت میں اس کے معانی سے روشناس کرایا جائے اور قرآنی تعلیمات پر عمل کیلئے آمادہ کیا جائے اور مسلمانوں کے باہمی جنگ وجدال کو کسی قیمت پر برداشت نہ کیا جائے۔

نباض امت نے ملتِ مرحومہ کے مرض کی جو تشخیص اور تجویز فرمائی تھی باقی ایامِ زندگی میں ضعف وعلالت اور ہجوم مشاغل کے باوجود اس کیلئے سعی پیہم فرمائی۔ بذات خود درسِ قرآن شروع کرایا۔ جس میں تمام علمائے شہر اور حضرت مولانا حسین احمد مدنی اور حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہم اللہ جیسے علماء بھی شریک ہوتے تھے اور عوام بھی۔ اس ناکارہ (یعنی حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ) کو اس درس میں شرکت کا شرف حاصل رہا ہے۔ مگر اس واقعہ کے بعد حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی عمر ہی گنتی کے چند ایام تھے۔

اختلافِ رائے کی حدود

اختلافِ رائے کچھ مذموم نہیں، اگر اپنی حدود کے اندر رہو، انسان کی فطرت میں اسکے پیدا کرنے والے نے عین حکمت کے مطابق ایک مادہ غصہ اور مدافعت کا بھی رکھا ہے اور وہ انسان کی بقاء اور ارتقاء کیلئے ضروری ہے مگر یہ مادہ دشمن سے مدافعت کیلئے رکھا ہے اگر اس کا رخ دوسری طرف ہو جائے خواہ اس لئے کہ دشمن کو پہچاننے اور متعین کرنے میں غلطی ہو یا کسی دوسری وجہ سے، بہرحال جب دشمن کا رخ بدلے گا تو

یہ خود اپنی تباہی کا ذریعہ بنے گا، اسی لئے قرآن کریم نے مومن کیلئے پوری وضاحت کے ساتھ اس کا رخ متعین فرمادیا ہے: ”ان الشیطن لکم عدو فاتخذوہ عدوا“ (الفاطر :6) شیطان تمہارا دشمن ہے اس کو ہمیشہ دشمن سمجھتے رہو، جس کا حاصل یہ ہے کہ مومن کے غصے اور لڑائی کا مصرفِ صحیح صرف شیطان اور شیطانی طاقتیں ہیں، جب اس کی جنگ کا رخ اس طرف ہوتا ہے تو وہ جنگ قرآن کی اصطلاح میں جہاد کہلاتی ہے جو اعظم عبادات میں سے ہے، حدیث میں فرمایا ”ذروۃ سنامہ الجهاد“۔
(جامع الترمذی)

یعنی اسلام میں سب سے اعلیٰ کام جہاد ہے لیکن اگر اس جنگ کا رخ ذرا اس طرف سے ہٹا تو یہ جہاد کے بجائے فساد کہلاتی ہے جس سے بچانے ہی کیلئے اللہ کے سارے رسول اور کتابیں آئی ہیں، شکل وصورت کے اعتبار سے جہاد اور فساد میں کوئی فرق نہیں ہوتا، وہ کانٹا جہاں سے یہ لائنیں بدلتی ہیں، صرف یہ ہے کہ اس کا رخ شیطان اور شیطانی طاقتوں کی طرف ہے تو جہاد ہے ورنہ فساد۔

دوقومی نظریہ جس نے پاکستان بنوایا اسی اجمال کی عملی تفصیل تھی کہ کلمہ اسلام ماننے والے ایک متحد قوم ہیں اور نہ ماننے والے دوسری قوم۔ ان کے جہاد کا رخ اس طرف ہونا چاہیے، حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ نے جہاد کے فرض ہونے کی ایک حکمت یہ بھی بیان فرمائی کہ قہر وغضب اور مدافعت کا مادہ جو انسانی فطرت میں ودیعت کیا گیا ہے، جب جہاد کے ذریعے اپنا صحیح مصرف پالیتا ہے تو آپس کی خانہ جنگی اور فساد سے خود بخود نجات ہوجاتی ہے، ورنہ اس کی مثال ایسی ہوتی ہے کہ جس چھت میں بارش کا پانی نکلنے کا راستہ پرنالوں کے ذریعے نہ بنایا جائے تو پھر یہ پانی چھت کو توڑ کر اندر آتا ہے۔

ذرا ذرا سی بات پر جھگڑا لڑائی

آج اگر غور کیا جائے تو پورے عالمِ اسلام پر یہی مثال صادق آتی ہے، شیطان اور شیطانی تعلیم، کفر والحاد، اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بغاوت، فحاشی وعیاشی

سے طبیعتیں مانوس ہورہی ہیں، ان کی نفرت دلوں سے نکل چکی ہے، اسی پر کسی کو غصہ نہیں آتا، انسانی رواداری، اخلاق، مروت کا سارا زور کفر والحاد اور ظلم کی حمایت میں صرف ہوتا ہے، نفرت، بغاوت، عداوت کا میدان خود اپنے اعضاء و جوارح کی طرف ہے، آپس میں ذرا ذرا سی بات پر جھگڑا لڑائی ہے، چھوٹا سا نقطہ اختلاف ہو تو اس کو بڑھا کر پہاڑ بنا دیا جاتا ہے، اخبارات ورسائل کی غذا ہی بن کر رہ گئی ہے، دونوں طرف سے اپنی پوری توانائی اس طرح صرف کی جاتی ہے کہ گویا جہاد ہورہا ہے، دو متحارب طاقتیں لڑرہی ہیں اور کوئی خدا کا بندہ اپنی طرف نظر کر کے نہیں دیکھتا کہ ؎

ظالم جو جل رہا ہے وہ تیرا ہی گھر نہ ہو

سیاست ممالک سے لے کر خاندانی اور گھریلو معاملات تک سب میں اسی کا مظاہرہ ہے جہاں دیکھو "انما المومنون اخوۃ" کا سبق پڑھنے والے آپس میں گتھم گتھا ہیں، قرآن حکیم نے جہاں عفو و درگزر اور حلم و بردباری کی تلقین کی تھی، وہاں جنگ ہورہی ہے اور جس محاذ پر جہاد کی دعوت دی تھی وہ محاذ دشمنوں کی یلغار کیلئے خالی پڑا ہے "فالی اللہ المشتکی وانا للہ وانا الیہ راجعون"

جزوی اور فروعی مسائل میں الجھ کر اصل سے اغماض

اسمبلیوں، کونسلوں، میونسپل بورڈوں کی نشست، حکومت کے عہدوں اور ملازمتوں کی کشمکش، جہاں خالص اپنے حقوق کی جنگ ہے، جس کو چھوڑ بیٹھنا سب کے نزدیک ایثار اور اعلیٰ اخلاق کا ثبوت ہے، وہاں کوئی ایک انچ اپنی جگہ سے سرکنے کو تیار نہیں، دین ومذہب کے نام پر کام کرنے والوں کی اول تو تعداد ہی کم ہے اور جو ہے وہ عموماً قرآن وسنت کی بنیادی تعلیمات سے اغماض کر کے جزوی اور فروعی مسائل میں الجھ کر رہ گئی ہے چھوٹے سے چھوٹا مسئلہ معرکہ جدال بنا ہوا ہے، جسکے پیچھے غیبت، جھوٹ، ایذائے مسلم، افتراء و بہتان، تمسخر واستہزاء جیسے متفق علیہ کبیرہ گناہوں کی بھی پرواہ نہیں کی جاتی، دین کے نام پر خدا کے گھروں میں

جدال وقتال اور لڑائیاں ہیں، نوبت پولیس اور عدالتوں تک پہنچی ہوئی ہے۔

لڑنے والوں کیلئے نہایت اہم بات......!

ان دین داروں کو خدا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر استہزاء کرنے والوں، شراب پینے والوں، سود اور رشوت کھانے والوں سے وہ نفرت نہیں، جو ان مسائل میں اختلاف رکھنے والوں سے ہے۔

کوئی خدا کا بندہ اس پر نظر نہیں کرتا کہ اس کے مثبت ومنفی دونوں پہلوؤں میں کوئی بھی کسی کے نزدیک ایسا نہیں ہے جس کیلئے مسلمانوں سے جنگ کرنا جائز ہو اور جس کیلئے دوسروں کی غیبت و بہتان، تذلیل وتحقیر روا ہو۔

اصلاح حال کی ایک غلط کوشش

ہمارے نوتعلیم یافتہ روشن خیال مصلحین کی توجہ جب اس باہمی اختلاف کے مہلک نتائج کی طرف جاتی ہے اور اس کے علاج کی فکر ہوتی ہے تو ان کے خیال میں ساری خرابیاں صرف ان اختلافات میں نظر آتی ہیں جو دین ومذہب کے نام پر سامنے آتے ہیں اور وہ صرف اسی اختلاف کو مٹانے کیلئے علاج سوچتے ہیں وہ اس وقت ان سب لڑائیوں کو بھول جاتے ہیں جو خالص نفسانی اور ذاتی غرض کیلئے لڑی جارہی ہیں جن کیلئے ایک دوسرے کی جان، آبرو اور مال سب کچھ حلال سمجھ لیا جاتا ہے، جس کے پیچھے پورے ملک میں باہمی منافرت کے سیلاب امڈ آتے ہیں، مگر ان کوچوں کو نئی تہذیب وشرافت کا نام دے دیا ہے۔

اس لئے نہ وہ قوم کیلئے کوئی مرض رہا نہ اس کا علاج سوچنے کی ضرورت رہی، اختلاف ولڑائی میں صرف ملا ہی بدنام ہے، اسی کا علاج زیر غور ہے حالانکہ دین ومذہب کے نام پر جو اختلافات ہیں اگر غور کیا جائے تو ان کی خرابی صرف حدود سے تجاوز کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے ورنہ وہ کوئی برادری کا نوتا نہیں بن سکتے، وہ اپنے ذاتی حقوق نہیں جنہیں ایثار کیا جاسکے، بلکہ قرآن وسنت کی تعبیر کے اختلافات ہیں، جن کو ختم نہیں کیا جاسکتا۔

ہمارے بعض روشن خیال مصلحین نے سارا فساد ان ہی اختلافات میں منحصر سمجھ کر اس کا یہ علاج تجویز کیا کہ فرقہ وارانہ اختلافات کو ہٹا کر سب کا ایک نیا اور مشترک مذہب بنالیا جائے، پوری قوم کا وہی ایک مذہب ہو، تا کہ اختلاف کی بنیاد ہی ختم ہوجائے۔

مگر یہ بات مذہبی مسائل میں عقلاً صحیح ہے نہ عملاً ممکن، ہاں خالص دینوی معاملات جن میں جھگڑا ذاتی حقوق ہی کا ہو، وہاں اپنے اپنے مطالبات کو نظر انداز کر کے ایسی صلح کی جاسکتی ہے۔ اس لئے باہمی جنگ وجدل کا علاج یہ نہیں کہ اختلاف رائے کو مٹا کر سب کو ایک نظریئے کا پابند کر دیا جائے۔

اختلافِ رائے اور جھگڑے فساد میں فرق

اہل عقل وبصیرت پر مخفی نہیں کہ دینی اور دنیوی دونوں قسم کے معاملات میں بہت سے مسائل ایسے آتے ہیں، جن میں رائیں مختلف ہوسکتی ہیں، ان میں اختلاف کرنا عقل ودیانت کا عین مقتضی ہوتا ہے، ان میں اتفاق صرف دو صورتوں سے ہوسکتا ہے یا تو مجمع میں کوئی اہل بصیرت اور اہل رائے نہ ہو، ایک نے کچھ کہہ دیا سب نے مان لیا اور یا پھر جان بوجھ کر کسی کی رعایت ومروت سے اپنے ضمیر اور اپنی رائے کے خلاف دوسرے کی بات پر فیصلہ صادر کر دیا۔ ورنہ اگر عقل و دیانت دونوں موجود ہوں تو رائے کا اختلاف ضروری ہے اور یہ اختلاف کبھی کسی حال پر مضر بھی نہیں ہوتا بلکہ دوسروں کیلئے بصیرت کا سامان مہیا کرتا ہے، اسمبلیوں میں حزب اختلاف کو اسی بنیاد پر ضروری سمجھا جاتا ہے۔

قرآن وسنت کے مجملات اور مبہمات کی تشریح وتعبیر میں اسی طرح کے اختلافات کو رحمت کہا گیا ہے جو اسلام کے عہد اول سے صحابہ وتابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین اور پھر ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ تعالی میں چلے آئے ہیں۔ ان مسائل میں جو اختلافات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں پیش آچکے ہیں، ان کو مٹانے کے معنی اس کے

سوا نہیں ہو سکتے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی کسی ایک جماعت کو باطل پر قرار دیا جائے جو نصوص حدیث اور ارشادات قرآنی کے بالکل خلاف ہے، اسی لئے حافظ شمس الدین ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جس مسئلے میں اختلاف صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے درمیان ہو چکا ہے اس کو بالکل ختم کر دینا ممکن نہیں۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور ائمہ مجتہدینؒ کا طرزِ عمل

اسی کے ساتھ صحابہ و تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین اور ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ کے دور کی وہ تاریخ بھی سامنے رکھنا ضروری ہے کہ تعبیر کتاب و سنت کے ماتحت جو ان میں اختلاف رائے پیش آیا ہے اس پوری تاریخ میں ایک واقعہ بھی ایسا نہیں کہ اس نے جنگ وجدال کی صورت اختیار کی ہو، باہمی اختلافی مسائل کے باوجود ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھنا اور تمام برادرانہ تعلقات قائم رہنا اس پوری تاریخ کا اعلیٰ شاہکار ہے۔

سیاسی مسائل میں مشاجراتِ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا فتنہ تکوینی حکومتوں کے ماتحت پیش آیا، آپس میں تلواریں بھی چل گئیں مگر عین اسی فتنہ کی ابتداء میں جب امام مظلوم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ باغیوں کے نرغے میں محصور تھے اور یہی باغی نمازوں میں امامت کراتے تھے تو امام مظلوم نے مسلمانوں کو ان کی اقتدا میں نماز پڑھنے کی ہدایت فرمائی اور عام ضابطہ یہ بتادیا کہ: "اذا احسن الناس فاحسن معهم واذا ساء وا فاجتنب اسائتهم" (صحیح البخاری، الصلوٰۃ، باب امامة المفتون، الرقم:695)

یعنی جب وہ لوگ کوئی نیک کام کریں اس میں ان کے ساتھ تعاون کرو اور جب کوئی برا اور غلط کام کریں اس سے اجتناب کرو، اس ہدایت کے ذریعے اپنی جان پر کھیل کر مسلمانوں کو قرآنی ارشاد "وتعاونوا علی البر والتقوی" (المائدۃ:2) کی صحیح تفسیر بتادی اور باہمی انتشار وافتراق کا دروازہ بند کر دیا۔

اور اسی فتنے کے آخر میں جبکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت امیر معاویہ رضی

اللہ عنہ کے درمیان میدان جنگ گرم تھا، روم کی عیسائی سلطنت کی طرف سے موقع پا کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اپنے ساتھ ملانے اور ان کی مدد کرنے کا پیغام ملا تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا جواب یہ تھا کہ ہمارے اختلاف سے دھوکہ نہ کھاؤ، اگر تم نے مسلمانوں کی طرف رخ کیا تو علی (کرم اللہ وجہہ) کے لشکر کا پہلا سپاہی جو تمہارے مقابلے کیلئے نکلے گا وہ معاویہ (رضی اللہ عنہ) ہوگا۔ معلوم یہ ہوا کہ باہمی اختلاف جو منافقین کی گہری سازشوں سے تشدد کا رخ اختیار کر چکا تھا اس میں بھی اسلام کے بنیادی حقائق کسی کی نظر سے اوجھل نہیں ہوئے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ تعبیر کتاب وسنت کے ماتحت اختلاف رائے جو صحابہ تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین اور ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ میں رہا ہے تو وہ بلاشبہ رحمت ہی ہے، اس کا کوئی پہلو نہ پہلے مسلمانوں کیلئے مضر ثابت ہوا اور نہ آج ہوسکتا ہے، بشرطیکہ وہ ان ہی حدود کے اندر رہے، جن میں ان حضرات نے رکھا تھا کہ ان کا اثر نماز، جماعت، امامت اور معاشرت کے کسی معاملے پر نہ پڑتا تھا۔

جدال اور اصلاح

مذہب کے نام پر دوسرے اختلافات قرونِ اولیٰ کے بعد بدعت وسنت اور دوسرے عنوانات سے پیدا ہوئے، بہت سے لوگوں نے قرآن وسنت کی تعبیر میں اصول صحیحہ کو چھوڑ کر ذاتی آراء کو امام بنالیا اور نئے نئے مسائل پیدا کر دیئے یہ اختلافات بلاشبہ تفریق وافتراق تھے، جن سے قرآن وسنت میں مسلمانوں کو ڈرایا گیا ہے، ان کے ختم یا کم کرنے کی کوشش بلاشبہ مفید تھی، مگر قرآن حکیم نے اس کا بھی ایک خاص طریق بتادیا ہے، جس کے ذریعے تفریق کی خلیج کم ہوتی چلی جائے بڑھنے نہ پائے، یہ اصول دعوت الی الخیر ہیں جن میں سب سے پہلے حکمت وتدبیر سے اور پھر خیر خواہی اور نرم عنوان سے لوگوں کو قرآن وسنت کے صحیح مفہوم کی طرف بلانا ہے اور آخر میں ''مجادلة باللتی ھی احسن'' یعنی حجت ودلیل کے ساتھ افہام وتفہیم کی کوشش ہے۔

افسوس ہے کہ آج کل عام اہل علم اور مصلحین نے اس اصول کو نظر انداز کر دیا، صرف جدال میں اور وہ بھی غیر مشروط انداز سے مشغول ہو گئے کہ اپنے حریف کا استہزاء و تمسخر اس کو زیر کرنے کیلئے جھوٹے، سچے، جائز و ناجائز ہر طرح کے حربے استعمال کرنا اختیار کر لیا۔ جس کا لازمی نتیجہ جنگ و جدل اور جھگڑا فساد تھا۔

اختلافات کی خرابیوں کا وقتی علاج

آج جبکہ مسلمانوں کا تفرق انتہاء کو پہنچا ہوا ہے، اپنی مزعومات کے خلاف کوئی کسی کی بات ماننے، بلکہ سننے کیلئے بھی تیار نہیں اور کوئی ایسی قوت نہیں کہ کسی فریق کو مجبور کر سکے تو اس باہمی جنگ و جدال اور اس کے مہلک اثرات سے اسلام اور مسلمانوں کو بچانے کا صرف ایک راستہ ہے کہ فرقوں اور جماعتوں کے ذمے دار ذرا اس پر غور کریں کہ جن مسائل میں ہم جھگڑ رہے ہیں کیا وہی اسلام کے بنیادی مسائل ہیں جن کیلئے قرآن نازل ہوا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زندگی ان کیلئے وقف کر دی اور ان کے پیچھے ہر طرح کی قربانیاں دیں یا بنیادی مسائل اور قرآن اور اسلام کا اصلی مطالبہ کچھ اور ہے جس ملک میں ایک طرف عیسائی مشنریاں اپنی قوت اور دنیاوی چمک دمک کے ساتھ اس کو عیسائی ملک بنانے کے خواب دیکھ رہی ہیں ایک طرف کھلے بندوں خدا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی تعلیمات کا مذاق اڑایا جاتا ہے۔ ایک طرف تو قرآن اور اسلام کے نام پر وہ سب کچھ کیا جا رہا ہے جس کو دنیا سے مٹانے ہی کیلئے قرآن اور اسلام آیا تھا، اس جگہ صرف فروعی مسائل اور ان کی تحقیق و تنقید اور ترویج کی کوششوں میں الجھ کر ان بنیادی مہمات سے غفلت برتنے والوں سے اگر اللہ تعالیٰ و رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کر لیا تو ہمارا کیا جواب ہو گا؟ مجھے یقین ہے کہ کوئی فرقہ، کوئی جماعت جب ذرا اپنے وقتی جھگڑوں سے بلند ہو کر اس کو سوچے گی تو اس کو اپنی موجودہ مصروفیات پر ندامت ہو گی۔

صحیح اور غلط طرزِ عمل

بہت سے حضرات مسائل میں علماء کے اختلافات سے پریشان ہوکر پوچھا کرتے ہیں کہ ہم کدھر جائیں، جس کی تہہ میں یہ پوشیدہ ہوتا ہے کہ اب ہم کسی کی نہ سنیں۔ سب سے آزاد جو سمجھ میں آئے کیا کریں اور بظاہر ان کا یہ معصومانہ سوال حق بجانب نظر آتا ہے لیکن ذرا غور فرمائیں تو ان کو اس کا جواب اپنے گرد وپیش کے معاملات میں خود ہی مل جائے گا۔

ایک صاحب بیمار ہوئے ڈاکٹروں یا حکیموں کی آراء میں تشخص وتجویز کے بارے میں اختلاف ہوگیا تو وہ کیا کرتے ہیں؟ یہی نا کہ وہ ان ڈاکٹروں، حکیموں کی ڈگریاں معلوم کرکے یا پھر ان کے مطب میں علاج کرانے والے مریضوں سے یا دوسرے اہل تجربہ سے دریافت کرکے اپنے علاج کیلئے کسی ایک ڈاکٹر کو متعین کرلیتے ہیں، اسی کی تشخیص وتجویز پر عمل کرتے ہیں مگر دوسرے ڈاکٹروں حکیموں کو برا بھلا کہتے نہیں پھرتے۔ یہاں کسی کا یہ خیال نہیں ہوتا کہ معالجوں میں اختلاف ہے تو سب کو چھوڑو، اپنی آزاد رائے سے جو چاہو کرو، کیا یہی طرزِ عمل علماء کے اختلاف کے وقت نہیں کرسکتے؟

ایک مثال اور لیجئے آپ کو ایک مقدمہ عدالت میں دائر کرنا ہے قانون جاننے والے وکلاء سے مشورہ کیا۔ ان میں اختلاف رائے ہوا تو کوئی اور آدمی یہ تجویز نہیں کرتا کہ مقدمہ دائر کرنا ہی چھوڑ دے یا پھر کسی وکیل کی نہ سنے، خود اپنی رائے سے جو سمجھ میں آیا کرے بلکہ ہوتا یہی ہے مختلف طریقوں سے ہر شخص اتنی تحقیق کرلیتا ہے کہ ان میں کون سا وکیل اچھا جاننے والا اور قابل اعتماد ہے اس کو اپنا وکیل بنالیتا ہے اور دوسرے وکلاء کو باوجود اختلاف کے دشمن نہیں سمجھتا، برا بھلا نہیں کہتا، اس سے لڑتا نہیں پھرتا۔

یہی فطری اور سہل اصول اختلاف علماء کے وقت کیوں اختیار نہیں کیا جاتا؟ یہاں ایک بات یہ بھی سن لی جائے کہ بیماری مقدمے کے معاملات میں تو اگر آپ نے کسی غلط ڈاکٹر یا غیر معتمد وکیل پر اعتماد کرکے اپنا معاملہ اس کے حوالے کردیا تو اس کا جو

نقصان پہنچتا ہے وہ آپ کو ضرور پہنچے گا، مگر علماء کے اختلاف میں اس نقصان کا بھی خطرہ نہیں۔

حدیث میں ہے کہ کسی شخص کو اگر کسی عالم نے فتویٰ غلط دے دیا تو اس کا گناہ سوال کرنے والے پر نہیں بلکہ فتویٰ دینے والے پر ہے۔ (سنن ابی داؤد)

شرط یہ ہے کہ سوال اس شخص سے کیا گیا ہو جس کا عالم ہونا آپ نے ایسی ہی تحقیق و جستجو کے ذریعے معلوم کیا ہو جو اچھے معالج اور اچھے وکیل کی تلاش میں آپ کیا کرتے ہیں، اپنی مقدور بھر صحیح عالم کی تلاش و جستجو کر کے آپ نے ان کے قول پر عمل کرلیا تو آپ اللہ کے نزدیک بری ہو گئے۔ اگر اس نے غلط بھی بتادیا تو آپ پر اس کا کوئی نقصان یا الزام نہیں، ہاں یہ نہ ہونا چاہیے کہ ڈاکٹر کی تلاش میں تو اس کا ایم بی بی ایس ہونا بھی معلوم کریں اور یہ بھی کہ اس کے مطب میں کس طرح کے مریض زیادہ شفایاب ہوتے ہیں مگر عالم کی تلاش میں صرف عمامے، کرتے اور ڈاڑھی کو یا زیادہ سے زیادہ جلسے میں کچھ بول لینے کو معیار بنالیں۔ اگر آپ نے ایسا کیا تو آپ اپنی ذمہ داری سے بری نہیں اس نے جواب میں کوئی غلطی کی تو آپ بھی اس کے مجرم قرار پائیں گے۔

باہمی جنگ وجدال کے دورکن

خلاصہ کلام یہ ہے کہ آج مذہب کے نام پر جو جنگ وجدال کا بازار گرم ہے اس کے دو رکن ہیں ایک ہر فرقہ اور ہر جماعت کے علماء دوسرے وہ عوام جو ان کے پیچھے چلنے والے ہیں۔

علماء (وائمہ کرام) اپنی تحقیق وتنقید میں قرآنی اصول دعوت کے مطابق دوسرے کی تنقیص وتوہین سے پرہیز کریں اور اسلام کے وہ بنیادی مسائل جن میں کسی فرقے کو اختلاف نہیں اور اسلام اور مسلمانوں پر جو مصائب آج آرہے ہیں وہ سب انہی مسائل سے متعلق ہیں، اپنی کوششوں اور محنتوں کا رخ اس طرف پھیر دیں، اسی طرح عوام اپنی

مقدور بھر پوری کوشش کر کے کسی صحیح عالم کا انتخاب کریں اور پھر اس کے بتائے ہوئے طریقے پر چلتے رہیں، دوسرے علماء یا ان کے ماننے والوں سے لڑتے نہ پھریں۔

سارے فرقے اور ان کے اختلافات بدستور رہتے ہوئے بھی یہ باہمی جنگ و جدل ختم ہوسکتا ہے جس نے آج مسلمانوں کو کسی کام کا نہیں چھوڑا، صرف ذرا سی توجہ دینے اور دلانے اور طرز عمل بدلنے کی ضرورت ہے۔

کاش میری ہی آواز ان بزرگوں اور دوستوں تک پہنچے جو اس راہ میں کچھ کام کر سکتے ہیں اور محض اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام پر اس ہمدردانہ دعوت کیلئے کھڑے ہو جائیں تو امت کی بہت سی مشکلات حل ہو جائیں اور ہمارا پورا معاشرہ جن مہلک خرابیوں کی غار میں جا چکا ہے ان سے نجات مل جائے۔

عام سیاسی اور شخصی جھگڑوں کا علاج

جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ مذہبی معاملات میں جس شخص نے کوئی خاص رخ اختیار کر رکھا ہے وہ اسی کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم و تلقین سمجھ کر اختیار کئے ہوئے ہے، خواہ وہ حقیقت کے اعتبار سے بالکل غلط ہی ہو مگر اس کا نظریہ کم از کم یہی ہے کہ وہ اللہ کا دین ہے ان حالات میں اس کو ہمدردی اور نرمی سے اپنی جگہ افہام و تفہیم کی کوشش تو بجائے خود جاری رکھنا چاہیے لیکن جب تک اس کا نظریہ نہ بدلے اس کو یہ دعوت نہیں دی جا سکتی کہ تم ایثار کرے اپنا نظریہ چھوڑ دو اور صلح کر لو، ان سے تو صرف یہ کہا جا سکتا ہے کہ اختلافِ رائے کو اپنی حدود کے اندر رکھیں اور افہام و تفہیم قرآنی اصول حکمت و موعظت ''مجادلة باللتی ھی احسن'' کو نظر انداز نہ کریں مگر جن معاملات کا تعلق صرف شخصی اور ذاتی حقوق اور خواہشات سے ہے وہاں یہ معاملہ سہل ہے کہ جھگڑے سے بچنے کیلئے دوسرے کیلئے اپنی جگہ چھوڑ دے، اپنے حق سے دست بردار ہو جائے اور جو شخص ایسا کرے دنیا میں بھی اس کی عزت کو چار چاند لگ جاتے ہیں اور جس مقصد کو چھوڑا ہے وہ بھی دوسرے راستے سے

حاصل ہوجاتا ہے اور آخرت میں تو اس کیلئے ایک عظیم الشان بشارت ہے جس کا بدل پوری دنیا اور دنیا کی ساری حکومتیں اور ثروتیں بھی نہیں ہوسکتیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''انا زعیم ببیت فی ربض الجنة لمن ترک المراء ان کان محقا'' (سنن ابی داؤد) ترجمہ: میں ضامن ہوں اس شخص کو وسط جنت میں مکان دلانے کا جس نے حق پر ہونے کے باوجود جھگڑا چھوڑ دیا۔

آپس کی لڑائی قرآنی تعلیمات سے دوری کا نتیجہ

میں آخر میں پھر اپنے پہلے جملے کی طرف رجوع کرتا ہوں کہ ہماری ساری خرابیوں کی بنیاد قرآن کو چھوڑنا اور آپس میں لڑنا ہے اور یہ آپس کی لڑائی بھی درحقیقت قرآنی تعلیمات سے ناواقفیت یا غفلت ہی کا نتیجہ ہے، گروہی تعصّبات نے یہ حقائق نظروں سے اوجھل کر رکھے ہیں۔

دنیا میں صالحین کی اگرچہ قلت ضرور ہے مگر فقدان نہیں، افسوس ہے کہ ایسے مصلحین کا سخت قحط ہے جو گردوپیش کے چھوٹے چھوٹے دائروں سے ذرا سر نکال کر باہر دیکھیں اور اسلام اور قرآن ان کو کس طرف بلا رہا ہے اور ان کی صدا سنیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین کے راستے پر چلنے کی توفیق کامل عطا فرمادیں۔

''اللهم وفقنا لما تحب وترضى من القول والفعل والعمل والنية، وصلى الله تعالىٰ على خير خلقه وصفوة رسله محمد واله وصحبه اجمعين'' (ماخوذ از اختلاف امت اور ان کا حل)

قوم کا مختلف پارٹیوں میں بٹ کر آپس میں بھڑ جانا

یہ ایک قسم کا عذاب ہے کہ قوم مختلف پارٹیوں میں بٹ کر آپس میں بھڑ جائے، اللہ تعالیٰ نے سورہ انعام کی آیت نمبر 65 میں عذاب الٰہی کی تین قسموں کا ذکر فرمایا ہے، اس میں تیسری قسم عذاب کی جو اس آیت میں ذکر کی گئی ہے وہ یہ ہے ''اویلبسکم شیعا'' یعنی تمہاری مختلف پارٹیاں بن کر آپس بھڑ جائیں اور باہم ایک دوسرے کیلئے عذاب بن جائیں۔

اس میں لفظ ”یلبسکم“ لبس کے مادہ سے بنا ہے جس کے اصلی معنی چھپا لینے اور ڈھانپ لینے کے ہیں۔ اسی معنی سے لباس ان کپڑوں کو کہا جاتا ہے جو انسان کے بدن کو ڈھانپ لے اور اسی وجہ سے التباس بمعنی شبہ و اشتباہ استعمال ہوتا ہے جہاں کسی کلام کی مراد مستور ہو صاف اور کھلی ہوئی نہ ہو۔ اور لفظ ”شیع“ ”شیعۃ“ کی جمع ہے جس کے معنی ہیں کسی کا پیرو اور تابع۔

قرآن مجید میں ہے ”وان من شیعتة لابراھیم“ یعنی نوح علیہ السلام کے نقش قدم پر چلنے والے ہیں ابراہیم علیہ السلام۔

اسی لئے عرف و محاورہ میں لفظ شیعہ ایسی جماعت کیلئے بولا جاتا ہے جو کسی خاص غرض کیلئے جمع ہوں اور اس غرض میں ایک دوسرے کے معاون ہوں، جس کا بامحاورہ ترجمہ آج کل کی زبان میں فرقہ یا پارٹی ہے۔

اسی لئے آیت کا ترجمہ یہ ہوگیا کہ عذاب کی ایک قسم یہ ہے کہ قوم مختلف پارٹیوں میں بٹ کر آپس میں بھڑ جائے اسی لئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو خطاب کرکے فرمایا: ”لاترجعوا بعدی کفارا یضرب بعضکم رقاب بعض“ (صحیح مسلم) ترجمہ: یعنی تم میرے بعد پھر کافروں جیسے نہ بن جانا کہ ایک دوسرے کی گردن مارنے لگو۔

آپس میں محبت کی دعا

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جارہے تھے، ہمارا گزر مسجد بنی معاویہ پر ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں تشریف لے گئے اور دو رکعت نماز پڑھی۔ ہم نے بھی دو رکعت ادا کی، اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دعا میں مشغول ہوگئے اور بہت دیر تک دعا کرتے رہے۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ میں نے اپنے رب سے تین چیزوں کا سوال کیا ایک یہ کہ میری امت کو غرق کرکے ہلاک نہ کیا جائے، اللہ تعالیٰ نے

یہ دعا قبول فرمائی، دوسرے یہ کہ میری امت کو قحط اور بھوک کے ذریعہ ہلاک نہ کیا جائے یہ بھی قبول فرمالی۔ تیسری دعا یہ کہ میری امت آپس کے جنگ وجدل سے تباہ نہ ہو، مجھے اس دعا سے روک دیا گیا۔ (مسند احمد)

اسی مضمون کی ایک حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے جس میں تین دعاؤں میں سے ایک دعا یہ ہے کہ میری امت پر کسی دشمن کو مسلط نہ فرمادے جو سب کو تباہ وبرباد کردے۔ یہ دعا قبول ہوئی اور آپس میں بھڑ جائیں اس دعا کو منع کردیا گیا۔ (سنن ابن ماجہ)

ان روایات سے ثابت ہوا کہ امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر اس قسم کے عذاب تو نہ آئیں گے، جیسے پچھلی امتوں پر آسمان یا زمین سے آئے جس سے ان کی پوری قوم تباہ وبرباد ہوگئی لیکن ایک عذاب دنیا میں اس امت پر بھی آتا رہے گا۔ وہ عذاب آپس کا جنگ وجدل اور فرقوں اور پارٹیوں کا باہمی تصادم ہے۔ اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امت کو فرقوں اور پارٹیوں میں منقسم ہوکر باہمی آویزش اور جنگ وجدل سے منع کرنے میں انتہائی تاکید سے کام لیا ہے اور ہر موقع پر اس سے ڈرایا ہے کہ تم پر خدا تعالیٰ کا عذاب اس دنیا میں اگر آئے گا تو آپس ہی کے جنگ وجدل کے ذریعہ آئے گا۔ سورہ ہود کی ایک آیت میں یہ مضمون اور بھی زیادہ وضاحت سے آیا ہے۔ ’’ولایزالون مختلفین الامن رحم ربک‘‘ (ھود:118) ترجمہ: وہ تو برابر اختلاف کرنے والے ہی رہیں گے سوائے ان کے جن پر آپ کا رب رحم فرمائے۔

اس سے واضح ہوا کہ جو لوگ آپس میں (بلاوجہ شرعی) اختلاف کرتے ہیں وہ رحمت خداوندی سے محروم یا بعید ہیں۔

ایک آیت میں ارشاد ہے: ’’واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولاتفرقوا‘‘ (آل عمران 103) ترجمہ: اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور پھوٹ نہ ڈالو۔

دوسری آیت میں ارشاد ہے: ’’ **ولاتکونوا کالذین تفرقوا واختلفوا من ٗبعد ماجآءھم البینت** ‘‘ (آل عمران 105) ترجمہ: اور تم ان لوگوں کی طرح نہ ہوجانا جنہوں نے اپنے پاس روشن دلیلیں آجانے کے بعد بھی تفرقہ ڈالا اور اختلاف کیا۔

ان تمام آیات و روایات کا حاصل یہ ہے کہ اختلاف بڑی منحوس اور مذموم چیز ہے۔ آج دینی اور دنیوی ہر حیثیت سے مسلمانوں کی پستی اور بربادی کے اسباب پر غور کیا جائے تو اکثر مصائب کا سبب یہی آپس کا اختلاف اور تشتت نظر آئے گا، ہماری بداعمالیوں کے نتیجہ میں یہ عذاب ہم پر مسلط ہوگیا کہ وہ قوم جس کا مرکز اتحاد ایک کلمہ ’’لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ‘‘ تھا۔ اس کلمہ کو ماننے والا زمین کے کسی خطہ میں ہو، کسی زبان کا بولنے والا ہو، کسی رنگ کا ہو، کسی نسل ونسب سے متعلق ہو، سب بھائی بھائی تھے، کوہ ودریا کی دشوارگزار منازل ان کی وحدت میں حائل نہ تھیں، نسب وخاندان، رنگ وزبان کا تفاوت ان کی راہ میں رکاوٹ نہ تھا، ان کی قوم وحدت صرف اس کلمہ سے وابستہ تھی، عربی، مصری، شامی، ترکی، ہندی، چینی کی تقسیم صرف شناخت اور تعارف کیلئے تھیں اور کچھ نہیں۔ بقول علامہ اقبالؒ ۔

درویش خدامست نہ شرقی ہے نہ غربی   گھر اس کا نہ دلی نہ صفاہان نہ سمرقند

مسلمان قوم تشتت اور انتشار کا شکار

آج دوسری قوموں کی دسیسہ کاریوں اور مسلسل کوششوں نے پھر ان کو نسلی اور لسانی اور وطنی قومیتوں میں بانٹ دیا اور پھر ان میں سے بھی ہر ایک قوم وجماعت اپنے اندر کی بھی تشتت اور انتشار کا شکار ہوکر مختلف پارٹیوں میں بٹ گئی۔

وہ قوم جس کا شعار غیروں سے بھی عفو درگزر اور ایثار تھا اور جھگڑے سے بچنے کیلئے اپنے بڑے سے بڑے حق کو چھوڑ دیتی تھی، آج اس کے بہت سے افراد ذرا سی حقیر و ذلیل خواہشات کے پیچھے بڑے سے بڑے تعلق کو قربان کردیتے ہیں، یہی وہ اغراض واہواء کا اختلاف ہے، جو قوم وملت کے لئے منحوس اور اس دنیا میں نقد عذاب ہے۔

ہاں اس جگہ یہ سمجھ لینا بھی ضروری ہے کہ وہ اختلاف جس کو قرآن میں عذاب الٰہی اور رحمت خداوندی سے محرومی فرمایا گیا ہے وہ اختلاف ہے جو اصول اور عقائد میں ہو یا نفسانی اغراض و اہواء کی وجہ سے ہو۔ اس میں وہ اختلاف رائے داخل نہیں جو قرآن وسنت کے بتلائے ہوئے اصول اجتہاد کے ماتحت فروعی مسائل میں فقہاء امت کے اندر قرن اول سے صحابہ وتابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین میں ہوتا چلا آیا ہے۔ جن میں فریقین کی حجت قرآن وسنت اور اجماع سے ہے اور ہر ایک کی نیت قرآن وسنت کے احکام کی تعمیل ہے مگر قرآن وسنت کے مجمل یا مبہم الفاظ کی تعبیر اور ان سے جزوی فروعی مسائل کے استخراج میں اجتہاد اور رائے کا اختلاف ہے، ایسے ہی اختلاف کو ایک حدیث میں رحمت فرمایا گیا ہے۔ جامع صغیر میں بحوالہ نصر مقدسی و بیہقی و امام الحرمین یہ روایت نقل کی ہے کہ: ''اختلاف امتی رحمة'' (جامع الصغیر) ترجمہ: میری امت کا اختلاف رحمت ہے۔

امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت اس لئے اختیار فرمائی گئی کہ اس امت کے علماء حق اور فقہاء متقین میں جو اختلاف ہوگا وہ ہمیشہ اصول قرآن وسنت کے ماتحت ہوگا اور صدق نیت اور للّٰہیت سے ہوگا، کوئی نفسانی غرض جاہ و مال کی ان کے اختلاف کی محرک نہ ہوگی۔ اس لئے وہ کسی جنگ وجدل کا سبب بھی نہ بنے گا۔ بلکہ علامہ عبدالرؤف مناوی شارح جامع صغیر کی تحقیق کے مطابق فقہاء امت کے مختلف مسالک کا وہ درجہ ہوگا، جو زمانہ سابق میں انبیاء علیہم السلام کی مختلف شرائع کا تھا کہ مختلف ہونے کے باوجود سب کی سب اللہ ہی کے احکام تھے۔ اسی طرح مجتہدین امت کے مختلف مسلک اصول قرآن وسنت کے ماتحت ہونے کی وجہ سے سب کے سب احکام خدا و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کہلائیں گے۔ (معارف القرآن بحوالہ تحفۃ الائمۃ)

اختلافی معاملات میں فضول بحثوں سے اجتناب

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث مبارکہ میں جو تعلیم دی گئی ہے وہ در

حقیقت علماء امت کیلئے اہم رہنما اصول ہیں وہ یہ کہ جب کسی مسئلہ میں اختلاف پیش آئے تو جس قدر ضروری بات ہے اس کو واضح کر کے بیان کر دیا جائے اس کے بعد بھی لوگ غیر ضروری بحث میں الجھیں تو ان کے ساتھ سرسری گفتگو کر کے بحث ختم کر دی جائے، اپنے دعوے کے اثبات میں کاوش اور ان کی بات کی تردید میں بہت زور لگانے سے گریز کیا جائے کیونکہ اس کا کوئی خاص فائدہ تو ہے نہیں۔ مزید بحث وتکرار میں وقت کی اضاعت بھی ہے اور باہم تلخی پیدا ہونے کا خطرہ بھی۔

دوسری ہدایت یہ دی گئی ہے کہ وحی الٰہی کے ذریعہ سے قصہ اصحاب کہف کی جتنی کافی معلومات آپ کی دی گئی ہیں ان پر قناعت فرمائیں زائد کی تحقیقات اور لوگوں سے سوال وغیرہ میں نہ پڑیں، دوسروں سے سوالات کا ایک پہلو یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان کی جہالت یا ناواقفیت ظاہر کرنے اور ان کو رسوا کرنے کیلئے سوال کیا جائے یہ بھی اخلاق انبیاء علیہم السلام کے خلاف ہے، اس لئے دوسرے لوگوں سے دونوں طرح کے سوال کرنا ممنوع کر دیا گیا، یعنی تحقیق مزید کیلئے ہو یا مخاطب کی تجہیل و رسوائی کیلئے ہو۔ (معارف القرآن:579/5)

مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ ''فاستبقوا الخیرات'' کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اس سے پہلے جملہ میں یہ فرمایا تھا کہ مختلف قوموں کے مختلف قبیلے ہیں، کوئی ایک دوسرے کے قبلہ کو تسلیم نہیں کرتا اس لئے اپنے قبلہ کے حق ہونے پر ان لوگوں سے بحث فضول ہے، اس جملے کا حاصل یہ ہے کہ جب یہ معلوم ہے کہ اس بحث سے ان لوگوں کو کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا تو پھر اس فضول بحث کو چھوڑ کر اپنے اصلی کام میں لگ جانا چاہیے اور وہ کام ہے نیک کاموں میں دوڑ دھوپ اور آگے بڑھنے کی کوشش اور چونکہ فضول بحثوں میں وقت ضائع کرنا اور ''مسابقت الی الخیرات'' میں سستی کرنا، عموماً آخرت سے غفلت کے سبب ہوتے ہیں، جس کو اپنی آخرت اور انجام کی فکر درپیش ہو وہ کبھی فضول بحثوں میں نہیں الجھتا، اپنی منزل طے

کرنے کی فکر میں رہتا ہے۔ (معارف القرآن 389/1، البقرۃ 148)

باہمی کشاکش اور نزاع کا نقصان

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ’’ولاتنازعوا فتفشلوا وتذھب ریحکم واصبروا ان اللہ مع الصبرین ‘‘ (الانفال:46)

اس میں مضر پہلوؤں پر تنبیہ کر کے ان سے بچنے کی ہدایت ہے اور وہ مضر پہلو جو جنگ کی کامیابی میں مانع ہوتا ہے باہمی نزاع واختلاف ہے، اس لئے فرمایا ’’ولا تنازعوا‘‘ یعنی آپس میں نزاع اور کشاکش نہ کرو۔ ورنہ تم میں بزدلی پھیل جائے گی اور تمہای ہوا اکھڑ جائے گی۔

اس میں باہمی نزاع کے دو نتیجے بیان کئے گئے ہیں۔ ایک یہ کہ تم ذاتی طور پر کمزور اور بزدل ہو جاؤ گے۔ دوسرا یہ کہ تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی، دشمن کی نظروں میں حقیر ہو جاؤ گے۔

باہمی کشاکش اور نزاع......اتحاد سے محرومی کا نتیجہ

باہمی کشاکش اور نزاع سے دوسروں کی نظر میں حقیر ہو جانا تو بدیہی امر ہے لیکن خود اپنی قوت پر اس کا یہ اثر پڑتا ہے کہ اس میں کمزوری اور بزدلی آ جاتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ باہمی اتحاد واعتماد کی صورت میں ہر ایک انسان کے ساتھ پوری جماعت کی طاقت لگی ہوئی ہوتی ہے۔ اس لئے ایک آدمی اپنے اندر بقدر اپنی جماعت کے قوت محسوس کرتا ہے اور جب باہمی اتحاد واعتماد نہ رہا تو اس کی اکیلی قوت رہ گئی ہے وہ ظاہر ہے جنگ وقتال کے میدان میں کوئی چیز نہیں۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا ’’واصبرو‘‘ یعنی صبر کا دامن لازم پکڑو‘‘۔ سیاق کلام سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ نزاع اور جھگڑوں سے بچنے کا کامیاب نسخہ بتلایا گیا ہے اور بیان اس کا یہ ہے کہ کوئی جماعت کتنی ہی متحد الخیال اور متحد المقصد ہو مگر افراد انسانی کی طبعی خصوصیات اور ضروریات مختلف ہوا کرتی ہیں، نیز کسی مقصد کے حصول وکوشش

میں اہل عقل و تجربہ کاروں کا اختلاف بھی ناگزیر ہے۔ اس لئے دوسروں کے ساتھ چلنے اور ان کو ساتھ رکھنے کیلئے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ آدمی خلاف طبع امور پر صبر کرنے اور نظر انداز کرنے کا عادی ہو اور اپنی رائے پر اتنا جماؤ اور اصرار نہ ہو کہ اس کو قبول نہ کیا جائے تو لڑ بیٹھے اور اسی صفت کا دوسرا نام صبر ہے۔

آج کل یہ تو ہر شخص جانتا اور کہتا ہے کہ آپس کا نزاع بہت بری چیز ہے مگر اس سے بچنے کا جو گُر ہے وہ یہ کہ آدمی خلاف طبع امور پر صبر کرنے کا خوگر بنے۔ اپنی بات منوانے اور چلانے کی فکر میں نہ پڑے، یہ بہت کم لوگوں میں پایا جاتا ہے، اسی لئے اتحاد و اتفاق کے سارے وعظ و پند بے سود ہو کر رہ جاتے ہیں۔ آدمی کو دوسروں سے اپنی بات منوانے پر تو قدرت نہیں ہوتی مگر خود دوسرے کی بات مان لینا اور اس کو نہ مانے تو کم از کم نزاع سے بچنے کیلئے سکوت کر لینا تو بہر حال اختیار میں ہے، اس لئے قرآن کریم نے نزاع سے بچنے کی ہدایت کیساتھ ساتھ صبر کی تلقین بھی ہر فرد جماعت کو کر دی تا کہ نزاع سے بچنا عملی دنیا میں آسان ہو جائے۔

(معارف القرآن 235/4 الانفال:46)

یاد رکھنے کی بات ہے کہ اختلاف کو ختم کر کے اتحاد قائم نہیں ہوتا۔ اتحاد ہمیشہ صرف اس وقت ہوتا ہے جب کہ کچھ لوگ اپنے اختلاف کو صبر کے خانے میں ڈالنے پر راضی ہو جائیں کسی سے اختلاف، جھگڑا ختم کرنا چاہیں تو صبر، حکمت اور اعراض کا سہارا لینا ہوگا، مفاد اور وقتی جذبات سے اوپر اٹھ کر قربانی دینی ہوگی، اتحاد کی خاطر ہر ناگواری کو گوارہ کرنا پڑتا ہے، اختلافات اور جھگڑوں سے بچنے ہر امام اور معلم کو اپنے ساتھ ایک مجازی قبرستان لے کر چلنا ہوگا جس میں جاہلوں کی جاہلانہ باتیں، طعن و تشنیع، شریر کے شر اور فتین کے فتنے کو، حاسد مقتدی کے حسد کو دفنا دینا ہوگا اور دفنا کر بھول جانا ہوگا نہ اس کا تیجہ نہ چالیسواں منانا ہوگا کہ فلاں مقتدی نے فلاں وقت مجھے یہ بات کہی تھی یا فلاں کو میرے بارے میں یہ کہا تھا بلکہ ان کو اس طرح دفن کر دیں کہ دفن کا اعلان بھی

نہ ہو، امام کو چاہیے کہ اپنی میز پر بات لکھ لے۔

آپس میں اختلافات دشمن کا ہتھیار ہے، آپس میں لڑنا گویا اپنا دشمن آپ بننا ہے، یہ اس تخریبی کام کو خود اپنے ہاتھوں انجام دینا ہے جس کو دشمن اپنے ہاتھوں سے انجام دینا چاہتا ہے۔

دوسرے سے نہ لڑنے کیلئے اپنے آپ سے لڑنا پڑتا ہے چونکہ لوگ اپنے آپ سے لڑنے کیلئے تیار نہیں ہیں اس لئے دوسروں سے ان کی لڑائی بھی ختم نہیں ہوتی۔

اتحاد اور اتفاق کی قیمت اتنی سستی اور عام ہے کہ ہر شخص، مرد ہو یا عورت، عالم ہو یا جاہل اتحاد کو خرید سکتا ہے، وہ یہ ہے کہ اپنے آپ کو دبائے، شکایت اور تلخی کو برداشت کر لے، اپنے مفاد کی بربادی پر راضی ہوجائے، دوسروں کی ترقی پر خوش ہونے کا حوصلہ پیدا کرنا سیکھ لے، گھمنڈ اور کبر کے جذبات کو تواضع کے جذبات میں تبدیل کر لے، آدمی اگر ایسا کر لے کہ وہ اتحاد کو توڑنے والے جذبات کو اپنے سینے میں دبا لے تو وہ معاشرے کے اندر اتحاد کو باقی رکھے گا۔ اگر وہ ان جذبات کو ظاہر ہونے کیلئے کھلا چھوڑ دے گا اور نفس امارہ کی اطاعت کرتے ہوئے جذبات کو آزادی دے گا تو گھر سے لے کر مسجد، مدرسہ، بازار اور پورے معاشرے کا اتحاد برباد ہوجائے گا۔

(رازحیات۔ ص:241)

ائمہ حضرات کیلئے خاص نصیحت...... باہم محبت واخوت کا درس

لہٰذا ہم ائمہ کو چاہیے کہ خود بھی اپنے آپس کے نزاع اور جھگڑوں سے بچیں اور اپنے مقتدیوں اور عوام الناس کو بھی اس بات کی تلقین کریں کہ سارے مسلمان آپس میں اخوت ووحدت اور محبت پیدا کریں اور ان کو یہ مشہور دعا سکھلائیں:

”اللهم الف بين قلوبنا واصلح ذات بيننا واهدنا سبل السلام ونجنا من الظلمات الى النور“ (سنن ابی داؤد) ترجمہ: اے اللہ! تو ہمارے دلوں میں محبت پیدا کر دے اور ہماری آپس کی رنجشوں کی اصلاح فرما دے اور ہم کو سلامتی

کے راستے دکھادے اور نور عطا فرما کر تاریکیوں سے نجات دے۔

تفرقہ سے بچنے کیلئے نرمی اپنانے کا حکم

بنی اسرائیل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی غیر حاضری کے وقت جو گاؤ پرستی کا فتنہ پھوٹا اور ان کے تین فرقے ہو گئے۔ حضرت ہارون علیہ السلام نے سب کو دعوت حق دی مگر ان میں سے کسی کافر سے کلی اجتناب اور بیزاری و علیحدگی کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے آنے تک اعلان نہیں کیا۔

اس پر جب حضرت موسیٰ علیہ السلام ناراض ہوئے تو انہوں نے یہی عذر پیش کیا کہ میں تشدد کرتا تو بنی اسرائیل کے ٹکڑے ہوجاتے ان میں تفرقہ پھیل جاتا ''انی خشیت ان تقول فرقت بین بنی اسرائیل و لم ترقب قولی'' (طٰہٰ:94) یعنی میں نے اس لئے کسی بھی فرقہ سے علیحدگی اور بیزاری کا شدت سے اظہار نہیں کیا کہ کہیں آپ واپس آکر مجھے یہ الزام نہ دیں کہ تم نے بنی اسرائیل میں تفرقہ پیدا کردیا اور میری ہدایات کی پابندی نہیں کی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی ان کے عذر کو غلط قرار نہیں دیا بلکہ صحیح تسلیم کر کے ان کیلئے دعا و استغفار کیا۔ اس سے یہ ہدایت نکلتی ہے کہ مسلمانوں میں تفرقہ سے بچنے کیلئے وقتی طور پر اگر کسی برائی کے معاملے میں نرمی برتی جائے تو درست ہے۔ ''واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم'' (معارف القرآن:109/6)

مفتی اعظم پاکستان اور رواداری کا پیغام

اہل اسلام کے مصائب کی وجہ

مفتی اعظم حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اہل نظر و فکر سے یہ بات مخفی نہیں کہ اس وقت دنیا کے ہر خطہ اور ہر ملک میں مسلمان جن مصائب اور آفات میں مبتلا ہیں ان کا سب سے بڑا سبب، آپس کا تفرقہ اور خانہ جنگی ہے ورنہ

عددی اکثریت اور مادی اسباب کے اعتبار سے پوری تاریخ اسلام میں کسی وقت بھی مسلمانوں کو اتنی عظیم طاقت حاصل نہیں تھی جتنی آج ہے۔

اس تفرقہ کے اسباب پر جب غور کیا جاتا ہے تو اس کا سبب اللہ تبارک وتعالیٰ اور آخرت کے دن سے غفلت اور دوسری قوموں کی طرح صرف دنیا کی چندروزہ مال و دولت اور عزت وجاہ کی ہوس بے لگام ہے، جو ہمارے معاشرہ میں کبھی سیاسی اقتدار کیلئے کشمکش، تجارتی اور صنعتی ریس، عہدوں اور منصوبوں کی خاطر باہمی تصادم کی صورت میں ہمارے معاشرہ کو پارہ پارہ کرتی ہے اور کبھی مذہبی اور دینی نظریات کی آڑ اور مختلف نظاموں کے روپ میں ہمیں ایک دوسرے کے خلاف اہانت واستہزاء کا ذریعہ بناتی ہے، وگرنہ اگر اجتہادی نظریات کے باہمی اختلاف کے باوجود صحابہ وتابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین کی طرح ہماری جنگ کا رخ صرف کفر اور الحاد اور بے دینی کی طرف ہوجائے اور اس کے مقابلہ میں مسلمانوں کی مختلف جماعتیں ایک صف اور ایک بنیان مرصوص نظر آئیں اور اسکے ساتھ ساتھ دین پر بھی عمل ہو، گناہوں سے بچنے کا اہتمام ہو تو ان شاء اللہ سارے مصائب وآلام کا اللہ تعالیٰ خاتمہ فرمادیں گے اور مسلمانوں کی شوکت رفتہ دوبارہ لوٹ کر آئے گی اور دنیا جنت کی نظیر بن جائے گی۔ (تحفۃ الائمۃ)

مفکر اسلام اور باہمی رواداری کا پیغام

اختلافات سے گریز کریں

مفکر اسلام حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مسلمانوں کی پچھلی تاریخ میں ہمارے سامنے بڑی عبرتناک مثالیں ہیں جن ملکوں میں اسلام کا زوال ہوا، وہاں دشمن اسلام طاقتیں غالب آئیں آپ اگر تحقیق کریں گے تو ان میں کچھ ایسی چیزیں پائیں گے جن سے اس دور میں سبق لیا جاسکتا ہے ان میں ایک چیز تھی علماء کا شدید اختلاف اور دوسری چیز یہ تھی کہ علماء کا عوام سے رابطہ نہیں تھا ان کی

شخصیتیں اتنی موثر نہیں رہ گئی تھیں کہ عوام کے قلوب میں دین کا احترام اور علماء کا وقار قائم رکھتیں۔ وہ ملک جس نے خواجہ بہاؤالدین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کو پیدا کیا جس نے خواجہ عبداللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ کو پیدا کیا وہ ملک طاقتور روحانی شخصیتوں سے خالی ہو گیا تھا، معیار زندگی بہت بلند ہو گیا تھا، مادیت اپنے عروج پر تھی، ابھی تک امیر بخارا کا محل باقی ہے اور کمیونسٹ حکومت اسے دکھاتی ہیں کہ دیکھئے کس طرح دولت جمع کی گئی تھی، کس طرح سونے چاندی کے ظروف تھے، بقول ان کے عوام بھوکے مر رہے تھے اور امیر بخارا کے محل میں یہ چیزیں تھیں۔ اسی طریقہ سے آپ اندلس کی تاریخ میں مدینۃ الزہراء اور قلعۃ الحمراء کی تفصیلات پڑھیں۔ خواب وخیال اور جن و پری کی باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ وہاں دو بڑے عنصر اسلام کے زوال کا باعث ہوئے ہیں۔ ایک معیار زندگی کی بلندی اور اللہ کی دی ہوئی دولت کا غلط استعمال اور دوسرے یہ کہ اشاعت اسلام اور معاشرے کو اسلامی بنانے کے بجائے انہوں نے فنون لطیفہ، شعر و شاعری اور ادبیات وغیرہ پر ساری توجہ مرکوز کر دی تھی۔

تیسری بات یہ ہے کہ حاکم خاندان میں حکومت کیلئے رسہ کشی شروع ہو گئی، سیاسی پارٹیوں کا وہ عہد نہیں ہے، اب اس کی جگہ سیاسی پارٹیوں نے لے لی ہے، یہ تین عنصر تھے، اندلس کے زوال کے، (اس پر اضافہ کیجئے اخلاقی زوال کا) آپ اگر ”صبح سمرقند“ کتاب پڑھیں تو آپ کو معلوم ہو گا کہ وہاں کیا اخلاقی زوال اور انحطاط پیدا ہو گیا تھا۔

موجودہ خطروں اور اندیشوں میں اس کی کیا گنجائش ہے کہ علماء اس طرح دست و گریباں ہوں، یہ بات میں اپنے عقائد کے پورے تحفظ کے ساتھ کہتا ہوں ”الحمدللہ“ ایک شوشہ سے دست بردار ہونے کیلئے تیار نہیں، نہ عبادت کے مسائل میں، نہ اپنے عقائد کے اصول میں، کسی چیز میں کسی مفاہمت کیلئے میں تیار نہیں، ایک تو اپنا عمل ہے اور ایک یہ کہ اکھاڑا بنا دیا جائے، عوام کو آلہ کار بنایا جائے اور سارے ملک کو میدان جنگ میں بدل دیا جائے، ایک کانفرنس ہو رہی ہے ”یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم“

کی اور ایک کانفرنس ہورہی ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ جینے کی باتیں نہیں اس موقع پر اقبال کا شعر مجھے یاد آرہا ہے۔

کسے خبر کہ سفینے ڈبو چکی کتنے　　فقیہ وصوفی شاعر کی ناخوش اندیشی

(خطبات علی میاں:/ 781 تا 786 بحوالہ: اسلاف کی باہمی محبت کے حیرت انگیز واقعات۔ ص:88 تا 121)

ooo

مولانا اسلم شیخوپوری رحمہ اللہ اور رواداری کا پیغام

ہر فرقہ کا دعویٰ

حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اختلاف کا سب سے بڑا سبب کم ظرفی اور تنگ نظری ہے، سینے اور دل اتنے تنگ ہو چکے ہیں کہ کوئی گروہ بھی دوسرے گروہ کو برداشت کرنے کیلئے تیار نہیں، ہر گروہ نے قرآن پر، حدیث پر، خدا پر، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر، کعبے پر، جنت پر قبضہ جما رکھا ہے، ہر گروہ یہ کہتا ہے کہ: خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے ہیں۔ قرآن ہمارا ہے......حدیث ہماری ہے ......مکہ مدینہ ہمارا ہے......صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہمارے ہیں......اولیاء کرام رحمہم اللہ ہمارے ہیں......جنت ہماری ہے......مغفرت اور شفاعت صرف ہمارے لئے ہے......تمہارے پاس کیا ہے......؟ کنگلے کہیں کے......؟

اگر جنت میں جانا چاہتے تو بریلوی بن جاؤ......! دیوبندی بن جاؤ......! اہلحدیث بن جاؤ......! چشتی......! نظامی اور قادری......! سہروردی بن جاؤ۔ اس کے بغیر جنت میں جانا محال ہے اس قسم کی باتیں یہودی اور عیسائی ایک دوسرے کو کہتے تھے۔

قرآن حکیم میں ہے: ”وقالوا لن یدخل الجنة الامن کان ھودا او نصری

تلک امانیھم قل ھاتوا برھانکم ان کنتم صدقین بلی من اسلم وجھه لله وھو محسن فله اجرہ عندربه ولا خوف علیھم ولاھم یحزنون وقالت الیھود لیست النصری علی شیءٍ وقالت النصری لیست الیھود علی شیءٍ وھم یتلون الکتب کذلک قال الذین لایعلمون مثل قولھم فالله یحکم بینھم یوم القیمة فیما کانوا فیه یختلفون"

ترجمہ: اور یہود و نصاریٰ یوں کہتے ہیں کہ بہشت میں ہرگز کوئی نہ جانے پائے گا بجز ان لوگوں کے جو یہودی ہوں یا ان لوگوں کے جو نصاریٰ ہوں، یہ خالی دل بہلانے کی باتیں ہیں، آپ ان سے یہ تو کہیے کہ اچھا اپنی دلیل لاؤ اگر تم اس دعویٰ میں سچے ہو، ضرور دوسرے لوگ جاویں گے کیوں کہ جو کوئی شخص اپنا رخ اللہ تعالیٰ کی طرف جھکائے اور وہ مخلص بھی ہو تو ایسے شخص کو اس کو عوض ملتا ہے پروردگار کے پاس پہنچ کر اور نہ ایسے لوگوں پر قیامت میں کوئی اندیشہ ہے اور نہ ایسے لوگ اس روز مغموم ہونے والے ہیں۔

اور یہودی کہنے لگے کہ نصاریٰ کا مذہب کسی بنیاد پر قائم نہیں اور اسی طرح نصاریٰ کہنے لگے کہ یہود کسی بنیاد پر نہیں حالانکہ یہ سب لوگ آسمانی کتابیں بھی پڑھتے پڑھاتے ہیں، اسی طرح یہ لوگ بھی جو کہ محض بے علم ہیں اور ان کا سا قول کہنے لگے سو اللہ تعالیٰ ان سب کے درمیان عملی فیصلہ کر دیں گے قیامت کے روز ان تمام مقدارات میں جن میں وہ باہم اختلاف کر رہے تھے۔ (البقرۃ:113)

فرقوں کے نام کی عنداللہ کوئی حیثیت نہیں

فرقوں اور گروہوں کے نام جو ہم نے رکھے ہوئے ہیں اور ان کیلئے لڑ مر رہے ہیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان ناموں کی کوئی حیثیت نہیں۔ **ان ھی الا اسماء سمیتموھا انتم وابائوکم ما انزل الله بھا من سلطن ان یتبعون الا الظن وماتھوی الانفس ولقد جاء ھم من ربھم الھدیٰ ام للانسان ماتمنی فلله الاخرۃ والاولیٰ"** (النجم:23تا25)

ترجمہ: ان کی حقیقت اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ یہ کچھ نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے رکھ لیے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں کوئی ثبوت نازل نہیں کیا، درحقیقت یہ (کافر) لوگ محض وہم وگمان اور نفسیاتی خواہشات کے پیچھے چل رہے ہیں حالانکہ ان کے پروردگار کی طرف سے ان کے پاس ہدایت آچکی ہے کیا انسان کو ہر اس چیز کا حق پہنچتا ہے جس کی وہ تمنا کرے (نہیں) کیونکہ آخرت اور دنیا تو تمام تر اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ہمارا تو صرف ایک نام رکھا ہے: ''ھو سمکم المسلمین من قبل وفی ھذالیکون الرسول شھیدا علیکم وتکونوا شھداء علی الناس۔ (الحج: 78) ترجمہ: اس اللہ نے تمہارا لقب مسلمان رکھا نزول قرآن سے پہلے بھی اور اس قرآن میں بھی تاکہ تمہارے قابل شہادت اور معتبر ہونے کیلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گواہ ہوں''۔ (ندائے منبر ومحراب: 1-209)

مفسر قرآن اور باہم اتحاد کی ضرورت

ایمان اور اتحاد کی طاقت

حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

تاریخ گواہ ہے کہ جب تک مسلمان متحد رہے، انہیں دنیا کی کوئی طاقت شکست نہیں دے سکی، مسلمانوں کو جب بھی شکست ہوئی آپس کی خانہ جنگی اور اختلافات کی وجہ سے ہوئی ہے ؎

تمہاری قوم کی تو ہے بناہی دین و ایمان پر
تمہاری زندگی موقوف ہے تعمیل قرآن پر
تمہاری فتح یابی منحصر ہے فضل یزداں پر
نہ قوت پر نہ شوکت پر نہ کثرت پر نہ ساماں پر

چنانچہ جب تلک مسلمانوں میں اخوت ومحبت اور اتفاق واتحاد کا یہ رشتہ برقرار رہا، وہ ساری دنیا پر چھائے رہے اور جب سے انہوں نے ایک دوسرے کی ٹانگ کھینچنے اور ایک دوسرے کو گرانے کا عمل شروع کیا ہے وہ اقوام عالم میں ذلیل وخوار ہوتے جارہے ہیں۔

افرادی اعتبار سے دیکھئے تو اس وقت مسلمانوں کی تعداد ایک ارب سے بھی زیادہ ہے وسائل کے اعتبار سے دیکھئے تو پیٹرول جیسے سیال سونے کے کنویں زیادہ تر مسلمانوں کے قبضے میں ہیں، معدنیات کے ذخائر اور کانیں بھی اسلامی ممالک میں زیادہ ہیں مالی اعتبار سے نظر ڈالیں تو اکثر اقوام عالم سے مسلمان قوم زیادہ مالدار ہے لیکن ان تمام باتوں کے باوجود مسلمان کمزور اور مغلوب ہیں آخر کیوں؟ اس کی بڑی وجہ ایمانی کمزوری اور آپس کے لڑائی جھگڑے ہیں۔

پہلے مسلمانوں کے پاس سونے چاندی کی دولت نہیں تھی بلکہ ایمان کی دولت تھی۔

ان کے پاس پیٹرول اور معدنیات کے ذخائر نہیں تھے البتہ اللہ کی ذات پر یقین اور اعتماد کا عظیم ذخیرہ ان کے پاس تھا۔ اس کے پاس جدید اسلحہ اور ساز وسامان کی طاقت نہیں تھی لیکن آپس کے اتفاق واتحاد کی قوت ان کے پاس تھی۔

وہ نہتے تین سو تیرہ تھے مگر انہوں نے ایک ہزار مسلح اور تجربہ کار لشکر کو شکست دے دی اور ایسا بھی ہوا کہ مسلمان تین ہزار تھے اور انہوں نے دو لاکھ لشکر کو شکست دیدی۔

آپ نے کبھی کسی دوسری قوم کی تاریخ میں سنا کہ اتنے چھوٹے سے لشکر نے اپنے سے چودہ گناہ بڑے مسلح لشکر کو شکست دی ہو؟ مگر مسلمانو! تمہیں اپنی تاریخ پہ ناز بھی ہونا چاہیے اور سبق بھی حاصل کرنا چاہیے کہ جب تمہارے اندر اتفاق تھا تو تمہارے اکابر نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں شام کے میدانوں میں دو لاکھ رومیوں کو ان کے اپنے گھر میں جا کر شکست فاش دی۔

اتفاق واتحاد کا فقدان

اللہ کے بندو! آج تمہاری کمزوری کی وجہ ساز وسامان کی کمی نہیں، تمہاری کمزوری کی وجہ توپ وتفنگ اور گولہ بارود کا فقدان نہیں، تمہاری کمزوری کی وجہ تربیت یافتہ فوجوں کی قلت نہیں۔

تمہاری کمزوری کی وجہ سائنس اور جدید ٹیکنالوجی کا عدم حصول نہیں، تمہاری کمزوری کی وجہ مال ودولت اور سیم وزر کی قلت نہیں۔

بلکہ تمہاری کمزوری کی وجہ ایمان ویقین اور اتفاق واتحاد کا فقدان ہے، کفر کی بڑی بڑی طاقتیں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ان کے ساز وسامان اور اسلحہ کی وجہ سے نہیں ڈرتی تھیں بلکہ ان کے یقین محکم اور بے مثال اتحاد کی وجہ سے ڈرتی تھیں جب مسلمانوں میں یہ چیز باقی نہ رہی تو ان کا رعب اور دبدبہ بھی باقی نہ رہا۔

باہمی نااتفاقی......تباہی اندلس کا سبب

اندلس جس کے ساحل پر مشہور اسلامی جرنیل طارق بن زیاد رحمہ اللہ نے کشتیاں جلاڈالی تھیں جہاں آٹھ سو سال تک مسلمانوں نے انتہائی شان وشوکت سے حکمرانی کی۔ جہاں کی جامع مسجد قرطبہ آج بھی مسلمانوں کی عظمت رفتہ پر آنسو بہارہی ہے، جہاں کی نہریں، باغات، محل اور کوٹھیاں آج بھی اپنے معماروں کو یاد کرتی ہیں، آپ جانتے ہیں وہاں کیسے اور کب زوال آیا؟

وہاں اسی وقت زوال آیا جب مسلمانوں نے کلام اللہ کو پس پشت ڈال دیا تھا اور وہ فرقوں اور گروہوں میں بٹ گئے تھے، وہ ایک دوسرے پر فتوے لگارہے تھے اور اسلام کی بجائے اپنے خاندانوں اور قومیتوں پر فخر کرتے تھے، ایک مسلمان سردار دوسرے مسلمان سردار کو دیکھنا گوارہ نہیں کرتا تھا بلکہ ایک دوسرے کے خلاف عیسائیوں سے بھی مدد طلب کر لیتے تھے، مسلمانوں نے خود عیسائیوں کے ہاتھوں سے خوشی خوشی مسلمانوں کو ذبح کرایا جس کی وجہ سے عیسائیوں کے دل سے

اسلام اور مسلمانوں کا وقار اور رعب ختم ہو گیا۔

غیر ضروری مسائل عوام کے سامنے لانے کے نقصانات

کہتے ہیں کہ ایک منظم سازش کے تحت ایک بہت بڑا عیسائی رئیس ایک مولانا کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان کی خدمت میں کچھ اشرفیاں ہدیہ کے طور پر پیش کیں اور اس کے بعد مولانا کے تبحر علمی اور دینی خدمات کی تعریف کی، بہر حال ان سے دوستی لگائی، اس کے بعد کہنے لگا کہ حضرت ایک اہم مسئلہ ہے جس کو آج تک کوئی عالم دین حل نہیں کر سکا، میں سمجھتا ہوں کہ آپ اس مسئلے کا حل نکال سکتے ہیں۔ مسئلہ یہ ہے کہ اصحاب کہف کے کتے کا رنگ کیا تھا؟

اب ظاہر ہے کہ مولانا کے تبحر علمی کی بے انتہا تعریف ہو چکی تھی، انہوں نے اٹکل سے کہہ دیا کہ جناب اصحاب کہف کے کتے کا رنگ سفید تھا، عیسائی رئیس نے خوب داد دی کہ حضرت آپ نے تو ایسا مسئلہ حل کر دیا جو آج تک بڑے سے بڑا عالم دین بھی حل نہیں کر سکا تھا۔ پھر ان سے گزارش کی کہ حضرت بہت سارے مسلمان اس مسئلے سے ناواقف ہیں اور ناواقفیت ہی کی حالت میں وہ مر رہے ہیں ازراہ کرم اگلے جمعہ کو یہ مسئلہ ذرا کھول کر بیان فرما دیں۔ حضرت نے فوراً وعدہ کر لیا اور کہا کہ ہمارا کام ہی حق بات بیان کرنا ہے۔

اس کے بعد وہ ایک دوسرے مشہور عالم کی خدمت میں حاضر ہوا ان کو بھی ہدیہ پیش کیا اور ان کی وسعت علمی اور دینی خدمات کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملا دیئے، ان پر بھی اپنی دوستی کا سکہ بٹھا دیا، پھر ان سے بھی مودبانہ دریافت کیا کہ حضرت! اصحاب کہف کے کتنے کا رنگ کیا تھا؟

انہوں نے اٹکل سے کہہ دیا کہ اس کا رنگ کالا تھا، عیسائی رئیس نے ان سے بھی مودبانہ گزارش کی کہ جمعہ کے بیان میں اس اہم مسئلہ کی وضاحت فرما دیں تا کہ جاہلوں کے علم میں اضافہ ہو۔

مولانا صاحب نے اس کو تسلی دلائی کہ جناب آپ مطمئن رہیں میں اپنے خطبات جمعہ میں اس مسئلہ کے ہر گوشے کو واضح کروں گا۔

چنانچہ اپنے اپنے خطبات جمعہ میں دونوں علمائے کرام نے اس فضول مسئلے کو اپنے من گھڑت دلائل سے خوب واضح کیا۔ نماز جمعہ سے فارغ ہوکر دونوں علامہ صاحبان کے مقتدی جب ایک چوک میں اکٹھے ہوئے تو ایک گروہ نے کہا کہ ہمارے حضرت نے آج ایک ایسا مسئلہ حل کر دیا جسے اتنی صدیاں گزرنے کے باوجود کوئی عالم حل نہیں کر سکتا تھا، وہ یہ کہ اصحاب کہف کے کتے کا رنگ کالا تھا۔ دوسرا گروہ کہنے لگا کہ نہیں اس کا رنگ سفید تھا۔ بات بڑھتے بڑھتے گالم گلوچ تک جا پہنچی، پھر مناظرے ہونے لگے، دونوں فریقوں نے ایک دوسرے پر فتوے لگانے شروع کر دیئے کہ جو شخص اصحاب کہف کے کتے کو کالا کہے گا اس کے پیچھے نماز نہیں ہوگی۔ ادھر سے جواب آیا کہ جو اس کتے کو سفید کہے گا اس کے پیچھے نماز نہیں ہوگی۔ یہ واقعہ محض ایک مثال ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ جن مسائل نے مسلمانوں کو الجھا رکھا تھا وہ اسی قسم کے تھے اور انہیں مسائل میں الجھنے اور ٹکرانے کی وجہ سے مسلمانوں کی قوت کمزور ہوگئی تھی اور کفار کو غالب آنے کا موقع مل گیا تھا۔

رہا اندلس جہاں اذانوں کی آوازیں بلند ہوتی تھیں اب وہاں قصر حمرا پر صلیب بند ہورہی ہے۔

توحید کے پرستار افسردہ تھے اور تثلیث کے پجاری شاداں وفرحاں تھے، آٹھ سو سال تک پورے کروفر (شان وشوکت) کے ساتھ حکومت کرنے والے ہزاروں مسلمانوں کو زندہ جلا دیا گیا۔ عام حکم جاری کر دیا گیا کہ ہر مسلمان عیسائی بن جائے ورنہ اس کو جہاں کہیں پایا گیا قتل کر دیا جائے گا۔ نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ اللہ واحد کا نام لینے والے پہاڑوں اور جنگلوں میں پناہ لینے پر مجبور ہو گئے۔

جو مسلمان اللہ سے زیادہ کسی کو طاقتور نہیں سمجھتے تھے، آج ان ہی کا سربراہ ابو عبداللہ عیسائی بادشاہ کے سامنے جھک کر شہر کی کنجیاں پیش کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا ''اے

طاقتور بادشاہ! اب ہم تیری رعایا ہیں، یہ شہر اور تمام ملک ہم تیرے سپرد کرتے ہیں کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی یہی مرضی تھی ہمارے آپس کے اختلافات نے ہم سے نصرت الٰہی کو دور کر دیا۔

جس اندلس کو طارق بن زیادہ نے تھوڑے سے لشکر کے ساتھ اجنبی ہونے کے باوجود فتح کیا تھا، اس اندلس کو ہزاروں مسلمان بے پناہ وسائل کے باوجود نہ بچا سکے۔

آخر ایسا کیوں ہوا؟ صرف اور صرف ایمان کی کمزوری (مسلمانوں کے ذمہ جو دین پھیلانے کا کام تھا، اس کو چھوڑ دیا گیا) اور آپس کی نا اتفاقی کی وجہ سے، عیسائی متحد تھے اور مسلمان ٹکڑیوں میں بٹے ہوئے تھے، عمال نے مرکز سے بغاوت کر کے اپنی چھوٹی چھوٹی ننھی منی خود مختار حکومتیں قائم کی ہوئی تھیں۔

باہمی نا اتفاقی......تباہی بغداد کا سبب

آپ جانتے ہیں کہ بغداد مسلمانوں کا ایک بڑا علمی مرکز رہا ہے وہاں بڑے بڑے فقہاء اور محدثین پیدا ہوئے۔

علم کلام، علم فقہ، منطق، ریاضی اور کیمیا پر اتنی کتابیں لکھی گئیں کہ کتب خانے بھر گئے، وہاں مسلمانوں کی بڑی مضبوط حکومت قائم تھی لیکن جب مسلمان آپس میں لڑنے لگے اور ٹکڑیوں میں بٹ گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر تاتاریوں کو مسلط کر دیا اور فتنہ تارتار وہ فتنہ ہے جس کا تذکرہ کرتے ہوئے آج بھی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، ہلاکو خان کی فوج کے ہاتھوں سے بغداد اور اس کے مضافات میں ایک کروڑ چھ لاکھ مسلمان قتل ہوئے، انہیں گاجر مولی کی طرح کاٹ دیا گیا، شاہی کتب خانے کی کتابیں دجلہ میں پھینک دی گئیں۔

کتابیں اس قدر تھیں کہ دجلہ میں ایک بندرگاہ سا بن گیا اور دجلہ کا پانی کئی دن تک اتنا سیاہ رہا کہ دواتوں میں سیاہی ڈالنے کی ضرورت نہ رہی، کہا جاتا ہے کہ مسلمانوں کے دل و دماغ پر تاتاریوں کا اس وقت اتنا رعب چھا گیا تھا کہ اگر ایک تاتاری

عورت مسلمان مرد کو بازار میں روک لیتی اور کہہ دیتی تم یہیں ٹھہرو میں گھر سے تلوار لے کر تمہیں قتل کرتی ہوں تو اس مسلمان پر اتنا خوف چھا جاتا کہ اسے وہاں سے ایک قدم اٹھانے کی جرات نہ ہوتی اور عورت اسے قتل کر دیتی۔

آپ جانتے ہیں کہ مسلمانوں کو یہ ذلت کیوں اٹھانی پڑی؟ آپس میں ٹکرانے اور ایک دوسرے کے خلاف سازشیں کرنے کی وجہ سے اور جو اصل کام اللہ تبارک وتعالیٰ نے خیر الامت ہونے کی وجہ سے اس امت کے ذمہ لگایا تھا، اس کام سے غفلت برتنے کی وجہ سے، نہ کرنے کے کاموں میں یہ امت لگ گئی، بغداد کے خلیفہ نے اپنے حریف خوارزم شاہ کو کمزور کرنے کیلئے تاتاریوں کو خود مشورہ دیا کہ خوارزم شاہ پر حملہ کرو۔ تاتاریوں نے خوارزم شاہ کی سلطنت ختم کر دی مگر اس کے بعد بغداد کی بھی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ (ندائے منبر ومحراب: 152/1 تا 161)

ہمارا بھول پن اور سادگی......ایک لمحہ فکریہ

اندازہ لگایئے ہمارے بھول پن اور سادگی کا کہ ہمیں اس بات کی تو فکر ہے کہ کوئی شخص اولیٰ کو چھوڑ کر غیر اولیٰ کام نہ کرے۔ شافعیت کو چھوڑ کر حنفی نہ بن جائے، حنفیت کو چھوڑ کر شافعی نہ بن جائے۔ رفع یدین کا انکار نہ کر دے یا اقرار نہ کر لے۔ تراویح بیس نہ پڑھ لے۔ اذان بغیر صلوٰۃ کے نہ کہہ دے۔

لیکن اگر کوئی نماز ہی چھوڑ دے۔ وہ نہ بیس پڑھے، نہ آٹھ۔ وہ اذان ہی کا انکار کر دے۔ وہ ملحد بن جائے۔ وہ سوشلسٹ ہو جائے۔ وہ قادیانیت کی گود میں چلا جائے۔ وہ دشمنانِ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے پروپیگنڈہ سے متاثر ہو جائے۔ وہ صہیونیوں کے جال میں پھنس جائے۔

جبکہ ان اختلافات کا حال تو یہ ہے کہ اختلافات راجح اور غیر راجح، افضل اور غیر افضل کے ہوتے ہیں، ان مباحثوں اور مناظروں میں حد سے زیادہ مصروفیت کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ فرقے اور گروہ جن کے عقائد صراحۃً کفریہ ہیں اور جو دن رات امت کو

www.urdari.org
www.urdari.org

گمراہ کرنے کیلئے کوشاں ہیں، ان کے خلاف ریسرچ اور مطالعہ کا نہ تو طلبہ کو موقع ملتا ہے اور نہ ہی اس سے انہیں کوئی دلچسپی ہوتی ہے گویا ہم نے ان گمراہ فرقوں اور جماعتوں کو گمراہی پھیلانے کی کھلی چھٹی دے رکھی ہے۔

دیوبندی اور اہل حدیث بحث کا حاصل

ہمارے چند دوست تھے، وہ تبلیغی جماعت کے ساتھ ایک جگہ گئے، گشت پر نکلے تو چند مسلمانوں کو مسجد میں آنے کی دعوت دی، رمضان المبارک کا مہینہ تھا، غالباً ان ساتھیوں نے اپنے خطیب سے آٹھ اور بیس رکعت تراویح کا جھگڑا سنا ہوگا، انہوں نے ان تبلیغی دوستوں سے کہا: ”ہم مسجد میں تو بعد میں چلیں گے پہلے ہمارے ساتھ اس مسئلہ پر بحث کرو کہ تراویح آٹھ رکعت ہیں یا بیس“۔ ان دوستوں نے بہت پیارا جواب دیا۔ کہنے لگے:

”بھائی جو بیس رکعتیں پڑھتے ہیں وہ کچھ زیادہ پڑھ لیتے ہیں اور جو آٹھ رکعتیں پڑھتے ہیں وہ کچھ کم پڑھ لیتے ہیں لیکن پڑھتے دونوں ہیں، ہم آپس میں الجھنے اور وقت ضائع کرنے کے بجائے کیوں نہ ان بے نمازوں کے پاس چلیں جو نہ آٹھ پڑھتے ہیں نہ بیس پڑھتے ہیں، وہ تو سرے سے نماز ہی سے محروم ہیں“۔

لاحاصل اختلاف

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا اس سلسلہ میں عبرت انگیز واقعہ لکھا ہے فرماتے ہیں:

قادیان میں ہر سال ہمارا جلسہ ہوا کرتا تھا اور سیدی حضرت مولانا سید محمد انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی اس میں شرکت فرمایا کرتے تھے ایک سال اسی جلسہ پر تشریف لائے، میں بھی آپ کے ساتھ تھا، ایک صبح نماز فجر کے وقت اندھیرے میں حاضر ہوا تو دیکھا حضرت سر پکڑے ہوئے بہت مغموم بیٹھے ہیں۔

میں نے پوچھا: حضرت کیسے مزاج ہیں؟ کہا: ہاں ٹھیک ہی ہیں، میاں مزاج کیا

پوچھتے ہو، عمر ضائع کردی!

میں نے عرض کیا حضرت! آپ کی ساری عمر علم کی خدمت میں، دین کی اشاعت میں گزری ہے، ہزاروں آپ کے شاگرد علماء ہیں، مشاہیر ہیں جو آپ سے مستفید ہوئے اور خدمت دین میں لگے ہوئے ہیں، آپ کی عمر اگر ضائع ہوئی تو پھر کس کی عمر کام میں لگی۔

فرمایا: میں تمہیں صحیح کہتا ہوں عمر ضائع کردی۔ میں نے عرض کیا حضرت بات کیا ہے؟ فرمایا: ہمارے عمر کا، ہماری تقریروں کا، ہماری ساری کدوکاوش کا خلاصہ یہ رہا ہے کہ دوسرے مسلکوں پر حنفیت کی ترجیح قائم کردیں۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مسائل کے دلائل تلاش کریں، یہ رہا ہے محور ہماری کوششوں کا، تقریروں کا اور علمی زندگی کا۔ اب غور کرتا ہوں تو دیکھتا ہوں کہ کس چیز میں عمر برباد کی؟

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہماری ترجیح کے محتاج ہیں کہ ہم ان پر کوئی احسان کریں ان کو اللہ تعالیٰ نے جو مقام دیا ہے وہ مقام لوگوں سے خود اپنا لوہا منوائے گا، وہ تو ہمارے محتاج نہیں۔

اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے مسالک کے فقہاء جن کے مقابلے میں ہم یہ ترجیح قائم کرتے آئے ہیں، کیا حاصل ہے اس کا؟ اس کے سوا کچھ نہیں کہ ہم زیادہ سے زیادہ اپنے مسلک کو صواب محتمل الخطاء (درست مسلک جس میں خطا کا احتمال موجود ہے) ثابت کردیں اور دوسرے کے مسلک کو خطا محتمل الصواب (غلط مسلک جس کے حق ہونے کا احتمال موجود ہے) کہیں اس سے آگے کوئی نتیجہ نہیں، ان تمام بحثوں، تدقیقات کا جن میں ہم مصروف ہیں۔

پھر فرمایا: ارے میاں! اس کا تو کہیں حشر میں بھی راز نہیں کھلے گا کہ کون سا مسلک صواب تھا اور کون سا خطاء، اجتہادی مسائل صرف یہی نہیں کہ دنیا میں ان کا فیصلہ نہیں

ہوسکتا، دنیا میں بھی ہم تمام تر تحقیق و کاوش کے بعد یہی کہہ سکتے ہیں کہ یہ بھی صحیح ہے لیکن احتمال موجود ہے کہ یہ خطاء ہو اور وہ خطا ہے اس احتمال کے ساتھ کہ صواب ہو، دنیا میں تو یہ ہے کہ قبر میں بھی منکر نکیر پوچھیں گے کہ رفع یدین حق تھا یا ترک رفع یدین حق تھا، آمین بالجہر حق تھی یا بالسر حق تھی، برزخ میں بھی اس کے متعلق سوال نہیں کیا جائے گا اور قبر میں بھی یہ سوال نہیں ہوگا۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ یہ تھے۔ اللہ تعالیٰ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو رسوا کرے گا نہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو، نہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو، نہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو، جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کے علم کا انعام دیا ہے، جن کے ساتھ اپنی مخلوق کے بہت بڑے حصے کو لگا دیا ہے، جنہوں نے ہدایت کو پھیلایا ہے، جن کی زندگیاں سنت کا نور پھیلانے میں گزریں، اللہ تعالیٰ ان میں سے کسی کو رسوا نہیں کرے گا کہ وہاں میدان حشر میں کھڑا کر کے یہ معلوم کرے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح کہا تھا یا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے غلط کہا تھا یا اس کے برعکس، یہ نہیں ہوگا۔

تو جس چیز کہ نے نہ دنیا میں کہیں نکھرنا، نہ برزخ میں اور نہ محشر میں، اسی کے پیچھے پڑ کر ہم نے اپنی عمر ضائع کر دی، اپنی قوت صرف کر دی اور جو صحیح اسلام کی دعوت تھی، مجمع علیہ اور سبھی کے مابین جو مسائل متفقہ تھے اور دین کی جو ضروریات سبھی کے نزدیک اہم تھیں، جن کی دعوت انبیاء کرام علیہم السلام لے کر آئے تھے، جن کی دعوت کو عام کرنے کا ہمیں حکم دیا گیا تھا اور وہ منکرات جن کو مٹانے کی کوشش ہم پر فرض کی گئی تھی، آج یہ دعوت تو نہیں دی جا رہی، یہ ضروریات دین تو لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل ہو رہی ہیں اور اپنے واغیار ان کے چہرے کو مسخ کر رہے ہیں اور وہ منکرات جن کو مٹانے میں ہمیں لگے ہونا چاہیے تھا وہ پھیل رہے ہیں، گمراہی پھیل رہی ہے، الحاد آ رہا ہے، شرک و بت پرستی چل رہی ہے، حرام و حلال کا امتیاز اٹھ رہا ہے لیکن ہم لگے ہوئے ہیں ان فروعی بحثوں میں۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یوں غمگین بیٹھا ہوں اور محسوس کر رہا ہوں کہ عمر ضائع کر دی۔

آپ اگر مسلمانوں کی پستی، تنزل اور ذلت کے اسباب پر غور فرمائیں گے تو آپ کو بڑے بڑے یہی دو اسباب نظر آئیں گے۔

امت آپس میں دست و گریبان ہے، ہر شخص الگ جماعت بنانے کی فکر میں ہے، کئی جماعتیں ایسی ہیں کہ ان میں صدر اور سیکرٹری کے علاوہ آپ کو تیسرا شخص نہیں ملے گا، مگر نعرے ایسے انقلابی لگائے جاتے ہیں گویا یہی ایک جماعت ہے جو بگڑی ہوئی امت میں انقلاب برپا کر سکتی ہے، کام سے زیادہ پروپیگنڈہ اور تشہیر کی جاتی ہے۔

(ندائے منبر و محراب ج ۱ ص ۱۸۶ تا ۱۹۱)

ooo

باہمی رواداری کیلئے مقتدایان اہل علم کی ذمہ داری

مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ذیقعدہ 1385ھ میں لائل پور کے جلسہ میں اپنے وعظ ''وحدت امت'' میں ایک واقعہ ارشاد فرمایا جو ہم سب کیلئے قابل عمل و قابل عبرت ہے وہ یہ ہے کہ:

''حضرت ابی بن کعب اور حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہما میں ایک مسئلہ میں باہمی اختلاف ہو رہا تھا، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے سنا تو غضب ناک ہو کر باہر تشریف لائے اور فرمایا'' کہ افسوس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں ایسے دو شخص باہم جھگڑ رہے ہیں جن کی طرف لوگوں کی نظریں ہیں اور جن سے لوگ دین کا استفادہ کرتے ہیں پھر ان دونوں کے اختلاف کا فیصلہ اسی طرح فرمایا کہ یعنی صحیح بات تو ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی ہے مگر اجتہاد میں کوتاہی ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بھی نہیں کی''۔ (جامع العلم)

پھر فرمایا کہ مگر میں آئندہ ایسے مسائل میں جھگڑا کرتا ہوا کسی کو نہ دیکھوں، ورنہ سخت سزا دوں گا۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد سے ایک تو یہ بات ثابت ہوئی کہ اجتہادی مسائل واختلافات میں ایک قول صواب وصحیح ہوتا ہے اور دوسرا اگرچہ صواب نہیں، مگر ملامت اس پر بھی نہیں کی جاسکتی۔

دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ ایسے اجتہادی مسائل میں خلاف واختلاف پر زیادہ زور دینا مقتدایان اہل علم کیلئے مناسب نہیں، جس سے ایک دوسرے پر ملامت یا نزاع وجدال کے خطرات پیدا ہوجائیں۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ایک فقہی مسئلہ کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”دو شخص سفر میں ہیں وہ دونوں ستاروں، ہواؤں، سورج وچاند سے رخ متعین کرنا جانتے ہیں۔ ایک کی رائے ہے کہ قبلہ دائیں جانب ہے جبکہ دوسرے کی رائے برعکس ہے۔

اس صورت حال میں دونوں کیلئے گنجائش ہے کہ متضاد سمتوں میں نماز پڑھ لیں اور کسی ایک پر بھی لازم نہیں کہ وہ دوسرے کی ہر حال میں پیروی کرے جبکہ اس کا اجتہاد اس کے موافق نہیں۔

وجہ یہی ہے کہ کعبہ کو نہ دیکھنے والا کعبہ کی ٹھیک سمت میں نماز پڑھنے کا مکلف نہیں بلکہ وہ تو دلائل کے ذریعے کعبہ کی طرف متوجہ ہونے کا مکلف ہے اور یہ دونوں نے کیا ہے۔

”وفی ھذا من قول الشافعی رحمۃ اللہ علیہ دلیل علیٰ ترک تخاطی المجتھدین بعضھم لبعض اذکل واحدمنھم قد ادی ماکلف باجتھادہ“۔ (ماخذہ کتاب الام، باب ابطال لاستحسان)

ترجمہ: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام میں اس کی دلیل موجود ہے کہ کوئی مجتہد دوسرے مجتہد کو خطاوار نہ قرار دے کیونکہ ان میں سے ہر ایک نے وہ فرض ادا کردیا جو اس کے ذمہ تھا۔

ooo

شیخ الاسلام اور باہمی رواداری کا پیغام

جھگڑوں کے نتائج

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ فرماتے ہیں: آج ہمارا معاشرہ جھگڑوں سے بھر گیا ہے، اس کی بے برکتی اور ظلمت پورے معاشرے میں اس قدر چھائی ہوئی ہے کہ عبادتوں کے نور محسوس نہیں ہوتے، چھوٹی چھوٹی باتوں پر جھگڑے ہو رہے ہیں، کہیں خاندانوں میں جھگڑے ہیں تو کہیں میاں بیوی میں جھگڑا ہے، کہیں دوستوں میں جھگڑا ہے۔ کہیں بھائیوں کے درمیان جھگڑا ہے، کہیں رشتہ داروں میں جھگڑا ہے، کہیں مسجدوں میں جھگڑا ہے، آپس میں مقتدیوں میں جھگڑا ہے، مقتدی اور امام میں جھگڑا، اور تو اور علماء کرام کے درمیان آپس میں جھگڑے ہو رہے ہیں، اہل دین میں جھگڑے ہو رہے ہیں جس کے نتیجے میں دین اور علم کا نور ختم ہو چکا ہے۔

یہاں تک کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک جھگڑا تو جسمانی ہوتا ہے، جس میں ہاتھا پائی ہوتی ہے اور ایک جھگڑا پڑھے لکھوں کا اور علماء کا ہوتا ہے وہ ہے مجادلہ، مناظرہ اور بحث ومباحثہ۔

ایک عالم نے ایک بات پیش کی، دوسرے نے اس کے خلاف بات کی، اس نے ایک دلیل دی۔ دوسرے نے اس کی دلیل کا رد لکھ دیا۔ سوال وجواب اور رد وقدح کا ایک لامتناہی سلسلہ چل پڑتا ہے، اس کو بھی بزرگوں نے کبھی پسند نہیں فرمایا اس لئے کہ اس کی وجہ سے باطن کا نور زائل ہوجاتا ہے، چنانچہ یہی حضرت امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''المراء یذھب بنور العلم'' (اوجزالمسالک) ترجمہ: یعنی علمی جھگڑے علم کے نور کو زائل کر دیتے ہیں۔

دیکھئے، ایک تو ہوتا ہے ''مذاکرہ'' مثلاً ایک عالم نے ایک مسئلہ پیش کیا، دوسرے

عالم نے کہا اس مسئلے میں مجھے فلاں اشکال ہے۔

اب دونوں بیٹھ کر افہام وتفہیم کے ذریعے اس مسئلے کو حل کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔ یہ ہے ’’مذاکرہ‘‘ یہ بڑا اچھا عمل ہے لیکن یہ جھگڑا کہ ایک عالم نے دوسرے عالم کے خلاف ایک مسئلے کے سلسلے میں اشتہار شائع کر دیا یا کوئی پمفلٹ یا کتاب شائع کر دی، اب دوسرے عالم نے اس کے خلاف کتاب شائع کر دی اور پھر یہ سلسلہ چلتا رہا یا ایک عالم نے دوسرے کے خلاف تقریر کر دی، دوسرے عالم نے اس کے خلاف تقریر کر دی اور یوں مخالفت برائے مخالفت کا سلسلہ قائم ہو گیا۔ یہ ہے ’’مجادلہ اور جھگڑا‘‘، جس کو ہمارے بزرگوں نے ائمہ دین نے بالکل پسند نہیں فرمایا۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے قوت کلام میں ایسا کمال عطا فرمایا تھا کہ اگر کوئی شخص کسی بھی مسئلے پر بحث ومباحثہ کیلئے آجاتا تو آپ چند منٹ میں اس کو لاجواب کر دیتے تھے بلکہ ہمارے حضرت ڈاکٹر عبدالحئی صاحب قدس اللہ سرہ نے واقعہ سنایا کہ ایک مرتبہ آپ بیمار تھے اور بستر پر لیٹے ہوئے تھے، اس وقت آپ نے ارشاد فرمایا کہ ’’الحمد للہ‘‘ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے بھروسے پر یہ بات کہتا ہوں کہ اگر ساری دنیا کے عقلمند لوگ جمع ہو کر آجائیں اور اسلام کے کسی بھی معمولی سے مسئلے پر کوئی اعتراض کریں تو ان شاء اللہ یہ ناکارہ دو منٹ میں ان کو لاجواب کر سکتا ہے، پھر فرمایا کہ میں تو ایک ادنیٰ طالب علم ہوں، علماء کی تو بڑی شان ہے‘‘۔

چنانچہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس کوئی آدمی کسی مسئلے پر بات چیت کرتا تو چند منٹ سے زیادہ نہیں چل سکتا تھا۔ (اصلاحی خطبات:151,148/6)

’’حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب میں دارالعلوم دیوبند سے درس نظامی کر کے فارغ ہوا تو اس وقت مجھے فرقوں سے مناظرہ کرنے کا بہت شوق تھا، چنانچہ کبھی شیعوں سے مناظرہ ہو رہا ہے، کبھی غیر مقلدین سے تو کبھی بریلویوں

سے کبھی ہندوؤں سے اور کبھی سکھوں سے مناظرہ ہو رہا ہے، چونکہ نیا نیا فارغ ہوا تھا، اس لئے شوق اور جوش میں یہ مناظرے کرتا رہا لیکن بعد میں مَیں نے مناظرے سے توبہ کر لی۔

کیونکہ تجربہ ہوا کہ اس سے فائدہ نہیں ہوتا بلکہ اپنی باطنی کیفیت پر اس کا اثر پڑتا ہے اس لئے میں نے اس کو چھوڑ دیا''

بہرحال جب ہمارے بزرگوں نے حق و باطل کے درمیان بھی مناظرے کو پسند نہیں فرمایا تو پھر اپنی نفسانی خواہشات کی بنیاد پر، یا دنیاوی معاملات کی بنیاد پر مناظرہ کرنے اور لڑائی جھگڑا کرنے کو کیسے پسند فرما سکتے ہیں۔ یہ جھگڑا ہمارے باطن کو خراب کر دیتا ہے۔ (اصلاحی خطبات: 149/6)

(بحوالہ: اسلاف کی باہمی محبت کے حیرت انگیز واقعات۔ ص: 122 تا 135)

ooo

محترم پروفیسر ڈاکٹر عبدالرؤف صاحب اور باہمی رواداری کا پیغام

اختلاف کا اصولی حل

محترم پروفیسر ڈاکٹر عبدالرؤف صاحب تحریر فرماتے ہیں: مخلص و محقق اور معتبر اکابر علمائے کرام کے درمیان کسی مسئلہ کی تحقیق کے سلسلے میں جب اختلاف ہو جائے تو بزرگ اکابر حضرات رحمہم اللہ کے ارشادات میں مکمل رہنمائی موجود ہے۔

حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ علمائے حقانی اور مجتہدین کے اختلاف کے سلسلے میں ارشاد فرماتے ہیں۔

حدیث میں واقعہ موجود ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنی قریظہ کی طرف جہاد کیلئے تشریف لے چلے، لشکر سے فرمایا کہ جلدی چلو اور عصر کی نماز بنی قریظہ

میں پہنچ کر پڑھو۔ اتفاق سے راستہ میں عصر کا وقت آ گیا لشکر بروقت ایک جگہ تو ہوتا نہیں متفرق جماعتیں ہوا کرتی ہیں جو لوگ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دور تھے ان کا آپس میں اختلاف ہوا کہ عصر کی نماز راستہ میں پڑھیں یا نہیں ایک فریق نے کہا کہ حضور کا حکم تو یہی ہے کہ بنی قریظہ میں پڑھیں۔ چنانچہ اس فریق نے راستہ میں نماز نہیں پڑھی اور برابر چلے گئے۔ جب بنی قریظہ پہنچے تو عصر کا وقت ہی ختم ہو گیا تھا مغرب کے وقت عصر کی نماز پڑھی اور دوسرے فریق نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد یہ مطلب نہیں کہ عصر کی نماز باوجود وقت ہو جانے کے راستے میں نہ پڑھیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ جلد پہنچنے کی کوشش کرو جس میں عصر تک پہنچ جاؤ۔ چنانچہ اس فریق نے راستہ ہی میں نماز پڑھ لی پھر وہاں پہنچ کر دونوں فریق نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے یہ واقعہ پیش کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دونوں سے خوش ہوئے۔ دیکھئے دونوں کے کام ایک دوسرے کے مخالف تھے ایک نے نماز وقت پر پڑھی اور دوسرے نے وقت کے بعد مگر دونوں ناکام نہیں رہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دونوں سے خوش رہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضا عین حق تعالیٰ کی رضا ہے الحاصل نتیجہ یہ ہوا کہ حق تعالیٰ دونوں فریق سے راضی ہے۔

ایک دوسری نظیر اس سے واضح پیش کرتا ہوں۔

مسئلہ یہ ہے کہ اگر جنگل میں چار آدمی ہوں اور نماز کا وقت آ جاوے اور قبلہ معلوم نہ ہو سکے تو ایسی حالت میں شرعاً جہت تحری قبلہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ خوب سوچ لینا چاہیے جس طرف قبلہ ہونے کا ظن غالب ہو، اسی طرف نماز پڑھ لینی چاہیے، اب فرض کیجئے کہ ان چاروں آدمیوں میں اختلاف ہوا، ایک کی رائے پورب کی طرف، ایک کی پچھم کی جانب، ایک کی دکھن، ایک کی اتر کی طرف قبلہ ہونے کی ہوئی تو اب مسئلہ فقہ کا یہ ہے کہ ہر شخص کو اپنی رائے پر عمل کرنا چاہیے اور جس سمت کو اس کی رائے میں ترجیح ہو وہ اسی طرف نماز پڑھے، اگر دوسرے کی رائے کے موافق پڑھے گا تو نماز نہیں ہوگی۔

www.ubqari.org www.ubqari.org

خواہ وہ سمت واقع میں صحیح ہی کیوں نہ ہو، اب یہ بات صریحاً ظاہر ہے کہ سمت صحیح کی طرف ان چاروں میں سے ایک ہی کی نماز ہوگی لیکن عنداللہ سب ماجور ہیں۔

ان دونوں نظیروں سے ثابت ہوگیا کہ اختلاف کی حالت میں جس کا بھی اتباع کیا جائے گا حق تعالیٰ کے نزدیک وہ مقبول ہے، حتیٰ کہ اگر خطا پر بھی ہے تب بھی کوئی باز پرس نہیں بلکہ اجر ملے گا تو ثابت ہوگیا کہ دین کے راستے میں کوئی ناکام نہیں بلکہ اگر وہ مقلد ہے تو اس کو معذور سمجھا جائے گا اور اگر مجتہد ہے تو اس پر بھی ملامت نہیں بلکہ ایک اجر اس خطا کی صورت میں بھی ملے گا۔

علمائے حقانی کے اختلاف کے بارے میں پہلے اس کی تحقیق کرلو کہ دونوں علماء حقانی ہیں یا نہیں۔ جب تحقیق ہوجاوے کہ دونوں حقانی ہیں تو اب دونوں کی اتباع میں گنجائش ہے جس کی بھی موافقت کرلی جائے گی تعمیل حکم ہوجائے گی اور وہ موجب رضائے خدا ہوگی۔ ایسا بکثرت ہوا کہ ایک بات کسی مجتہد کی سمجھ میں آئی اور انہوں نے اپنے دوسرے ہم عصر اور ہم رتبہ سے مشورہ کیا یا بدون ان کے مشورہ کے کسی دوسرے نے ان کو از خود بتادیا کہ آپ کی یہ رائے صحیح نہیں ہے اور ان کے دل نے قبول کرلیا یا ان دونوں صورتوں میں سے کوئی بھی صورت نہ ہوئی بلکہ خود ان کو اپنے تجربہ یا مزید تحقیق سے کوئی دوسری رائے زیادہ صحیح معلوم ہوئی تو انہوں نے اپنی رائے سے فوراً رجوع کرلیا جب تک کہ دوسری تحقیق ان کے اجتہاد کے موافق ہوئی اپنی پہلی تحقیق کو نہیں چھوڑا۔

خلاصہ یہ کہ انہوں نے جو کچھ کیا محض للّٰہیت سے کیا اور للّٰہیت ہی ان کے اتفاق و اختلاف کا سبب ہوئی، پھر بتائیے ایسے شخص کو دوسرے کی تقلید کیسے جائز ہوسکتی ہے ایسا شخص اگر تقلید کرے گا تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ اس نے وہ تحقیق تو چھوڑ دی جو خالصتاً لوجہ اللہ اسے حاصل ہوئی تھی اور کسی مصلحت سے رائے کو بدل لیا تو ایسا شخص جو للّٰہیت کو چھوڑ کر مصلحت کا اتباع کرے مجتہد تو کیا ہوتا ایک ادنیٰ درجہ کا عالم بھی کہلانے کا مستحق نہیں ہے۔

اس تقریر سے یہ مضمون خوب ذہن نشین ہوگیا ہوگا کہ مجتہد کو دوسرے کی تقلید جائز نہیں اگر وہ کسی مصلحت سے ایسا کرے گا تو مواخذہ ہوگا۔ (خطبات اصلاح اعمال)

جواز اور عدم جواز کا اختلاف اور اکابر کا عمل

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا نور اللہ مرقدہ ارشاد فرماتے ہیں: میرے والد صاحب قدس سرہ (مولانا محمد یحییٰ صاحب) اور میرے حضرت قدس سرہ کے درمیان متعدد مسائل میں اختلاف تھا مگر چونکہ مجادلہ اور مخالفت نہیں تھی اس لئے عوام تو عوام، خواص کو بھی اس کی ہوا نہیں لگتی تھی، ان میں سے ایک مسئلہ مثال کے طور پر لکھتا ہوں، قربانی کے جانور میں دو تین شرکاء اگر ایک حصہ مشترک نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کرنا چاہیں بشرطیکہ خود ان کے حصے اپنے بھی اس جانور میں ہوں، یہ صورت میرے والد صاحب (مولانا محمد یحییٰ صاحب رحمہ اللہ) کے نزدیک جائز تھی اور میرے حضرت (مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمہ اللہ) کے نزدیک ناجائز، میرے والد صاحب اوپر رہتے تھے اور حضرت قدس سرہ کا قیام نیچے رہتا تھا، قربانی کے زمانہ میں متعدد لوگوں کو میں نے دیکھا کہ وہ مسئلہ حضرت کے پاس پوچھنے آئے تو میرے حضرت یوں فرمادیا کرتے تھے کہ میرے نزدیک تو ناجائز ہے مولانا یحییٰ کے نزدیک جائز ہے تو اوپر جاکر ان سے مسئلہ پوچھ لے وہ تجھے اجازت دے دیں گے تو اس پر عمل کرلینا۔ (آپ بیتی نمبر 4 ص:94)

بعض کا روزہ اور بعض کا افطار.... دونوں فریق حق پر

ایک دوسری جگہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب نور اللہ مرقدہ ارشاد فرماتے ہیں ''حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا مقولہ گزر چکا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے کسی مسئلہ میں اتفاق سے مجھے اتنی خوشی نہیں ہوتی جتنی اختلاف سے'' کیونکہ اختلاف کی وجہ سے گنجائش رہتی ہے، یہ اختلاف بڑی مبارک چیز ہے، البتہ مخالفت بری چیز ہے۔

میرے والد صاحب (مولانا محمد یحییٰ صاحب) کو حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ بعض لوگوں سے خود فرما دیتے تھے کہ فلاں چیز جو میرے نزدیک جائز نہیں لیکن مولانا یحییٰ صاحب کے نزدیک جائز ہے، تیرا دل چاہے اوپر جا کر ان سے پوچھ لو اور اس کے موافق عمل کرو، خود میرے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا کہ حضرت کے اخیر زمانہ میں شعبان کے گڑبڑ سے یہ بحث شروع ہوئی کہ آج مطلع صاف ہے تیس روز پورے ہو جانے کے بعد اگر شام کو رویت نہ ہوئی تو کل روزہ رکھنا چاہیے یا نہیں؟ حضرت کا ارشاد مبارک تھا کہ شعبان کے چاند میں جس شہادت پر مدار تھا بعض وجوہ سے شرعی حجت نہ تھی اس لئے روزہ ہے اور میرا ناقص خیال تھا کہ وہ حجت شرعی سے صحیح ہے، اس لئے کل کا روزہ نہیں ہے، دن بھر بحث رہی، شام کو چاند نظر نہ آیا، حضرت نے طے فرما دیا کہ میں روزہ رکھوں گا، میں نے عرض کیا میرے لئے کیا ارشاد ہے؟ فرمایا کہ میرے اتباع کی ضرورت نہیں، سمجھ میں آ گیا ہو تو روزہ رکھو ورنہ نہیں، بالآخر حضرت کا روزہ تھا اور میرا افطار، حضرت کے خدام میں سے متعدد ایسے تھے جنہوں نے افطار کیا اور متعدد نے روزہ رکھا۔ حضرت نے ان سے دریافت بھی نہ فرمایا کہ تم نے افطار کیوں کیا؟ (تیس مجالس)

حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ علماء و مفتیان کرام کیلئے تحریر فرماتے ہیں ''اختلاف نظر کا وقوع شرعاً وعقلاً لازم ہے اور حدود شرعیہ کے اندر محمود ہے، اس بارے میں میرا ایک مستقل رسالہ ہے ''کشف الخفاء عن حقیقت اختلاف العلماء'' اس حقیقت کو ذہن نشین کر کے حدود شرعیہ کے اندر اختلاف نظر کے تحمل کی عادت ڈالیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے'' وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس مانزل الیھم ولعلھم یتفکرون ''(16-44) اس میں اس حقیقت کی وضاحت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تبیین وتشریح کے بعد بھی کئی احکام میں تفکر کی ضرورت پیش آئے گی اس میں تفکر کی دعوت ہے اور

تفکر میں تو لازماً اختلاف ہوگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات میں ایسے قصے پیش آئے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین آپس میں کسی مسئلے پر اختلاف ہوا تو ہر ایک نے اپنی رائے پر عمل کیا۔

حضرات فقہاء رحمہم اللہ مختلف تحقیقات نقل فرمانے کے بعد اپنی رائے پیش کر دیتے ہیں، دوسروں پر زیادہ جرح اور ردقدح نہیں کرتے۔ علامہ ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ ”شرح عقود رسم المفتی“ میں بار بار لٰکن، لٰکن، لٰکن کے تحت اقوال مختلف نقل کرتے چلے جاتے ہیں کہ آخری فیصلہ کرنا مشکل ہوجاتا ہے ان حضرات میں سے کسی کا یہ اصرار نہیں ہوتا کہ جو میں کہہ رہا ہوں لازماً وہی قبول کیا جائے۔

حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ کا یہ طریقہ تھا کہ اپنے تلامذہ کے ساتھ کسی مسئلہ پر غور فرماتے۔ بعض مسائل پر کئی کئی دن اجتماعی غور وفکر کے باوجود بھی اتفاق نہ ہوتا تو فرماتے کہ سب دو دو رکعت نفل پڑھیں۔ نفل پڑھ کر پھر مسئلے پر غور فرماتے اگر پھر بھی اتفاق نہ ہوتا تو فرماتے کہ ہر ایک اپنی تحقیق کے مطابق عمل کرے۔ استاذ اپنے تلامذہ سے فرما رہے ہیں کہ تحقیق کے بعد اپنی اپنی رائے پر عمل کریں۔ اختلاف نظر کا تحمل کریں تحمل کی عادت ڈالیں۔ ایسا نہیں ہونا چاہئے کہ گلے سے پکڑے ہی رہے چھوڑے ہی نہیں، تحقیقات ہوگئیں، غور وفکر ہوگیا بحث ہوگئی اب اگر اتفاق ہوتا ہے تو ٹھیک اور نہیں ہوتا تو کچھ حرج نہیں۔

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس کوئی مسئلہ پوچھنے آتا اسے مسئلہ بتا کر یہ بھی فرما دیتے کہ فلاں کی رائے اس مسئلہ میں میری رائے کے خلاف ہے چاہو تو ان کی رائے پر عمل کرلو۔ عوام کے سامنے دوسرے علماء پر جرح نہ کریں علماء کے اختلاف کو عوام میں شائع کرنا جائز نہیں۔ (جواہر الرشید 6-29۔ 33 ماخوذ از اسلامی بینکاری)

(بحوالہ: اسلاف کی باہمی محبت کے حیرت انگیز واقعات۔ ص:136 تا 140)

ooo

علماء کے خلاف غلط باتیں اور ہمارا طرز عمل

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ اپنے مریدین سے فرمانے لگے تم کہاں میرے پیچھے لگ گئے۔ میرا حال تو اس پیر جیسا ہے جو حقیقت میں ایک ڈاکو تھا۔ اس ڈاکو نے جب یہ دیکھا کہ لوگ بڑی عقیدت اور محبت کے ساتھ پیروں کے پاس جاتے ہیں ان کے پاس ہدیے تحفے لے جاتے ہیں، ان کا ہاتھ چومتے ہیں، یہ تو اچھا پیشہ ہے، میں خواہ مخواہ راتوں کو جاگ کر ڈاکے ڈالتا ہوں، پکڑے جانے اور جیل میں بند ہونے کا خطرہ الگ ہوتا ہے، مشقت اور تکلیف علیحدہ ہوتی ہے، اس سے اچھا یہ ہے کہ میں پیر بن کر بیٹھ جاؤں، لوگ میرے پاس آئیں گے، میرے ہاتھ چومیں گے، میرے پاس ہدیے تحفے لائیں گے، چنانچہ یہ سوچ کر اس نے ڈاکہ ڈالنا چھوڑ دیا اور ایک خانقاہ بنا کر بیٹھ گیا، لمبی تسبیح لے لی، لمبا کرتا پہن لیا اور پیروں جیسا حلیہ بنالیا اور ذکر اور تسبیح شروع کر دی، جب لوگوں نے دیکھا کہ کوئی اللہ والا بیٹھا ہے اور بہت بڑا پیر معلوم ہوتا ہے اب لوگ اس کے مرید بننا شروع ہو گئے، یہاں تک کہ مریدوں کی بہت بڑی تعداد ہوگئی کوئی ہدیہ لا رہا ہے، کوئی تحفہ لا رہا ہے، خوب نذرانے آ رہے ہیں، کوئی ہاتھ چوم رہا ہے، کوئی پاؤں چوم رہا ہے، ہر مرید کو مخصوص ذکر بتادیئے کہ تم فلاں ذکر کرو، تم فلاں ذکر کرو، اب ذکر کی خاصیت یہ ہے کہ اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ انسان کے درجات بلند فرماتے ہیں۔ چونکہ ان مریدوں نے اخلاص کے ساتھ ذکر کیا تھا، اسکے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے ان کے درجات بہت بلند فرما دیے اور کشف و کرامات کا اونچا مقام حاصل ہو گیا۔

مریدین کی دعا کام آئی

ایک روز ان مریدین نے آپس میں گفتگو کی کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں تو اس مرتبہ تک پہنچا دیا ہم ذرا یہ دیکھیں کہ ہمارا شیخ کس مرتبے کا ہے؟ چنانچہ انہوں نے مراقبہ کر کے کشف کے ذریعے اپنے شیخ کا مرتبہ معلوم کرنا چاہا لیکن جب مراقبہ کیا تو شیخ کا درجہ

کہیں نظر ہی نہیں آیا۔ آپس میں مریدین نے مشورہ کیا کہ شاید ہمارا شیخ اتنے اونچے مقام پر پہنچا ہوا کہ ہمیں اس کی ہوا تک نہیں لگی۔ آخر کار جا کر شیخ سے ذکر کیا کہ حضرت! ہم نے آپ کا مقام تلاش کرنا چاہا مگر آپ تو اتنے اونچے مقام پر ہیں کہ ہم وہاں تک نہیں پہنچ پاتے۔ اس وقت شیخ نے اپنی حقیقت ظاہر کر دی اور روتے ہوئے اس نے کہا کہ میں تمہیں اپنا درجہ کیا بتاؤں میں تو اصل میں ایک ڈاکو ہوں اور میں نے دنیا کمانے کی خاطر یہ سارا دھندا کیا تھا۔ اللہ تعالی نے ذکر کی بدولت تمہیں اونچے اونچے مقام عطا فرما دیئے اور میں تو اسفل السافلین میں ہوں، تمہیں میرا مرتبہ کہاں ملے گا؟ میں تو ڈاکو اور چور ہوں، میرے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے، اس لئے تم اب میرے پاس سے بھاگ جاؤ اور کسی دوسرے پیر کو تلاش کرو۔ جب شیخ کے بارے میں یہ باتیں سنیں تو ان سب مریدوں نے آپس میں مل کر اپنے شیخ کیلئے دعا کی کہ یا اللہ! یہ چور ہو یا ڈاکو ہو لیکن یا اللہ! آپ نے ہمیں جو کچھ عطا فرمایا ہے وہ اسی کے ذریعے عطا فرمایا ہے، اے اللہ! اب آپ اس کی بھی اصلاح فرما دیجئے اور اس کا درجہ بھی بلند کر دیجئے، چونکہ وہ مریدین مخلص تھے اور اللہ والے تھے، ان کی دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے اس کو بھی بخش دیا اور اس کو بھی بلند درجہ عطا فرما دیا۔

بہر حال! جب کسی عالم کے بارے میں کوئی غلط بات سنو تو اس کو بدنام کرنے کے بجائے اس کیلئے دعا کرنی چاہیے، اللہ تعالی ہم سب کو ان باتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین! (اصلاحی خطبات ج 8)

ooo

علماء میں اختلاف ہو تو عوام کیا کریں؟

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: بہت سے حضرات مسائل میں علماء کے اختلافات سے پریشان ہو کر پوچھا کرتے ہیں کہ ہم کدھر جائیں

جس کی تہہ میں یہ پوشیدہ ہوتا ہے کہ اب ہم کسی کی نہ سنیں، سب سے آزاد ہو کر جو سمجھ میں آئے کیا کریں اور بظاہر ان کا یہ معصومانہ سوال حق بجانب نظر آتا ہے لیکن ذرا غور فرمائیں تو ان کا جواب اپنے گردوپیش کے معاملات میں خود ہی مل جائے گا۔

ایک صاحب بیمار ہوئے ڈاکٹروں یا حکیموں کی آراء میں تشخص وتجویز کے بارے میں اختلاف ہو گیا تو وہ کیا کرتے ہیں؟ یہی نا کہ وہ ان ڈاکٹروں، حکیموں کی ڈگریاں معلوم کر کے یا پھر ان کے مطب میں علاج کرانے والے مریضوں سے یا دوسرے اہل تجربہ سے دریافت کر کے اپنے علاج کیلئے کسی ایک ڈاکٹر کو متعین کر لیتے ہیں، اسی کی تشخیص وتجویز پر عمل کرتے ہیں مگر دوسرے ڈکٹروں حکیموں کو برا بھلا کہتے نہیں پھرتے۔ یہاں کسی کا یہ خیال نہیں ہوتا کہ معالجوں میں اختلاف ہے تو سب کو چھوڑو، اپنی آزاد رائے سے جو چاہو کرو، کیا یہی طرز عمل علماء کے اختلاف کے وقت نہیں کر سکتے؟

ایک مثال اور لیجئے آپ کو ایک مقدمہ عدالت میں دائر کرنا ہے قانون جاننے والے وکلاء سے مشورہ کیا۔ ان میں اختلاف رائے ہوا تو کوئی اور آدمی یہ تجویز نہیں کرتا کہ مقدمہ دائر کرنا ہی چھوڑ دے یا پھر کسی وکیل کی نہ سنے، خود اپنی رائے سے جو سمجھ میں آیا کرے بلکہ ہوتا یہی ہے مختلف طریقوں سے ہر شخص اتنی تحقیق کر لیتا ہے کہ ان میں کون سا وکیل اچھا جاننے والا اور قابل اعتماد ہے اس کو اپنا وکیل بنا لیتا ہے اور دوسرے وکلاء کو باوجود اختلاف کے دشمن نہیں سمجھتا، برا بھلا نہیں کہتا، اس سے لڑتا نہیں پھرتا۔

یہی فطری اور سہل اصول اختلاف علماء کے وقت کیوں اختیار نہیں کیا جاتا۔

قطب الاقطاب حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہ تحریر فرماتے ہیں ''عوام نے مسائل میں رائے زنی کو خواہ مخواہ اپنا مشغلہ بنا لیا، ان کو اہل علم کے اختلاف میں حکم بننے کی کیا ضرورت ہے کہ ان کے علمی ابحاث، ان کے علمی دلائل سمجھنے کی اہلیت نہیں لیکن ان میں محاکمہ اور فیصلے یہ حضرات فرمانے لگے حالانکہ ان کا کام یہ تھا کہ علمائے حق میں سے جس کے ساتھ حسن عقیدل ہو تجربہ سے اس کا دیندار

تجربہ کار ہونا اور اللہ والا ہونا ثبت ہو چکا ہو اس کا اتباع کرتے لیکن یہ تو جب ہوتا جب عمل مقصود ہوتا۔ یہاں مقصود ہی نزاع ہے اس جلسہ اور اس تقریر میں ان کو لطف بھی نہیں آتا جس میں دوسروں پر سب وشتم نہ ہو، دوسروں پر تنقید ہو، دوسروں کی پگڑیاں نہ اچھالی جاتی ہوں، جس جلسہ میں سیدھی سیدھی دین کی باتیں بیان کی جائیں وہ جلسہ نہایت پھیکا اور بے مزہ ہے، وہ وعظ ہی نہیں تقریر جانتا ہی نہیں۔ ماہر مقرر وہی ہے جو مخالفین کو کھری کھری سنائے۔ (الاعتدال ص:210)

اپنے بڑے کی حمایت......دوسروں کے بڑوں کو گالیاں

ایک دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں: حالانکہ اتباع کا منصب یہ تھا کہ علمائے حق میں سے جس سے عقیدت ہو یا اس کا عالم باعمل ہونا محقق ہو جائے اس کے ارشادات پر عمل ہو لیکن لوگوں میں باوجود ادعائے محبت وعقیدت عمل تو ندارد ہے ساری محبت کا خلاصہ یہ ہے کہ اپنے بڑے کی حمایت میں دوسروں کے بڑوں کو گالیاں دیں۔ کلام اللہ شریف جس کی تعلیم مسلمان کا ایمان ہے وہ تو اس بارے میں اتنا سخت ہے کہ:

”ولا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ فیسبوا اللہ عدوا بغیر علم“

(سورہ انعام ع13)

ترجمہ: ارشاد ہے کہ تم گالیاں نہ دو ان (معبودوں) کو جو یہ مشرک اللہ (کی توحید) کو چھوڑ کر پکارتے ہیں (اور عبادت کرتے ہیں کیونکہ تمہارے ایسا کرنے سے) پھر وہ لوگ بوجہ جہل کے حد سے گزر کر اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کریں گے۔

قرآن پاک تو دوسروں کے بتوں کو گالیاں دینے کی بھی ممانعت کرتا ہے لیکن اس کے اتباع کے دعویداروں کا یہ عمل کہ ان کا کوئی جلسہ کوئی جلوس بھی دوسروں کی بربادی کے نعروں سے ان کے اکابر پر سب وشتم سے خالی نہیں ہوتا، آج کل ہر جماعت کا معظم عمل بجائے اپنی تعمیر اپنی تقویت اور عمل کی تدابیر کے دوسروں کی تخریب، ان کو گالیاں دینا، مردہ باد کے نعرے لگانا بن گیا ہے، پھر لطف یہ ہے کہ اس کی شکایت بھی

ہر فریق کو ہے کہ مسلمان تباہ ہو گئے، برباد ہو گئے، خود ہی فریق دوسرے مسلمانوں کی بربادی کی دعائیں کرتا ہے اور خود ہی اس کا رونا روتا ہے کہ مسلمان برباد ہو گئے۔ **فاللہ المستعان**'' (الاعتدال ص:213)

(بحوالہ: اسلاف کی باہمی محبت کے حیرت انگیز واقعات۔ص:145 تا 150)

ooo

جھگڑے کس طرح ختم ہوں؟

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ فرماتے ہیں: تمام باہمی جھگڑے کس طرح ختم ہوں؟ حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک ملفوظ آپ حضرات کو سناتا ہوں جو بڑا زرین اصول ہے اگر انسان اس اصول پر عمل کرلے تو امید ہے کہ پچھتر فیصد جھگڑے تو وہیں ختم ہو جائیں۔ چنانچہ فرمایا کہ ایک کام یہ کرلو کہ دنیا والوں سے امید باندھنا چھوڑ دو، جب امید چھوڑ دو گے تو ان شاء اللہ پھر دل میں کبھی بغض اور جھگڑے کا خیال نہیں آئے گا۔

دوسرے لوگوں سے جو شکایتیں پیدا ہو جاتی ہیں مثلاً یہ کہ فلاں شخص کو ایسا کرنا چاہیے تھا، اس نے نہیں کیا، جیسی میری عزت کرنی چاہیے تھی، اس نے ایسی عزت نہیں کی، جیسی میری خاطر مدارت کرنی چاہیے تھی، اس نے ویسی نہیں کی، یا فلاں شخص کے ساتھ میں نے فلاں احسان کیا تھا، اس نے اس کا بدلہ نہیں دیا، وغیرہ وغیرہ۔ یہ شکایتیں اس لئے پیدا ہوتی ہیں کہ دوسروں سے توقعات وابستہ کر رکھی ہیں اور جب وہ توقع پوری نہیں ہوئی تو اس کے نتیجے میں دل میں گرہ پڑ گئی کہ اس نے میرے ساتھ اچھا برتاؤ نہیں کیا اور دل میں شکایت پیدا ہو گئی۔ ایسے موقع پر اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر تمہیں کسی سے کوئی شکایت پیدا ہو جائے تو اس سے جا کر کہہ دو کہ مجھے تم سے یہ شکایت ہے، تمہاری یہ بات مجھے اچھی نہیں لگی۔ مجھے

بری لگی، پسند نہیں آئی، یہ کہہ کر اپنا دل صاف کرلو لیکن آج کل بات کہہ کر دل صاف کرنے کا دستور ختم ہو گیا، بلکہ اب یہ ہوتا ہے کہ وہ اس بات کو اور اس شکایت کو دل میں لے کر بیٹھ جاتا ہے اس کے بعد کسی اور موقع پر کوئی اور بات پیش آ گئی۔ ایک گرہ اور پڑ گئی چنانچہ آہستہ آہستہ دل میں گرہیں پڑتی چلی جاتی ہیں وہ پھر بغض کی شکل اختیار کر لیتی ہیں اور بغض کے نتیجے میں آپس میں دشمنی پیدا ہو جاتی ہے۔

اس لئے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جھگڑے کی جڑ اس طرح کاٹو کہ کسی سے کوئی توقع ہی مت رکھو کیا مخلوق سے توقعات وابستہ کئے بیٹھے ہو کہ فلاں یہ دیدے گا، فلاں یہ کام کر دے گا، توقع تو صرف اس سے وابستہ کرو جو خالق اور مالک ہے بلکہ دنیا والوں سے تو برائی کی توقع رکھو کہ ان سے تو ہمیشہ برائی ہی ملے گی اور پھر برائی کی توقع رکھنے کے بعد اگر کبھی اچھائی مل جائے تو اس وقت اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو کہ یا اللہ! آپ کا شکر اور احسان ہے اور برائی ملے تو پھر خیال کر لو کہ مجھے تو پہلے ہی برائی کی توقع تھی تو اب اس کے نتیجے میں دل میں شکایت اور بغض پیدا نہیں ہوگا اور پھر دشمنی بھی پیدا نہیں ہوگی، نہ جھگڑا ہوگا، لہٰذا کسی سے توقع ہی مت رکھو۔

اسی طرح حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک اور اصول یہ بیان فرمایا کہ جب تم کسی دوسرے کے ساتھ کوئی نیکی کرو، یا اچھا سلوک کرو تو صرف اللہ کو راضی کرنے کیلئے کرو، مثلاً کسی کی مدد کرو، یا کسی شخص کی سفارش کرو، یا کسی کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو یا کسی کی عزت کرو، تو یہ سوچ کر کرو کہ میں اللہ کو راضی کرنے کیلئے یہ برتاؤ کر رہا ہوں، اپنی آخرت سنوارنے کیلئے یہ کام کر رہا ہوں، جب اس نیت کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو گے تو اس صورت میں اس برتاؤ پر بدلہ کا انتظار نہیں کرو گے اب اگر فرض کریں کہ آپ نے ایک شخص کے ساتھ اچھا سلوک کیا مگر اس شخص نے تمہارے اچھے سلوک کا بدلہ اچھائی کے ساتھ نہیں دیا اور اس نے تمہارے احسان کرنے کو کبھی تسلیم ہی نہیں کیا تو اس صورت میں ظاہر ہے کہ آپ کے دل میں ضرور یہ خیال پیدا ہوگا کہ میں نے تو اس کے ساتھ یہ سلوک کیا تھا اور اس

نے میرے ساتھ الٹا سلوک کیا لیکن اگر آپ نے اس کے ساتھ اچھا سلوک صرف اللہ کو راضی کرنے کیلئے کیا تھا تو اس صورت میں اس کی طرف سے برے سلوک پر کبھی شکایت پیدا نہیں ہوگی اس لئے کہ آپ کا مقصد تو صرف اللہ تعالیٰ کی رضا تھی۔ اگر ان دو اصولوں پر ہم سب عمل کر لیں تو پھر آپس کے تمام جھگڑے ختم ہو جائیں اور اس حدیث پر بھی عمل ہو جائے جو ابھی میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی جس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص حق پر ہوتے ہوئے جھگڑا چھوڑ دے تو میں اس شخص کو جنت کے بیچوں بیچ گھر دلوانے کا ذمہ دار ہوں۔ (اصلاحی خطبات جلد 6 ص 151)

(بحوالہ: اسلاف کی باہمی محبت کے حیرت انگیز واقعات۔ ص: 152 تا 154)

ooo

ایڈیٹر محاسن اسلام اور رواداری کے واقعات

مدیر ماہنامہ محاسن اسلام مولانا محمد اسحاق صاحب دامت برکاتہم عصر حاضر میں اصلاح وفلاح کا جذبہ رکھنے والے حضرات میں سے ایک ہیں جو مخلوق کیلئے بھلائی خیر خواہی پھیلانے کا ذریعہ بن رہے ہیں۔ آپ امت کی تباہ حالی کیلئے باہمی اختلاف کو نہایت اہمیت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور اس کو اصل وجہ قرار دیتے ہیں اس کی روک تھام کیلئے بھرپور کوشش کا عزم رکھتے ہیں اپنی کتاب ''اسلاف کی باہمی محبت کے حیرت انگیز واقعات'' میں صفحہ نمبر ۱۵۵ کتاب کا تعارف کراتے ہوئے لکھتے ہیں:

''عہد رسالت اور خیر القرون میں باہمی اختلافات کی مثالیں اور باہمی محبت و احترام کی روشن مثالیں۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ و حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا میں باہمی اختلاف کے باوجود محبت وتعلق اور ادب واحترام کے واقعات، فقہاء میں مسلکی اختلاف کے باوجود باہمی رواداری برصغیر کے اکابر علماء حق کے درخشنداں واقعات، حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے مابین اختلاف کے باوجود باہمی محبت وتعلق کے واقعات

جو ہمارے لئے مشعل راہ ہیں اور مخالفین و معائدین سے معاملہ کرنے میں بہترین نمونہ ہیں"۔ (بحوالہ: اسلاف کی باہمی محبت کے حیرت انگیز واقعات۔ ص:155)

درگزر پر اسلامی تاریخ کا تابندہ واقعہ

ہرمزان ایرانیوں کے ایک لشکر کا سردار تھا ایک مرتبہ مغلوب ہو کر اس نے جزیہ دینا بھی قبول کیا تھا مگر پھر باغی ہو کر مقابلے پر آیا، آخر شکست ہوئی اور گرفتار ہو کر اس حالت میں کہ تاج مرصع سر پر تھا، دیبا کی قبا زیب تن کمر سے مرصع تلوار آویزاں بیش بہا زیورات سے آراستہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی عدالت میں پہنچا، آپ رضی اللہ عنہ اس وقت مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں تشریف رکھتے تھے فرمایا تم نے بدعہدی کی، اب اگر اس کا بدلہ تم سے لیا جائے تو تم کو کیا عذر ہے؟

ہرمزان نے کہا مجھے خوف ہے کہ شاید میرا عذر سننے سے پیشتر ہی مجھے قتل نہ کر دیا جائے۔ آپ نے فرمایا ایسا ہرگز نہ ہوگا تم کوئی خوف نہ کرو، ہرمزان نے کہا مجھ کو پہلے پانی پلا دو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پانی پلانے کا حکم دیا، ہرمزان نے ہاتھ میں پانی کا پیالہ لے کر کہا کہ مجھے خطرہ ہے کہ میں پانی پینے سے پہلے قتل نہ کر دیا جاؤں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب تک پانی نہ پی لو اور اپنا عذر نہ بیان کر لو تم اپنے آپ کو ہر قسم کے خطرہ سے محفوظ سمجھو، ہرمزان نے پانی کا پیالہ ہاتھ سے رکھ دیا اور کہا میں پانی نہیں پینا چاہتا آپ نے مجھ کو امان بخشی ہے اس لئے آپ مجھے قتل نہیں کر سکتے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اس چالاکی اور دھوکہ دہی پر بہت غصہ آیا لیکن حضرت انس رضی اللہ عنہ درمیان میں بول اٹھے اور کہا امیر المومنین! (رضی اللہ عنہ) یہ سچ کہتا ہے کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ جب تک پورا حال نہ کہہ لو کسی قسم کا خوف نہ کرو اور جب تک پانی نہ پی لو کسی قسم کے خطرے میں نہ ڈالے جاؤ گے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے کلام کی لوگوں نے بھی تائید کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہر

مزان تو نے مجھے دھوکہ دیا ہے لیکن میں تجھے دھوکہ نہ دوں گا اسلام نے اس کی تعلیم نہیں دی ایفائے عہد اور حسن سلوک کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہرمزان مسلمان ہو گیا امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے دو ہزار سالانہ اس کی تنخواہ مقرر کر دی۔ (ناقابل فراموش واقعات)

(بحوالہ: اسلاف کی باہمی محبت کے حیرت انگیز واقعات۔ ص:160)

فتنہ اور اختلاف سے بچنے کی تاکید

سیاسی مسائل میں مشاجرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا فتنہ، تکوینی حکمتوں کے ماتحت پیش آیا۔ آپس میں تلواریں بھی چل گئیں مگر عین اسی فتنہ کی ابتداء میں جب امام مظلوم حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ باغیوں کے نرغے میں محصور تھے اور یہی باغی نمازوں میں امامت کراتے تھے تو امام مظلوم رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو ان کی اقتداء نماز پڑھنے کی ہدایت فرمائی اور عام ضابطہ یہ بتا دیا کہ:

"اذاهم احسنوا فاحسن معهم وان هم اسائوا فاجتنب اساءتهم"

(مشکوٰۃ شریف ص:62)

ترجمہ: یعنی جب وہ لوگ کوئی نیک کام کریں اس میں ان کے ساتھ تعاون کرو اور جب کوئی برا کام اور غلط کام کریں اس سے اجتناب کرو۔

اس ہدایت کے ذریعہ اپنی جان پر کھیل کر قرآنی ارشاد "تعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان" کی صحیح تفسیر بتا دی اور باہمی انتشار و افتراق کا دروازہ بند کر دیا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ

اور اسی فتنہ کے آخر میں جبکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان میدان جنگ گرم تھا، روم کی عیسائی سلطنت کی طرف سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اپنے ساتھ ملانے اور ان کی مدد کرنے کا پیغام ملا، قیصر روم نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ تم کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ستا رکھا ہے، تمہاری مدد کیلئے میں فوج بھیج دوں۔

قیصر روم کے خط کا جواب

اس پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے جواب لکھا: ''اے نصرانی کتے! میرے اور علی رضی اللہ عنہ کے درمیان جو اختلاف ہے تو اس سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہے یاد رکھ کہ اگر تو نے علی رضی اللہ عنہ کی طرف ترچھی نگاہ سے دیکھا تو سب سے پہلے علی کے لشکر کا سپاہی بن کر تیری آنکھیں پھوڑنے والا معاویہ ہوگا''۔

قیصر روم نے مسلمانوں کی خانہ جنگی سے فائدہ اٹھا کر ان پر حملہ آور ہونے کا ارادہ کیا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے قیصر کے نام خط لکھا:

اگر تم نے اپنا ارادہ پورا کرنے کی ٹھان لی ہے تو میں قسم کھاتا ہوں کہ میں اپنے ساتھی (حضرت علی کرم اللہ وجہہ) سے صلح کرلوں گا، پھر تمہارے خلاف ان کا جو لشکر روانہ ہوگا اسکے ہراول دستہ میں شامل ہوکر قسطنطنیہ کو جلا ہوا کوئلہ بنادوں گا اور تمہاری حکومت کو گاجر مولی کی طرح اکھاڑ پھینکوں گا۔ (تاج العروس جلد 7 ص 208)

اسی طرح حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے قسم کھا کر فرمایا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ مجھ سے بہتر اور مجھ سے افضل ہیں اور میرا ان سے اختلاف صرف حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قصاص کے مسئلہ میں ہے اور اگر وہ خود حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قصاص لے لیں تو اہل شام میں سے ان کے ہاتھ پر بیعت کرنے والا سب سے پہلے میں ہوں گا۔ (البدایہ والنہایہ جلد 7 ص: 259، فضائل صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ص: 51)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور باہمی محبت کا پیغام

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت میں ایک واقعہ پیش آیا کہ ایک شخص ابن خیبری نے اپنی بیوی سے کسی کو زنا کرتے دیکھ لیا، صبر نہ ہوسکا اس کو قتل کر دیا، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس مقدمہ پہنچا، انکی کچھ سمجھ میں نہ آیا کیا فیصلہ فرمادیں، قاتل کی سزا قصاص لیکن یہ قتل جن حالات میں پیش آیا وہ بھی بالکل نظر انداز کرنا مشکل،

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اس بارے میں مسئلہ تحقیق کر کے لکھیں۔ (موطا امام مالک)

کیا ہم بھی اپنے کسی سیاسی مخالف کے سامنے جہل کا اقرار کر سکتے ہیں، کسی مسئلے میں جو باہمی نزاع نہ ہو اس کی طرف رجوع کر سکتے ہیں، ہمارے سیاسی مخالف کا نہ کوئی قول معتبر ہے نہ وہ اس قابل ہے کہ کوئی شخص کسی مسئلہ میں اس کی طرف رجوع کرے۔ (الاعتدال)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے باہمی محبت کا دوسرا واقعہ

ابوصالح نے بیان کیا کہ ایک روز ضرار بن ضمرہ کنانی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو آپ نے ضرار سے کہا کہ علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے کچھ اوصاف بیان کرو، انہوں نے کہا امیر المومنین مجھے معاف رکھیں۔ آپ نے کہا نہیں آپ بیان کرو۔ ضرار نے کہا جب کچھ بتانا ہی ضروری ہے تو سنیں!

بخدا وہ ایک بلند نظر دور اندیش اور ایک طاقتور انسان تھے ان کی بات فیصلہ کن اور حکم عادلانہ ہوتا تھا، ان کے اطراف وجوانب سے علم وحکمت کے چشمے پھوٹتے تھے، دنیا اور ان کی رنگینیوں سے دور رہ کر رات کی تاریکیوں سے مانوس رہتے تھے، واللہ وہ بہت روتے تھے اور سوچ میں غرق رہتے تھے اپنی ہتھیلیاں الٹتے پلٹتے تھے اور اپنے آپ سے باتیں کیا کرتے تھے، موٹا جھوٹا لباس اور کھانا پسند کرتے تھے، بخدا! ہم جیسے ایک آدمی نظر آتے تھے ان کے پاس جب ہم جاتے تو وہ ہمیں قریب رکھتے اور ہماری باتوں کا جواب دیتے لیکن اتنے قرب کے باوجود انکی ایسی ہیبت تھی کہ ہم ان سے بات نہیں کر پاتے تھے وہ مسکراتے تو موتیوں جیسے دانت نظر آتے، وہ دین داروں کی تعظیم کرتے اور فقراء ومساکین سے محبت رکھتے، کوئی طاقتور آدمی ان سے کسی غلط کام کرانے کی بات نہیں سوچ سکتا تھا اور کوئی کمزور آدمی ان کے عدل سے کبھی مایوس نہ ہوتا تھا۔

میں خدا کو حاضر سمجھ کر کہتا ہوں کہ شب کی تاریکیوں میں انہیں بعض مواقع پر میں نے دیکھا کہ محراب کے اندر اپنی ڈاڑھی پکڑے ہوئے اس بے چینی سے تڑپ رہے ہیں جیسے انہیں بچھو نے ڈنک مار دیا ہو اور کسی غمزدہ وستم رسیدہ شخص کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رو رہے ہیں، ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ اس وقت بھی ان کی آواز میرے کانوں میں گونج رہی ہے، اے میرے پرودگار! اے میرے پالنہار! اس کے حضور وہ گریہ وزاری کر رہے ہیں اور دنیا سے مخاطب ہو کر فرما رہے ہیں تم میرے پاس آ رہی ہو، تم مجھ پر نظریں جما رہی ہو، افسوس! افسوس! جاؤ کسی دوسرے کو دھوکہ دو، میں نے تمہیں تین طلاقیں دے دی ہیں، تمہاری عمر مختصر، تمہاری محفل ذلیل وحقیر اور تمہارا فائدہ بہت کم ہے، آہ! آہ! توشہ راہ کتنا قلیل، سفر، کتنا طویل اور راستہ کتنا وحشت ناک ہے۔

یہ سن کر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے آنسو ضبط نہ کر سکے اور ان کی ڈاڑھی مبارک آنسوؤں سے تر ہوگئی جسے وہ اپنی آستین سے پونچھتے رہے اور حاضرین کی روتے روتے ہچکیاں بندھ گئیں۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ابوالحسن (حضرت علی کرم اللہ وجہہ) ایسے ہی تھے، اللہ ان پر رحم فرمائے۔ پھر انہوں نے پوچھا ضرار! تمہیں ان کا کتنا غم ہے؟ ضرار نے جواب دیا اتنا ہی جیسے کسی کا کوئی اپنا آدمی خود اسی کی گود میں ذبح کر دیا جائے جس سے اس کے آنسو نہ تھمیں اور نہ اس کا غم سکون پائے، یہ کہہ کر اٹھے اور واپس چلے گئے۔

(الحلیۃ از ابو نعیم جلد 1 ص:84 و الاستیعاب از ابن عبدالبر جلد 3 ص:44)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شہادت پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا رونا

جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خبر پہنچی کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ شہید کر دیئے گئے تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ رونے لگے، ان کی بیوی نے کہا اب روتے ہو حالانکہ ان سے تم نے جنگ کی ہے؟ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تجھ پر

افسوس ہے، کیسی باتیں کرتی ہے تجھے نہیں معلوم آج علم وفضل اور فقہ لوگوں کے ہاتھوں سے جاتا رہا۔ (البدایہ جلد 8 ص 130، فضائل صحابہ ص: 73)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا اپنے مخالفین کے ساتھ برتاؤ

جنگ جمل کتنی سخت لڑائی ہوئی تھی کہ تقریباً بیس ہزار آدمی اس لڑائی میں قتل ہوئے۔ (تاریخ الخمیس) لیکن جب معرکہ شروع ہورہا تھا اور دونوں طرف سے گھمسان کی لڑائی شروع ہونے کی تھی تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ صف سے آگے بڑھے اور مدمقابل جماعت میں سے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو آواز دی وہ بھی اپنی صف سے آگے بڑھے دونوں نے معانقہ کیا اور دونوں روئے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا تمہیں کس چیز نے مجبور کیا تم یہاں مقابلہ پر آگئے؟ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کے بدلہ نے۔ دونوں حضرات میں گفتگو ہوتی رہی، یہ ایسے دو مخالفوں کا برتاؤ ہے جو ایک دوسرے کے مقابلہ میں تلواریں نکالے ہوئے بالکل تیار بیٹھے تھے (کتاب الامامۃ والسیاسۃ) اس کے بعد معرکہ ہوا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی فتح ہوئی، دوسری جماعت کے بہت سے افراد قید ہوئے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی جماعت کے بعض افراد نے اصرار کیا کہ ان قیدیوں کو قتل کیا جائے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے قبول نہیں فرمایا بلکہ ان سے دوبارہ بیعت لیتے رہے اور معاف کرتے رہے، ان مغلوبین کے مال کو غنیمت قرار دیا لیکن ان کی جانوں کو قیدی بنانے سے انکار فرمادیا۔ لوگوں نے اس پر بھی اصرار کیا کہ جب ان کے مال غنیمت بنائے گئے تو جانیں بھی قیدی بنائی جائیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ اول انکار فرماتے رہے۔ آخر اپنی جماعت کے اصرار پر ارشاد فرمایا کہ اچھا بتاؤ کہ اپنی ماں عائشہ (رضی اللہ عنہا) کو باندی بنا کر اپنے حصہ میں لینے پر تم میں سے کون تیار ہے؟ انہوں نے عرض کیا **نستغفر اللہ** یعنی ہم اللہ سے مغفرت چاہتے ہیں یہ تو نہیں ہوسکتا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ''وانا استغفر اللہ'' میں بھی اللہ سے مغفرت چاہتا ہوں۔

کسی نے جنگ جمل میں آپ کے مخالفین کے بارے میں سوال کیا، کیا وہ مشرک ہیں؟ آپ نے فرمایا شرک سے تو وہ بھاگے ہی تھے (تب ہی تو وہ اسلام میں داخل ہوئے) اس نے پھر پوچھا کیا وہ منافق ہیں؟ آپ نے فرمایا منافقین اللہ کو بہت کم یاد کرتے ہیں۔ یہ لوگ اللہ کے ذکر میں مشغول رہنے والے ہیں، اس کے بعد اس نے سوال کیا پھر وہ کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہمارے بھائی ہیں جنہوں نے ہم سے بغاوت کی (جس کی وجہ سے مجبوراً جنگ کرنی پڑی)۔

(سنن بیہقی جلد 8 ص:173، فضائل صحابہ ص:71)

کیا ہم بھی اپنے کسی مخالف کا کوئی احترام باقی رکھتے ہیں، دشمنی اور مقابلہ میں تلوار اٹھانا بہت بڑی چیز ہے، کیا ہم معمولی سا اختلاف کرنے والے کا بھی اتنا احترام رکھتے ہیں جتنا یہ حضرات مقابلہ میں تلوار اٹھانے والے کا رکھتے تھے۔

اس کے بعد دیکھا کہ مقتولین میں ابنِ طلحہ پڑے ہوئے ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ارشاد فرمایا اللہ تم پر رحم فرمائے، تم بڑے عبادت گزار، شب بیدار، تمام رات نماز پڑھنے والے تھے، سخت سے سخت گرمی میں کثرت سے روزے رکھنے والے تھے۔ (کتاب الامامۃ)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا سلوک

اس لڑائی کے خاتمہ پر جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا اونٹ زخمی ہوکر گرا ہے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جلدی سے فرمایا دیکھو (ام المومنین رضی اللہ عنہا کو) کوئی تکلیف تو نہیں پہنچی (طبری) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھائی محمد ابن ابی بکر رضی اللہ عنہ جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے طرف دار تھے جلدی سے بڑھے، دریافت کیا کہ کوئی تکلیف تو نہیں پہنچی؟ اس کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ خود ہودج کے پاس تشریف لے گئے۔ فرمایا اماں جان کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی؟ اللہ جل شانہ آپ کی غلطی معاف فرمائے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اللہ تعالیٰ تمہاری بھی مغفرت فرمائے۔ (طبری)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لشکر کو شکست ہوئی، امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حکم دیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہودج (اونٹ کے اوپر کا کجاوہ جس میں پردہ کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تشریف رکھتی تھیں) مقتولین کے درمیان سے اٹھالیا جائے اور آپ رضی اللہ عنہا کیلئے خیمہ لگایا جائے اور خود حاضر ہو کر خیریت پوچھی۔ (البدایہ والنہایہ جلد 7 ص: 244)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو سلام کیا انہوں نے بھی مرحبا کہا۔ وہاں ایک عورت صفیہ نامی موجود تھی اس نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو خطاب کر کے کہا تیری اولاد کو بھی اللہ تعالیٰ یتیم کرے جیسا کہ تو نے میری اولاد کو یتیم کیا اس نے دوبارہ یہی الفاظ کہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس کی بات ان سنی کردی اور خاموشی سے تشریف لے آئے، کسی نے عرض کیا امیر المومنین (خاموشی سے گزرے چلے جارہے ہیں) آپ نے سنا نہیں یہ عورت کیا کہہ رہی ہے؟ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہمیں یہ حکم ہے کہ مشرک عورتوں سے بھی تعرض کریں پھر مسلمان عورتوں سے کیونکر درگزر نہ کریں۔

(البدایہ والنہایہ جلد 7 ص: 245,246، فضائل صحابہ ص: 67)

اسی موقع پر ایک شخص نے آکر عرض کیا امیر المؤمنین دو آدمی دروازہ پر کھڑے ہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو برا کہہ رہے ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے قعقاع بن عمرو کو حکم دیا کہ دونوں آدمیوں کو (تعزیراً) سو سو کوڑے لگائیں۔ (حوالہ بالا)

جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روانہ ہونے لگیں تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ان کے قافلہ کیلئے سواریوں کا انتظام کیا اور زاد راہ کھانا پینا و دیگر سامان فراہم کر کے دیا اور بصرہ کی چالیس عورتیں ان کے ساتھ کیں جب عین روانی کا وقت آیا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ خود بنفس نفیس دروازہ پر تشریف لائے اس وقت اور بھی بہت سے افراد موجود تھے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سب کو رخصت کیا اور سب کو دعا دی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ ہمارے درمیان یہ ایک واقعہ پیش آگیا تھا جو اپنوں میں کبھی پیش آجاتا

ہے (ہم ایک دوسرے کی فضیلت کے منکر نہیں ہیں) بلاشبہ یہ دنیا و آخرت میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اہلیہ ہیں۔ پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ ان کے ساتھ بطور مشایعت چند میل تک چلتے رہے اور اپنے لڑکوں کو حکم دیا کہ ان کے ساتھ آج کا دن سفر میں گزاریں۔ (البدایہ والنہایہ جلد 7 ص: 245,246 فضائل صحابہ ص: 68)

یہ تھا مخالفوں کے ساتھ معاملہ اور ان کی عزت افزائی۔ ہم لوگوں کو اپنے کسی حریف پر تسلط حاصل ہو جائے تو ہمارا کیا برتاؤ ہے، کسی مخالف پر غلبہ حاصل ہو جائے تو اس کی جان و مال آبرو کوئی چیز بھی ایسی ہے جس پر ہم رحم کر سکتے ہیں۔ (الاعتدال ص: 230)

حضرت علی بن یاسر رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

حضرت علی بن یاسر رضی اللہ عنہ جو جنگ جمل میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے موقف کے خلاف تھے، ان کے سامنے کسی نے حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں کچھ کہا تو آپ رضی اللہ عنہ نے غصہ کے عالم میں اسے ڈانٹا، چپ ہو جا بھونکنے والے قبیح آدمی، کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبوب زوجہ کو ایذا پہنچانا چاہتا ہے؟ وہ جنت میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ محترمہ رہیں گی۔ انہوں نے امن کی راہ اختیار کی اور ہمیں معلوم ہے کہ وہ دنیا و آخرت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبوب زوجہ ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعہ ہمارا امتحان لیا کہ ہم ان کی اطاعت کرتے ہیں یا خدا کی۔ (کنز العمال ص: 166 حیات الصحابہ جلد 3 ص: 14)

اس سے بلند نمونہ ادب اور کیا ہو سکتا ہے؟ جو ایسے انسانوں نے پیش کیا جن کے درمیان مشیت خداوندی سے آپس میں شمشیر زنی اور نیزہ بازی ہو چکی تھی لیکن جو نور انہوں نے شمع نبوت سے پایا تھا وہ ان کے دلوں میں جگمگا تا رہا جس سے کینہ اور بغض و حسد کی ظلمتیں ان کے قریب نہ آ سکیں اور ادب و اختلاف کی اتنی عظیم الشان مثالیں انہوں نے پیش فرما دیں۔ فالحمد للہ (اسلام میں اختلاف کے اصول و آداب)

(بحوالہ: اسلاف کی باہمی محبت کے حیرت انگیز واقعات۔ ص: 165 تا 172)

حضرت عمر فاروق اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما

شیخ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ان دونوں حضرات کے درمیان سو مختلف فیہ مسائل تھے اور ان میں سے چار کا ذکر بھی کیا ہے۔

ان اختلافات کے باوجود ان دونوں حضرات کی باہمی محبت و یگانگت اور عزت و احترام میں کوئی کمی نہیں آئی۔

(اسلام میں اختلاف کے اصول و آداب بحوالہ اعلام الموقعین جلد 2 ص:218)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس ایک روز دو آدمی آئے، ان میں سے ایک نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور دوسرے نے کسی صحابی رضی اللہ عنہ سے قرآن حکیم پڑھا تھا۔ پہلے شخص نے آپ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ مجھے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے پڑھایا ہے یہ سن کر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ رو پڑے۔ ان کا دامن آنسوؤں سے تر ہو گیا اور فرمایا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تمہیں جس طرح پڑھایا ہے اسی طرح پڑھ کر مجھے سناؤ۔ وہ اسلام کا ایک مضبوط قلعہ تھے۔۔ آپ رضی اللہ عنہ کے انتقال سے وہ قلعہ ٹوٹ کر بکھر گیا۔ (الاحکام جلد 6 ص 61)

حضرت ابن عباس اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا بعض مسائل میں اختلاف تھا اور سخت اختلاف تھا لیکن اس کے باوجود ان کا حسن کردار یہ تھا۔ ایک بار حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے تشریف لاتے ہوئے دیکھا تو ان کی سواری کی رکاب تھام لی اور ساتھ ساتھ چلنے لگے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے فرزند عم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ چھوڑ کر ہٹ جائیں اور ایسا نہ کریں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے جواب فرمایا: ہمیں یہی سکھایا گیا ہے کہ اپنے علماء اور بڑوں کے ساتھ ایسا ہی کریں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ہاتھ آگے کیا جسے حضرت زید رضی اللہ عنہ نے فوراً چوم لیا اور فرمایا: ہم کو اہل بیت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایسا ہی کرنے کا حکم اور تعلیم دی گئی ہے۔ (کنز العمال جلد 7 ص: 37 حیات الصحابہ جلد 3 ص: 3 بحوالہ اسلام میں اختلاف کے اصول وآداب)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اپنے قاتل کیساتھ حسن سلوک

ابولوءٔ جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قاتل ہے نصرانی غلام تھا۔ اس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زندگی ہی میں ان کو اشارہ سے قتل کی دھمکی دی تھی، حتیٰ کہ کچھ عرصہ کے بعد قتل ہی کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خود فرمایا کہ اس نے اس وقت مجھے قتل کی دھمکی دی ہے لیکن اسکے باوجود کیا کوئی انتقام اس سے لیا بلکہ اس کے بالمقابل اس کے ساتھ احسان کا ارادہ تھا جو کتب احادیث اور تاریخ میں مشہور ہے۔ اور اس کی عداوت کا یہ حال تھا کہ جب نہاوند قیدی پکڑ کر لائے گئے تو ایک ایک کے سر پر ہاتھ پھیرتا تھا اور کہتا تھا کہ ''اکل عمر کبدی'' عمر نے میرا جگر کھالیا۔ (اشاعۃ)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا اپنے قاتل کیساتھ سلوک

ابن ملجم حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قاتل ایک مرتبہ کسی اپنی حاجت کو لے کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ کرم اللہ وجہہ نے اس کی حاجت پوری فرمادی اور ارشاد فرمایا کہ یہ میرا قاتل ہے۔ کسی نے عرض کیا اس کو آپ قتل کیوں نہیں کرادیتے؟ آپ کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ''فمن یقتلنی'' پھر مجھے کون قتل کرے گا؟ (اشاعۃ)

ایک روایت میں ہے کہ ابھی تو اس نے قتل نہیں کیا (تو پہلے سے قصاص کیسے ہوسکتا ہے) جب اس شقی نے آپ کرم اللہ وجہہ پر حملہ کر دیا اور پکڑا گیا تو آپ کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ ابھی قتل نہ کرنا قید میں رکھنا ''**واطیعو اطعامو الینوفراشہ**'' اور کھانے کو اچھا دینا اور بستر ہ نرم دینا۔ اگر میں اس حملہ سے مر گیا تو قصاص میں قتل کر دینا اور اچھا ہو گیا تو میں اپنے معاملہ کا مختار ہوں چاہے معاف کر دوں یا بدلہ لوں۔ (خمیس) (الاعتدال ص: 235)

دشمنوں کے ساتھ ان پاک نفوس کا جو برتاؤ تھا وہ ہمارا دوستوں سے بھی نہیں پھر امید باندھے بیٹھے ہیں کہ اسلام کا نام زبان پر رٹیں اور ثمرات وہی حاصل ہوں جو ان کو حاصل تھے (فالی اللہ المشتکی)۔ (الاعتدال)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا اپنے قاتل کیساتھ سلوک

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو جب زہر پلایا گیا اور جب وصال ہونے لگا تو لوگوں نے دریافت کیا آپ رضی اللہ عنہ کو معلوم ہے کہ کس نے زہر دیا ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ واللہ میں ہرگز نہ بتاؤں گا کہ کس نے پلایا ہے۔ اگر وہی ہے جس کو میں سمجھتا ہوں تو اللہ جل شانہ کا انتقام بہت کافی ہے اور اگر وہ نہیں ہے تو میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے کسی بے گناہ کو مارا جائے۔ (خمیس)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ پر زہر کے اثر کا غلبہ ہوا تو اپنے بھائی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا اور اس کی اجازت منگوائی کہ میں ان کے گھر میں اپنے نانا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب دفن ہوں؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے باوجود اس ساری لڑائی کے بخوشی اس کو قبول فرمایا۔ اس کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ شاید میری زندگی میں میری شرم ولحاظ کی وجہ سے اجازت دے دی ہو، میرے انتقال کے بعد دوبارہ اجازت لے لینا۔ اگر وہ بخوشی اجازت دے دیں تو وہاں دفن کر دینا ورنہ عام قبرستان میں دفن کر دینا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے بھائی کے انتقال کے بعد دوبارہ اجازت چاہی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ''نعمو کرامۃ'' ہاں ہاں بڑے اکرام کے ساتھ۔

یہ ہے مسلمانوں کے اسلاف کی لڑائی اور آپس کی مخالفت۔

(بحوالہ: اسلاف کی باہمی محبت کے حیرت انگیز واقعات۔ ص:175 تا 178)

ooo

امام شافعیؒ کا امام ابوحنیفہؒ کے وسیلہ سے برکت حاصل کرنا

خطیب بغدادی اور موفق نے علی بن میمون (جو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے اجل تلامذہ میں سے ہیں) سے یہ روایت نقل کی ہے کہ میں نے خود اپنے کانوں سے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ”میں ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے وسیلہ سے برکت حاصل کرتا ہوں، ہر روز ان کی قبر کی زیارت کو جاتا ہوں جب کوئی حاجت پیش آتی ہے تو دو رکعت نماز پڑھ کر ان کی قبر کے پاس اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں تو دعا کے بعد مراد بر آنے میں دیر نہیں لگتی“۔ (امام اعظم ابوحنیفہؒ کے حیرت انگیز واقعات۔ ص:255)

امام مالکؒ کا موطا پر لازمی عمل کرانے کی مخالفت

ائمہ میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اہل مدینہ کی روایت کردہ احادیث کے سلسلہ میں سب سے زیادہ ثقہ اور صحیح اسناد سمجھے جاتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فیصلوں اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ و حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا و فقہاء سبع رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اقوال کے سب سے بڑے عالم بھی تھے۔ آپ کے ذریعہ اور آپ ہی جیسے دوسرے ائمہ سے علم روایت و فتویٰ کی بنیاد مضبوط ہوئی۔ آپ نے حدیث و افتاء کی بیش بہا خدمت کی اور موطا جیسی گرانقدر کتاب تالیف فرمائی۔ جس میں اہل حجاز کی قوی احادیث اور مستند اقوال صحابہ و فتاویٰ تابعین رحمھم اللہ جمع کر دیئے اور اسکے بہترین فقہی ابواب قائم فرمائے۔ یہ موطا آپ کی چالیس سالہ جانفشانیوں کا ثمرہ ہے۔ ستر معاصر علماء حجاز نے بھی اس کی تائید و موافقت فرمائی۔ اس کے باوجود منصور نے جب اس کے چند نسخے کرا کے دوسرے شہروں اور ملکوں میں بھیجنے کا ارادہ کیا تا کہ لوگ اس فقہ پر عمل کریں اور پیدا شدہ اختلافات ختم ہو جائیں تو سب سے پہلے آپ نے اس خیال کی مخالفت فرمائی اور فرمایا امیر المومنین آپ ایسا نہ کریں لوگوں تک بہت سی باتیں اور احادیث و روایات پہنچ چکی ہیں اور ہر جگہ کے لوگ ان میں سے کچھ اپنا چکے ہیں جس سے خود ہی اختلاف رونما ہو چکا ہے اور اب اس اقدام سے مزید

اختلافات پیدا ہوجائیں گے۔ اس لئے انہوں نے اپنے لئے جو اختیار کرلیا ہے اس پر انہیں آپ چھوڑ دیں، خلیفہ منصور نے یہ سن کر کہا ”ابوعبداللہ آپ کو اللہ اور توفیق بخشے“۔ (اسلام میں اختلاف کے اصول وآداب بحوالہ حجۃ اللہ البالغہ ص:335)

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ

مسالک ائمہ کا جو ہم نے جائزہ لیا ہے اور ہر ایک کے اصول وضوابط میں جو فرق ہے اس میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان کافی اختلاف ہے اور دونوں میں عمر کا بھی تفاوت ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے پندرہ برس بڑے ہیں اس کے باوجود ایک دوسرے کے احترام میں کوئی چیز مانع نہ ہوسکی اور فقہ میں اختلاف مناہج ہوتے ہوئے بھی ادب کا پہلو ہی غالب رہا۔ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ ”المدارک“ میں فرماتے ہیں: امام لیث بن سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا ایک روز میں نے مدینہ طیبہ میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کی اور فرمایا کہ میں دیکھ رہا ہوں آپ اپنی پیشانی سے پسینہ پونچھ رہے ہیں، انہوں نے فرمایا: ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ علیہ) سے گفتگو کرکے پسینہ پسینہ ہوگیا۔ اے مصری! وہ واقعی فقیہ ہیں۔

امام لیث مصری رحمہ اللہ نے فرمایا اس کے بعد میں نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کرکے کہا اس شخص (امام مالک رحمۃ اللہ علیہ) نے آپ کے بارے میں کتنی اچھی بات کہی۔ تو آپ نے فرمایا صحیح جواب اور بھرپور تنقید میں ان سے تیز خاطر آدمی میں نے نہیں دیکھا۔ (اسلام میں اختلاف کے اصول وآداب بحوالہ الانتقاء)

اسماعیل بن فدیک فرماتے ہیں کہ میں نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا کہ وہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں تھامے ہوئے ہیں اور دونوں اکٹھے چل رہے ہیں اور باہمی گفتگو بھی جاری ہے حتیٰ کہ جب دونوں مسجد کے دروازہ پر پہنچ گئے تو میں نے دیکھا کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا

احترام کرتے ہوئے انہیں مسجد میں داخل ہوتے وقت آگے کیا اور خود پیچھے داخل ہوئے۔ (امام اعظم ابوحنیفہ کے حیرت انگیز واقعات۔ص:253)

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ

دونوں حضرات امام ہیں اور فقہی مسائل میں دونوں کے درمیان کافی اختلاف ہے۔ اس کے باوجود حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ میرے استاد ہیں، ان سے میں نے علم حاصل کیا، علماء کا جب ذکر کیا جائے تو وہ ستارے ہیں، میرے نزدیک ان سے زیادہ کوئی قابل اطمینان نہیں۔

اور یہ بھی فرماتے ہیں: جب امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے پاس سے حدیث آئے تو اسے مضبوطی سے تھام لو، ان کو جب حدیث میں شک ہوتا تو اسے مکمل چھوڑ دیتے۔ (ایضاً)

(بحوالہ: اسلاف کی باہمی محبت کے حیرت انگیز واقعات۔ص:182 تا 187)

قول امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ

خیرات الحسان میں لکھا ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ عقیل کوئی آدمی پیدا نہیں ہوا۔

(بحوالہ: اسلاف کی باہمی محبت کے حیرت انگیز واقعات۔ص:192)

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ

عبداللہ بن امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے ایک روز فرمایا والد محترم! شافعی کون شخص ہیں؟ میں دیکھتا ہوں کہ آپ ان کیلئے بہت دعائیں کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا بیٹے! شافعی پر اللہ کی رحمتیں ہوں کہ وہ اس دنیا کیلئے آفتاب اور انسانوں کیلئے باعث خیر و برکت تھے کیا۔ ان دونوں چیزوں کا عوض اور وارث ہوسکتا ہے؟

اور ایک روز صالح بن امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یحییٰ بن معین نے اپنی ایک ملاقات میں مجھ سے کہا کیا آپ کے والد شرماتے نہیں وہ کیا کررہے ہیں؟ میں نے کہا کیا بات ہے؟ تب انہوں نے کہا میں نے انہیں امام شافعی کے ساتھ دیکھا ہے

کہ وہ سوار ہیں اور یہ ان کی سواری کی لگام پکڑے ہوئے پیدل چل رہے ہیں۔ یہ بات سن کر میں نے والد صاحب سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا ان سے جب ملاقات ہو تو کہنا میرے باپ کہہ رہے تھے اگر فقہ حاصل کرنا چاہتے ہو تو آؤ اور دوسری طرف سے ان کی رکاب تھام لو۔ (ایضاً)

ابوحمید احمد بصری نے کہا میں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے ایک مسئلہ پر مذاکرہ کر رہا تھا ایک شخص نے آپ سے کہا اے ابوعبداللہ! اس میں حدیث صحیح نہیں۔ آپ نے فرمایا اگرچہ اس میں حدیث صحیح نہیں مگر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اس سلسلہ میں یہی کہتے ہیں اور اس میں آپ کی حجت سب سے قوی ہے۔ امام احمد نے کہا میں نے شافعی سے پوچھا کہ فلاں فلاں مسئلہ میں آپ کیا کہتے ہیں؟ انہوں نے ان کے جوابات دیئے۔ میں نے کہا اس کا ماخذ کیا ہے؟ کوئی آیت یا حدیث ہے؟ کہا ہاں! پھر ایک حدیث دکھائی۔ (آداب الشافعی ومناقبہ ص: 86,87)

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے تھے، جب مجھ سے کوئی ایسا مسئلہ پوچھا جاتا جس میں کسی حدیث کا مجھے علم نہ ہو تو کہہ دیتا شافعی رحمۃ اللہ علیہ یہ کہتے ہیں کیونکہ وہ قریش کے امام عالم ہیں۔ (حاشیہ آداب الشافعی ومناقبہ۔ ص: 86)

داؤد بن علی اصبہانی رحمہ اللہ کہتے ہیں میں نے اسحق بن راہویہ رحمہ اللہ کو یہ کہتے ہوئے سنا مجھ سے مکہ مکرمہ میں احمد بن حنبل رحمہ اللہ ملے اور کہا آیئے میں آپ کو ایک ایسا آدمی دکھاؤں کہ آپ کی آنکھوں نے ایسا آدمی نہ دیکھا ہوگا۔ اس کے بعد انہوں نے امام شافعی رحمہ اللہ کو دکھایا۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی یہ رائے تھی اور اگر شاگرد اپنے استاد کا گرویدہ اور اس کے فضل وکمال کا معترف و مداح ہو تو کوئی جائے تعجب نہیں لیکن اس نسبت تلمذ کے باوجود خود امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی فضیلت اور علم سنت کا اعتراف کرتے تھے اور ان کو مخاطب کرتے

ہوئے ایک بار فرمایا تم لوگ حدیث ورجال کے مجھ سے بڑے عالم ہو، حدیث جب صحیح ہوتو مجھے بتاؤ خواہ وہ کوفی ہو، بصری ہو، شامی ہو، اگر صحیح ہوگی تو میں اختیار کرلوں گا۔ (الانتقاء ص:75)

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ جب امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت بیان کرتے ہیں تو تعظیماً ان کا نام نہ لیتے بلکہ کہتے ''حدثنا الثقة من اصحابنا، وانبانا الثقة، واخبرنا الثقة'' (مناسب الامام احمد بن الجوزی ص:116)

اس سرسری جائزہ اور طائرانہ نظر ہی سے واضح ہوجاتا ہے کہ اسلاف کس ادب عالی اور اخلاق فاضلہ کے حامل تھے جن پر اختلاف اجتہاد کا کوئی مضر اثر نہیں ہوا کرتا تھا۔

یہ گرانقدر آداب ان شخصیتوں کے ہیں جنہوں نے درسگاہ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منسلک ہوکر تکمیل علوم کی، اس لئے نفسانیت ان پر کہیں غلبہ نہ پاسکی۔ ان ائمہ کرام رحمہم اللہ کے بلند کردار، لطیف علمی مباحث، جن پر آداب رفیع اور اسلامی اخلاق کا سایہ فگن رہا، ان کے بے شمار نمونوں سے طبقات وتراجم، فضائل ومناقب اور تاریخ کی کتابیں بھری ہوئی ہیں۔

آج جبکہ ہمارے سبھی مسائل ومعاملات اختلاف وانتشار کا شکار ہیں، ایسے نازک دور میں ہمیں سکون قلب کیلئے اسی شجر سایہ دار کا سہارا لینا چاہیے اور انہی مبارک آداب واخلاق سے اپنے آپ کو آراستہ کرلینا چاہیے جنہیں اسلاف کرام ہمارے لئے چھوڑ گئے۔ اسلام کی نشاۃ ثانیہ کیلئے سنجیدہ کوشش کا صرف یہی ایک ذریعہ ہے۔

(اسلام میں اختلاف کے اصول وآداب ص:124)

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے عفووکرم کا عجیب واقعہ

ایک روز ظہر کی نماز کے بعد گھر تشریف لے گئے، بالاخانے پر آپ کا گھر تھا جاکر آرام کرنے کیلئے بستر پر لیٹ گئے، اتنے میں کسی نے دروازے پر نیچے دستک دی۔ آپ اندازہ کیجئے جو شخص ساری رات کا جاگا ہوا ہو، اور سارا دن مصروف رہا ہو، اس

www.ubqari.org www.ubqari.org

وقت اس کی کیا کیفیت ہوگی، ایسے وقت کوئی آجائے تو انسان کو کتنا ناگوار ہوتا ہے کہ یہ شخص ایسے وقت آ گیا لیکن امام صاحب اٹھے زینے سے نیچے اترے، دروازہ کھولا تو دیکھا کہ ایک صاحب کھڑے ہیں امام صاحب نے اس سے پوچھا کہ کیسے آنا ہوا؟

اس نے کہا کہ ایک مسئلہ معلوم کرنا ہے دیکھئے، اول تو امام صاحب جب مسائل بتانے کیلئے بیٹھے تھے وہاں آکر تو مسئلہ پوچھا نہیں اب بے وقت پریشان کرنے کیلئے یہاں آ گئے لیکن امام صاحب نے اس کو کچھ نہیں کہا بلکہ فرمایا کہ اچھا بھائی کیا مسئلہ معلوم کرنا ہے؟

اس نے کہا کہ میں کیا بتاؤں جب میں آ رہا تھا تو اس وقت مجھے یاد تھا کہ کیا مسئلہ معلوم کرنا ہے لیکن اب میں بھول گیا۔ یاد نہیں رہا کہ کیا مسئلہ پوچھنا تھا۔ امام صاحب نے فرمایا کہ اچھا جب یاد آجائے تو پوچھ لینا، آپ نے اس کو برا بھلا نہیں کہا نہ اس کو ڈانٹا ڈپٹا، بلکہ خاموشی سے واپس اوپر چلے گئے۔ ابھی جا کر بستر پر لیٹے ہی تھے کہ دوبارہ دروازے پر دستک ہوئی، آپ پھر اٹھ کر نیچے تشریف لائے اور دروازہ کھولا تو دیکھا کہ وہی شخص کھڑا ہے۔ آپ نے پوچھا کیا بات ہے؟

اس نے کہا کہ حضرت! وہ مسئلہ مجھے یاد آ گیا تھا، آپ نے فرمایا پوچھ لو۔ اس نے کہا کہ ابھی تک تو یاد تھا مگر جب آدھی سیڑھی تک پہنچے تو میں وہ مسئلہ بھول گیا۔ اگر ایک عام آدمی ہوتا تو اس وقت تک اس کے اشتعال کا کیا عالم ہوتا مگر امام صاحب اپنے نفس کو مٹا چکے تھے۔ امام صاحب نے فرمایا اچھا بھئی جب یاد آجائے پوچھ لینا۔ یہ کہہ کر آپ واپس چلے گئے اور جا کر بستر پر لیٹ گئے۔ ابھی لیٹے ہی تھے کہ دوبارہ پھر دروازے پر دستک ہوئی، آپ پھر نیچے تشریف لائے، دروازہ کھولا تو دیکھا کہ وہی شخص کھڑا ہے، اس شخص نے کہا کہ حضرت! وہ مسئلہ یاد آ گیا، امام صاحب نے پوچھا کیا مسئلہ ہے؟

اس نے کہا کہ یہ مسئلہ معلوم کرنا ہے کہ انسان کی نجاست (پاخانہ) کا ذائقہ کڑوا ہوتا ہے یا میٹھا ہوتا ہے؟ (العیاذ باللہ یہ بھی کوئی مسئلہ ہے)

اگر کوئی دوسرا آدمی ہوتا اور وہ اب تک ضبط بھی کر رہا ہوتا تو اب اس سوال کے بعد تو اس کے ضبط کا پیمانہ لبریز ہو جاتا لیکن امام صاحب نے بہت اطمینان سے جواب دیا کہ اگر انسان کی نجاست تازہ ہو تو اس میں کچھ مٹھاس ہوتی ہے اور اگر سوکھ جائے تو کڑواہٹ پیدا ہو جاتی ہے، پھر وہ شخص کہنے لگا کہ کیا آپ نے چکھ کر دیکھا ہے؟

(العیاذ باللہ) حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہر چیز کا علم چکھ کر حاصل نہیں کیا جاتا۔ بلکہ بعض چیزوں کا علم عقل سے حاصل کیا جاتا ہے اور عقل سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تازہ نجاست پر مکھی بیٹھتی ہے خشک پر نہیں بیٹھتی۔ اس سے پتہ چلا کہ دونوں میں فرق ہے ورنہ مکھی دونوں پر بیٹھتی۔

جب امام صاحب نے یہ جواب دے دیا تو اس شخص نے کہا امام صاحب! میں آپ کے سامنے ہاتھ جوڑتا ہوں مجھے معاف کیجئے گا کہ میں نے آپ کو بہت ستایا لیکن آج آپ نے مجھے ہرا دیا۔ امام صاحب نے فرمایا کہ میں نے کیسے ہرا دیا؟

اس شخص نے کہا کہ ایک دوست سے میری بحث ہو رہی تھی میرا یہ کہنا تھا کہ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ علماء کے اندر سب سے زیادہ بردبار ہیں اور وہ غصہ نہ کرنے والے بزرگ ہیں اور میرے دوست کا یہ کہنا تھا کہ سب سے بردبار اور غصہ نہ کرنے والے بزرگ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ہم دونوں کے درمیان بحث ہو گئی اور اب ہم نے جانچنے کیلئے یہ طریقہ سوچا تھا کہ میں اس وقت آپ کے گھر پر آؤں جو آپ کے آرام کا وقت ہوتا ہے اور اس طرح دو تین مرتبہ آپ کو اوپر نیچے دوڑاؤں اور پھر آپ سے ایسا بے ہودہ سوال کروں اور یہ دیکھوں کہ آپ غصہ ہوتے ہیں یا نہیں؟

میں نے کہا کہ اگر غصہ ہو گئے تو میں جیت جاؤں گا اور اگر غصہ نہ ہوئے تم جیت گئے لیکن آج آپ نے مجھے ہرا دیا اور واقعہ یہ ہے کہ میں نے اس روئے زمین پر ایسا حلیم انسان جس کو غصہ چھو کر بھی نہ گزرا ہو۔ آپ کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں دیکھا۔

اس سے اندازہ لگائیے کہ آپ کا کیا مقام تھا، اس پر ملائکہ کو رشک نہ آئے تو کس پر

آئے۔ انہوں نے اپنے نفس کو بالکل مٹا ہی دیا تھا۔ (اصلاحی خطبات ج 8)

(بحوالہ: اسلاف کی باہمی محبت کے حیرت انگیز واقعات۔ ص:195 تا 199)

شاہ محمد اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی حکیمانہ باتیں

ایک مرتبہ ایک شخص نے مجمع عام میں مولانا اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ مولانا میں نے سنا ہے کہ آپ حرامزادے ہیں۔ شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے بہت متانت اور نرمی سے فرمایا تم سے کسی نے غلط کہا ہے۔ شریعت کا قاعدہ ہے ''الولد للفراش'' سو میرے والدین کے نکاح کے گواہ اب تک موجود ہیں ایسی باتوں کا یقین نہیں کیا کرتے وہ شخص پاؤں پر گر پڑا اور کہا کہ مولانا میں نے امتحاناً ایسا کیا تھا مجھے معلوم ہو گیا کہ آپ کی تیزی سب اللہ کے واسطے ہے۔

(بحوالہ: اسلاف کی باہمی محبت کے حیرت انگیز واقعات۔ ص:211-210)

حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کا حکیمانہ طرز عمل

ایک شخص حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں مہمان ہوا، وہ کسی مہلک مرض میں مبتلا تھا جس کی وجہ سے وہ ہڈیوں کا ڈھانچہ نظر آتا تھا آپ نے اس کی خوب مہمان نوازی کی وہ اس کا بہت خیال رکھتے تھے۔ وہ شخص بیمار تو تھا ہی، زبان کا بھی برا تھا۔ عجیب سا مزاج پایا تھا اس نے، سارا دن ہائے ہائے کرتا خود آرام کرتا نہ دوسروں کی راحت کی پروا۔ گھر والے اس کی اس حرکت کی وجہ سے بڑے ناراض اور تنگ تھے۔

ان تمام باتوں کے باوجود حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ دن رات اس کی خدمت میں لگے رہے وہ اس کی چھوٹی سے چھوٹی ضرورت کا خیال رکھتے تھے۔ مشقت اور بے آرامی کی وجہ سے خود بھی قدرے کمزور ہو گئے تھے۔ ایک رات جو سوئے تو کسی چیز کا ہوش نہ رہا مہمان نے انہیں بار بار پکارا لیکن بے سود ان کی آنکھ نہ کھلی یہ دیکھ کر وہ بدمزاج اور بدکلام شخص چلانے لگا ''بڑا درویش بنا پھرتا ہے خدا ایسے صوفیوں کو غارت کرے، خدمت خلق اور پارسائی کے کیسے کیسے دعوے کرتے ہیں، یہ

فقیری کا ڈھونگ رچانے والے لوگ دنیا کو کتنی آسانی سے دھوکہ دے دیتے ہیں، غضب خدا کا میں بستر مرگ پر پڑا ہوں اور یہ حضرت خواب راحت کے مزے لوٹ رہے ہیں''۔

اس کی باتیں سن کر حضرت کی آنکھ کھل گئی لیکن انہوں نے کسی ردعمل کا اظہار نہ کیا ان کی بیوی بھی مہمان کی یہ کڑوی کسیلی باتیں سن رہی تھیں۔ اگلی صبح حضرت معروفؒ سے کہنے لگیں ''یہ آپ نے کس مصیبت کو گھر بٹھا رکھا ہے ایسے ناشکرے لوگوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا کسی طور مناسب معلوم نہیں ہوتا ہے اللہ کیلئے، اسے گھر سے نکال باہر کریں اور اپنے رحم و کرم کو یوں ضائع مت کیجئے''۔

حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی بیوی کی باتیں توجہ سے سنیں اور فرمایا:

اس نے جو کہا بیماری کی کیفیت میں کہا، غریب آدمی ہے، مجبور ہے اس نے جو کیا سو کیا مصیبت زدہ کی بات کو توجہ سے سننا میرا فرض ہے کسی کی بدمزاجی کے جواب میں خوش اخلاقی سے کام لینا ہی انسانیت ہے اور یہی ہمارے دین کی تعلیم ہے۔ ان کا جواب سن کر بیوی خاموش ہوگئیں۔

حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کو دنیا سے رخصت ہوئے صدیاں بیت گئی ہیں مگر ان کا نام آج بھی زندہ جاوید ہے۔ (از کتاب مختصر پر اثر)

(بحوالہ: اسلاف کی باہمی محبت کے حیرت انگیز واقعات۔ ص:214)

حضرت حکیم الامت نوراللہ مرقدہ کا طرزِ عمل

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ ایک مدت دراز سے مجھ پر عنایت فرماؤں کی طرف سے بے جا اعتراضوں کی بوچھاڑ ہے جس میں سے اکثر کا سبب تعصب اور تخرب ہے۔ جس کے جواب کی طرف احقر نے اسلئے التفات نہیں کیا کہ میں نے ان اعتراضوں کو قابل التفات نہیں سمجھا۔ نیز یہ بھی خیال ہوا کہ آج کل جواب دینا قاطع اعتراضات نہیں ہوتا بلکہ اور زیادہ مطول کلام ہوجاتا ہے تو وقت بھی

ضائع ہوا اور غایت بھی حاصل نہیں ہوئی تیسرے مجھ کو اس سے زیادہ اہم کام اس کثرت سے رہے کہ اس کام کیلئے مجھ کو وقت بھی نہیں مل سکتا تھا۔ چوتھے میں نے جہاں تک دل کو ٹٹولا۔ ایسے اعتراضوں کے جواب دینے میں نیت اچھی نہیں پائی، میں اہل خلوص کو کہتا نہیں مگر مجھ جیسے مغلوب النفس کی نیت تو زیادہ یہی ہوتی ہے کہ جواب نہ دینے میں معتقدین کم ہو جائیں گے، شان میں فرق آ جائے گا، جس کا حاصل ارضاء عوام ہے، سو طبعاً مجھ کو اس مقصود دار رضا عوام سے غیرت آتی ہے۔

(آپ بیتی نمبر 6 ص:309 بحوالہ خوان خلیل ص:32)

اشرف السوانح میں حضرت حکیم الامت نور اللہ مرقدہ پر معترضین کی بھرمار، بوچھاڑ کے ذیل میں لکھا ہے کہ حضرت والا نے اپنے معترضین کے مقابلہ میں بھی کبھی رد کی کوشش نہیں فرمائی بلکہ ان کے اعتراضوں پر بھی بالخصوص جہاں مظنہ نیک نیتی کا تھا اس نیت سے نظر فرمائی کہ اگر ان اعتراضات میں کوئی امر واقعی قابل قبول ہو تو اس کو قبول کر کے اس پر عمل کیا جائے۔ (اشرف السوانح جلد 2 ص:63)

اشرف السوانح میں دوسری جگہ لکھا ہے کہ حضرت والا پر اگر کوئی کسی قسم کا اعتراض کرتا ہے تو اس سے اپنا تبریہ فرمانے کی ہرگز کوشش نہیں کرتے بلکہ اگر وہ اعتراض علمی رنگ کا ہوتا ہے اور قابل قبول ہوتا ہے تو اس کو قبول فرما کر اپنی تحقیق سابق سے بلا تامل رجوع فرما لیتے ہیں اور ترجیح الراجح میں اپنا رجوع شائع فرما دیتے ہیں۔ یہ معاملہ تو علمی رنگ کے اعتراضات کے ساتھ فرماتے ہیں اور اگر اعتراض معاندانہ رنگ کا ہوتا ہے تو اس کی مطلق پرواہ نہیں فرماتے، چنانچہ اگر ایسا اعتراض بذریعہ جوابی خط کے موصول ہوتا ہے تو بجائے اپنے تبریہ فرمانے کے نہایت استغناء کا جواب تحریر فرما دیتے ہیں اور ایسے عنوان سے کہ معترض پر ظاہر ہو جائے کہ اس کے اعتراض کو بالکل لغو اور غیر قابل التفات سمجھا گیا۔ مثلاً ایک شخص کو جس نے واہی تباہی اعتراضات لکھ کر بھیجے تھے تحریر فرما دیا کہ مجھ میں اس سے زیادہ عیوب ہیں، مگر مجھے تو

اپنے عیوب کی اشاعت کی توفیق نہیں ہوتی تم ان کو مشتہر کر دو تا کہ لوگ دھوکہ میں نہ رہیں۔ (آپ بیتی نمبر 6 ص:1310 اشرف السوانح ص:154)

حضرت مولانا خلیل احمد اور مولانا محمد یحییٰ رحمہم اللہ کا اختلاف رائے

قطب الاقطاب حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: ''میرے والد صاحب قدس سرہ اور میرے حضرت قدس سرہ کے درمیان میں متعدد مسائل میں اختلاف تھا مگر چونکہ مجادلہ اور مخالفت نہیں تھی اس لئے عوام تو عوام، خواص کو بھی اس کی ہوا نہیں لگتی تھی، ان میں سے ایک مسئلہ مثال کے طور پر لکھتا ہوں قربانی کے جانور میں دو تین شرکاء اگر ایک حصہ مشترک نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کرنا چاہیں بشرطیکہ خود ان کے حصے اپنے بھی اس جانور میں ہوں، یہ صورت میرے والد صاحب کے نزدیک جائز تھی اور میرے حضرت کے نزدیک ناجائز، میرے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اوپر رہتے تھے اور حضرت قدس سرہ کا قیام نیچے ہوتا تھا۔ قربانی کے زمانہ میں متعدد لوگوں کو میں نے دیکھا کہ وہ مسئلہ حضرت کے پاس پوچھنے آئے تو میرے حضرت یوں فرما دیا کرتے تھے کہ میرے نزدیک تو ناجائز ہے مولانا یحییٰ کے نزدیک جائز ہے۔ تو اوپر جا کر ان سے مسئلہ پوچھ لے، وہ تجھے اجازت دے دیں گے تو اس پر عمل کر لینا۔ اسکے بعد میرے نزدیک یہ صورت جائز ہے اور ہمارے مدرسہ کے مفتی سابق (مفتی سعید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ) اور سابق ناظم مولانا عبد اللطیف صاحب قدس سرہ کے مسلک کے مطابق ناجائز بتاتے تھے اور ہر ایک کا فتویٰ ایک دوسرے کو معلوم تھا۔ میں نے ان دونوں حضرات سے گفتگو بھی کی انہوں نے میری نہیں مانی، میں نے ان کی نہیں مانی مگر نہ کبھی اشتہار بازی ہوئی نہ جنگ وجدال ہوا۔ (آپ بیتی نمبر 4 ص:94)

مرشد اور مرید کا اختلاف رائے

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ اپنا واقعہ بھی بیان فرماتے ہیں ''خود میرے ساتھ یہ

واقعہ پیش آیا کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے اخیر رمضان المبارک میں شعبان کے چاند کی گڑبڑ سے یہ بحث شروع ہوئی کہ آج مطلع صاف ہے۔ تیس روز پورے ہوجانے کے بعد اگر شام کو رویت نہ ہوئی تو کل روزہ رکھنا چاہیے یا نہیں؟ حضرت کا ارشاد مبارک تھا کہ شعبان کے چاند میں شہادت پر مدار تھا۔

بعض وجوہ سے شرعی حجت نہ تھی اس لئے روزہ ہے اور میرا ناقص خیال تھا کہ وہ شرعی حجت سے صحیح تھی اس لئے کل کا روزہ نہیں ہے۔ دن بھر بحث رہی شام کو چاند نظر نہ آیا۔ حضرت نے طے فرمادیا کہ میں روزہ رکھوں گا۔ میں نے عرض کیا میرے لئے کیا ارشاد ہے؟ فرمایا کہ میرے اتباع کی ضرورت نہیں۔ سمجھ میں آگیا ہو تو روزہ رکھو ورنہ نہیں۔ بالآخر حضرت کا روزہ تھا میرا افطار، حضرت کے خدام میں اور بھی متعدد ایسے تھے جنہوں نے افطار کیا اور متعدد نے روزہ رکھا حضرت نے ان سے دریافت بھی نہ فرمایا کہ تم نے افطار کیوں کیا؟ گو مجھے اب تک قلق ہے کہ میں نے اپنی سمجھ کو حضرت کی رائے کے مقابلہ میں کیوں قابل اعتناء سمجھا مگر حضرت نے ذرا بھی اشارۃً کنایۃً کچھ بھی نہیں فرمایا بلکہ تصویب ہی فرمائی۔ (الاعتدال ص:209)

اختلاف کے باوجود محبت کی اعلیٰ مثال

حضرت شیخ المشائخ مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہ تحریر فرماتے ہیں ”مسلم لیگ کانگریس کے دور میں بھی یعنی تقسیم سے پہلے میرے حضرت مدنی شیخ الاسلام قدس سرہ تو کانگریس کی حمایت میں جتنے زوروں پر تھے سبھی کو آج معلوم ہے اور اس کے مقابل حضرت تھانوی قدس سرہ اس کی مخالفت اور حضرت کے اتباع میں مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی شیخ الاسلام پاکستان مسلم لیگ کی حمایت میں حضرت مدنی سے کم نہیں تھے۔ منبروں پر، جلسوں میں، اشتہارات میں ایک دوسرے کی تردید کیا کرتے تھے دونوں اکابر میرے مہمان ہوا کرتے تھے لیکن مولانا ظفر احمد صاحب کی جب تشریف آوری ہوتی تھی تو دو تین دن قیام ہوتا

تھا اور حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی تشریف آوری منٹوں اور گھنٹوں کی ہوا کرتی تھی۔ ایک مرتبہ اسی دور میں مولانا ظفر احمد صاحب زادمجدہم ودام ظلہم تشریف فرما تھے، دو تین دن سے آئے ہوئے تھے، مدرسہ میں قیام تھا، میرے مہمان تھے، میں دارالطلبہ گیا ہوا تھا، ایک لڑکے نے مجھے آکر اطلاع دی کہ حضرت مدنی قدس سرہ آئے ہیں، کچے گھر میں ہیں، میرے پاؤں تلے کی زمین نکل گئی اور اب تک بھی جب اس منظر کا مجھے خیال آجاتا ہے اور اپنی اس وقت کی پریشانی یاد آتی ہے تو دھڑی دھڑی سی آجاتی ہے۔ میں دارالطلبہ سے بہت تیزی کے ساتھ مدرسہ قدیم آیا اور مولانا ظفر احمد صاحب زادمجدہم سے درخواست کی کہ حضرت مدنی تشریف لے آئے، مکان پر ہیں، حضرت کا قیام گھنٹہ آدھ گھنٹہ سے زیادہ نہیں ہوگا، آپ ابھی تکلیف نہ فرمائیں، کھانے کے بعد حضرت کی تشریف بری کے بعد آپ کو بلالوں گا۔ مولانا ظفر احمد صاحب نے (اللہ ان کو بہت ہی بلند درجے عطا فرمائے) یہ فرمایا کہ کیوں؟ میری حاضری سے کیا نقصان ہوگا؟ میں ابھی آؤں گا، میں نے بڑی خوشامد منت کی کہ اللہ کے واسطے ہرگز کرم نہ فرمائیں مگر جتنا میں نے خوشامد کی اتنا انہوں نے اصرار کیا کہ نہیں ابھی آؤں گا۔ حضرت میرے بڑے ہیں وہ کچھ ارشاد فرمائیں گے تو میں بالکل جواب نہیں دوں گا۔ ان سے مایوس ہوکر میں کچے گھر میں حاضر ہوا اور حضرت مدنی قدس سرہ کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت مولانا ظفر احمد صاحب کئی دن سے آئے ہوئے ہیں اور میرے مہمان ہیں، میں ان سے کہہ آیا ہوں کہ ابھی نہ آویں۔ حضرت کی تشریف بری کے بعد آپ کو بلاؤں گا، حضرت قدس سرہ نے فرمایا کیوں میں ان سے کیا چھین لوں گا یا وہ مجھ سے کیا چھین لیں گے؟ میری گفتگو حضرت سے ہو رہی تھی کہ حضرت مولانا ظفر احمد صاحب کچے گھر میں پہنچ گئے۔ حضرت ان کو دیکھ کر بہت ہی مسرت سے اٹھے، کھڑے ہوکر مصافحہ فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اچھا یہ ابو الدیک صاحب بھی یہاں تشریف فرما

ہیں۔ اسکی شرح یہ ہے کہ جب عزیز مولانا عمر احمد ابن مولانا ظفر احمد صاحب پیدا ہوئے تو ان کی تاریخ ولادت ''مرغ محمد'' تجویز کی گئی تھی۔ اس وقت سے حضرت مدنی قدس سرہ نے تفریحاً مولانا ظفر احمد صاحب کی کنیت ابوالدیک تجویز کر رکھی تھی اور اکثر ملاقات پر اسی لفظ سے مخاطبت ہوتی تھی، مولانا ظفر احمد صاحب نے دست بوسی کی اور میں پھر بھی ڈرتا ہی رہا اور یارب سلم سلم پڑھتا رہا، جلدی سے دستر خوان بچھایا، دونوں اکابر نے آمنے سامنے بیٹھ کر کھانا نوش فرمایا، طرفین سے خیریت، اہل وعیال کے حالات وغیرہ امور ہوتے رہے، تقریباً پون گھنٹے بعد حضرت مدنی قدس سرہ تشریف لے گئے اور میری جان میں جان آئی اور کوئی سیاسی لفظ اس مجلس میں نہیں آیا، مولانا ظفر احمد صاحب نے ارشاد فرمایا کہ مٹھائی کھلاؤ۔ میں نے کہا ضرور مگر آپ سے زیادہ حضرت شیخ الاسلام کا مجھے یہ فکر تھا اگر ایک ڈانٹ پڑ گئی تو کیا ہوگا، مولانا نے فرمایا کہ میں تو پہلے ہی کہہ چکا تھا کہ مولانا اگر ڈانٹیں گے تو کچھ نہیں بولوں گا، مجھے مولانا کی بڑائی یا علوشان سے کچھ انکار نہیں۔ میں مولانا کو ہر طرح اپنا بڑا سمجھتا ہوں لیکن کیا کریں ہم دیانۃً کانگریس کو مسلمانوں کے حق میں نہایت مضر سمجھتے ہیں اس لئے اخبارات، اشتہارات اور منبروں کی تقریر میں تردید پر مجبور ہیں۔ (آپ بیتی نمبر 4 ص:96)

حکیم الامت تھانویؒ اور شیخ الاسلامؒ میں اختلاف رائے

حضرت اقدس حکیم الامت اشرف العلماء مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت اقدس شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا اختلاف رائے اور دونوں حضرات کا طرز عمل بھی قابل دید ہے۔ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ مسلم لیگ کے سخت حامی تھے اور کانگریس کو امت کیلئے مضر سمجھتے تھے اور حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کانگریس کی شرکت کو ہندوستانی مسلمانوں کیلئے مفید سمجھتے تھے اور اس کی پوری حمایت فرماتے تھے اس شدت اختلاف رائے کے

باوجود ایک دوسرے کا کس درجہ احترام تھا۔

حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے جو حضرات بیعت کی درخواست کرتے، حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہونے کا مشورہ دیتے اور فرماتے ہماری جماعت کے بڑے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ہیں ان سے بیعت ہوجاؤ۔ (اسلام میں اختلاف کے اصول)

(بحوالہ: اسلاف کی باہمی محبت کے حیرت انگیز واقعات۔ ص: 217 تا 223)

☆……☆……☆

مفتی کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ اور اخوت کا سبق

مفتی مظہر اللہ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ

راقم نے بارہا بچشم خود دیکھا ہے کہ حضرت مفتی کفایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے عصر کی نماز آپ کے پیچھے پڑھی اور جب آپ نے نماز سے فارغ ہو کر انہیں دیکھا تو ان کی طرف بڑھے اور وہ آپ کی طرف اور معانقہ فرمایا۔

(بحوالہ: تذکرہ مظہر مسعود)

☆……☆……☆

لاتلمزو انفسکم ولاتنابزو ابالالقاب

اکابر علماء دیوبند کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ وہ اپنے مخالف مسلک والوں سے بھی بداخلاقی کا برتاؤ نہیں کرتے تھے۔ نہ انکی تردید میں دل آزار اسلوب کو پسند کرتے تھے بلکہ جہاں تک ہوسکتا بداخلاقی کا جواب خوش خلقی سے دیتے اور مخالفین کی دینی ہمدردی وخیرخواہی کو پیش نظر رکھتے تھے۔ حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے خادم خاص حضرت امیر شاہ خاں صاحب بیان کرتے ہیں

کہ ایک مرتبہ مولانا خواجہ صاحب تشریف لائے اور وہاں ایک مجلس میں مولوی فضل رسول بدایونی رحمہ اللہ کا تذکرہ چل گیا چونکہ وہ مخالف مسلک کے تھے میری زبان سے طنز کے طور پر بجائے فضل رسول کے فصل رسول نکل گیا۔ مولانا نے ناخوش ہوکر فرمایا کہ لوگ ان کو کیا کہتے ہیں۔ میں نے کہا فضل رسول، آپ نے فرمایا تم فصل رسول کہتے ہو۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ حضرات تھے جو ''لاتلمز و انفسکم و لاتنابزوابالالقاب'' کے پورے عامل تھے حتیٰ کہ مخالفین کے معاملہ میں بھی۔

(بحوالہ: صبر وتحمل کی روشن مثالیں ص 84 تالیف جناب مولانا محمد صاحب)

☆......☆......☆

مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ اور حصول علم میں پیغام رواداری

مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ (اہل حدیث عالم دین) آپ 1282ھ میں پیدا ہوئے۔ کچھ دنوں مولانا احمد اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ سے تعلیم حاصل کی۔ حدیث کی کتابیں مولانا عبدالمنان وزیر آبادی رحمہ اللہ سے پڑھیں۔ پھر 1308ھ میں دیوبند پہنچ کر منطق حکمت اصول اور فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ کانپور میں مولانا احمد حسن کانپوری رحمۃ اللہ علیہ سے کچھ کتابیں پڑھیں مگر اکابر دیوبند سے وابستگی میں کوئی فرق نہ آیا۔

(منقول از تاریخ دارالعلوم دیوبند ص 197 از سید محبوب رضوی سن اشاعت مارچ، اپریل 1980ء۔)

مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ فاضل دارالعلوم دیوبند نے علماء دیوبند اور دارالعلوم کی بایں الفاظ مدح سرائی کرتے ہیں ملاحظہ فرمائیں:

''پنجاب میں مولانا حافظ عبدالمنان صاحب مرحوم (اہلحدیث مشرب) میرے شیخ الحدیث تھے، دیوبند میں مولانا محمودالحسن صاحب رحمہ اللہ اور کانپور میں

مولانا احمد حسن صاحب رحمہ اللہ استاذ العلوم والحدیث میرے شیخ الحدیث تھے۔

(فتاویٰ ثنائیہ ج 1 ص:93 مطبوعہ لاہور، اہلحدیث کا مذہب صفحہ حرف ح تاریخ اشاعت یکم نومبر 1975ء)

''دیوبند کی سند امتحان میرے لئے باعث فخر میرے پاس موجود ہے۔''

(اہلحدیث کا مذہب صفحہ حرف ح)

''مدرسہ دیوبند علم دینی کی عموماً اور مذہب حنفی خصوصاً جو خدمت کر رہا ہے وہ کسی سے مخفی نہیں''۔ (فتاویٰ ثنائیہ ج 1 ص 93 مطبوعہ لاہور۔)

علاوہ ازیں: مولانا محمد ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ نے مولانا احمد حسن کانپوری رحمۃ اللہ علیہ سے کچھ کتابیں پڑھیں اور مولانا احمد حسن کانپوری رحمہ اللہ نے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے علوم دینیہ پڑھ کر سند فراغت حاصل کی۔

☆......☆......☆

مولانا عبدالمنان وزیرآبادی رحمہ اللہ اور حصول علم میں رواداری کا پیغام

مولانا عبدالمنان وزیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ (مشہور اہل حدیث شیخ الحدیث) نے حدیث کی کتاب موطاء امام مالک مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھی۔

(حافظ عبدالمنان وزیرآبادی رحمۃ اللہ علیہ حیات، خدمات، آثار صفحہ 75-74)

☆......☆......☆

مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ اور کسب علم میں رواداری کا پیغام

شہر گوجرانوالہ کے مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ (اہل حدیث) گوجرانوالہ نے حضرت مولانا مفتی محمد حسن رحمۃ اللہ علیہ فاضل دارالعلوم دیوبند و بانی جامعہ اشرفیہ لاہور کو اپنے اساتذہ میں شمار کیا ہے۔ (کتاب جمعیت اہلحدیث کے صفحہ 11)

☆......☆......☆

امیر جمعیت اہلسنت والجماعت اور اتحاد امت کا پیغام

نام کتاب: اکابرین دیوبند کیا تھے؟

مؤلف: مولانا منیر احمد اختر صاحب (امیر جمعیت اہلسنت والجماعت)

مولانا منیر احمد اختر صاحب (امیر جمعیت اہلسنت والجماعت) اپنی کتاب ''اکابرین دیوبند کیا تھے؟'' میں عرض مؤلف کے عنوان سے باہمی محبت اور رواداری کے فروغ کیلئے اتحاد امت کو نہایت اہم قرار دیتے ہیں اور باہم دست و گریبان ہونے کے سخت مخالف ہیں اللہ کریم ہم سب کو ''رحماء بینھم'' کی بہترین مثال قائم کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

علماء اسلام کو درپیش مسائل اس بات کے قطعاً متحمل نہیں ہیں کہ عالم کفر کو اپنا دشمن سمجھنے والے باہم دست و گریبان ہوں۔ اس لئے اتحاد امت وقت کی سب سے اہم ضرورت ہے۔ اتفاق کی فضاء قائم کرنا بہت ضروری ہے ''رحماء بینھم'' کی مثال قائم کرتے ہوئے باہم شیر و شکر ہونا اور ''اشدآء علی الکفار'' کی سنت پر عمل پیرا ہوکر اسلام دشمنوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالنا لازم کی حد تک ضروری ہو چکا ہے۔

دین دشمن گورے اور سرخ کا فرق کئے بغیر عربی اور عجمی کی تفریق سمجھے بغیر مسلمانوں کو صرف مسلمان ہونے کی سزا دے رہے ہیں۔

تو چاہیے کہ ہم بھی متحد و متفق ہوں اور اپنی صفوں میں اتحاد پیدا کریں اور عالم کفر کا مقابلہ کر کے اعلائے کلمۃ اللہ کا فریضہ سرانجام دیں۔ چاہے یہ کاوش تبلیغ و ترغیب سے ہو یا تحریر و تقریر سے درس و تدریس سے ہو یا تصنیف و تالیف سے۔ مگر افسوس! ضرورت جتنی زیادہ ہو رہی ہے مسلمان اتنی ہی غفلت برت رہے ہیں۔

گھر کے باہر کے جھگڑے سے اس وقت تک نہیں نمٹا جا سکتا جب تک چار دیواری کے اندر امن و اتحاد کا ماحول قائم نہ ہو۔ ظالم کو ظلم سے اس وقت تک نہیں روکا

جاسکتا جب تک انصاف کے علمبرداروں کی آواز ایک نہ ہو۔

اس لئے علماء اہلسنت دیو بند کو بھی چاہیے کہ اپنے دشمن کو پہچانتے ہوئے سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عمل پیرا ہوکر محبت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو باعث نجات اخروی جانتے ہوئے شرک و بدعات سے دور رہتے ہوئے آپس کے فروعی و سیاسی اختلافات ترک کر کے دو قالب یک جان ہونے کا بھرپور مظاہرہ کریں۔

یکم ربیع الاول ۱۴۳۵ھ

☆......☆......☆

شیخ العرب العجم رحمہ اللہ باہم محبت کا پیغام

شیخ العرب العجم مولانا حسین احمد مدنی چشتی دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانہ کے آفتاب تھے۔

(بحوالہ: تذکرہ حضرت خواجہ سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ۔ ص:16، مترجم صاحبزادہ محمد حسین للّٰہی، ناشر سنگ میل پبلیکیشنز لاہور سن اشاعت 1994ء)

☆......☆......☆

حضرت مولانا مفتی مقبول الرحمٰن رحمہ اللہ کے شیخ الاسلام سے تعلقات

حضرت مولانا مفتی مقبول الرحمٰن رحمہ اللہ (خلیفہ حضرت مفتی مظہر اللہ دہلوی رحمہ اللہ) کے بارے میں لکھا ہے کہ ابتداء میں کیران میں مقیم رہے سیوہارہ (ضلع بجنور) بھارت میں مستقل قیام فرمایا آپ کے والد بزرگوار سلسلہ چشتیہ کے ایک برگزیدہ بزرگ اور سجادہ نشین تھے آپ کا سلسلہ ارادت شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے ملتا ہے چونکہ مفتی صاحب مرحوم کے والد بزرگوار مولانا حسین احمد مدنی مرحوم کے رفیق تھے اس لئے مفتی صاحب کی دینی تعلیم مدرسہ دیوبند میں ہوئی۔

(تذکرہ مظہر مسعود۔ ص:410 تا 411)

نوٹ: حضرت مولانا منیر احمد اختر صاحب دامت برکاتہم امیر جمعیت اہل سنت والجماعت لکھتے ہیں کہ یہ لوگ علماء دیوبند کو اعلیٰ درجے کا نہ صرف ولی کامل بلکہ مسلمانوں کا مقتداء سمجھتے تھے۔ (اکابر علماء دیوبند)

☆……☆……☆

امیر شریعت کا کرمانوالی سرکار سے دعا کرانا

حضرت پیر کرمانوالی سرکار رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی ایک لٹھے کی ٹوپی دی اور باعزت بری ہونے کی دعا بھی کی۔

”نوٹ: سنگین مقدمات سے بریت کے عنوان کے تحت لکھا ہے کہ میر محمود صاحب کا بیان ہے کہ غالباً 1933ء کا واقعہ ہے کہ حکومت پنجاب نے مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری مرحوم پر ایک سنگین مقدمہ کھڑا کر دیا۔ یہ مقدمہ مسٹر کھوسلہ سیشن جج گورداسپور کی عدالت میں زیر سماعت تھا، ان پر جو الزامات عائد کئے گئے تھے ان کے نتیجہ میں ان کو سخت ترین سزا دی جا سکتی تھی، میر صاحب امرتسر کے رہنے والے تھے ان کی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے راہ و رسم تھی۔ حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو کہا کہ کرمانوالہ شریف جا کر حضرت صاحب سے ان کے حق میں دعا کروائیں۔ چنانچہ وہ اپنے دوست کے ہمراہ حضرت صاحب قبلہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بخاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے التجائے دعا کی۔ اس پر آپ نے لٹھے کی ایک ٹوپی مرحمت فرمائی اور ارشاد کیا کہ یہ ٹوپی سید عطاء اللہ شاہ صاحب رحمہ اللہ کو پہنچا دیں اور ساتھ ہی یہ خوشخبری سنا دیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں باعزت طور پر بری کر دینگے۔

انجام کار مسٹر کھوسلہ نے سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو باعزت بری کر دیا۔“ (بحوالہ۔ معدن کرم۔ ص:217)

☆……☆……☆

امیر شریعت کی سجادہ نشین مکان شریف سے عقیدت

علماء دیوبند سے آپ (حضرت مولانا سید مظہر قیوم رحمہ اللہ سجادہ نشین مکان شریف) کے گہرے روابط تھے (مولانا) سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ تو آپ کے شیدائی تھے آپ کے صاحبزادے (حضرت) سید محفوظ حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فاضل دیوبند ہیں۔

(از حکایت مہر و وفا، منقول انکشاف حق۔ ص:۹۔ مصنف: حضرت مولانا مفتی محمد خلیل احمد خان برکاتی قادری بدایونی سرپرست مدرسہ ظفر العلوم محلہ سوتھ بدایوں، یو۔ پی: انڈیا) (بحوالہ، اکابر دیوبند کیا تھے ص ۱۰۱)

☆......☆......☆

دار العلوم دیوبند میں چھٹی کا اعلان

جس زمانے میں مولانا محمد ذاکر صاحب بانی جامع محمد شریف جھنگ دار العلوم دیوبند میں زیر تعلیم تھے آپ رحمہ اللہ (حضرت خواجہ مولانا ضیاء الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ سیال شریف سرگودھا) نے دیوبند کا سفر کیا۔ دیوبند ریلوے اسٹیشن پر علماء اور طلباء نے آپ کا استقبال کیا۔ دار العلوم میں مکمل چھٹی کر دی گئی اور آپ کے اعزاز میں ایک جلسہ منعقد کیا گیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں سپاسنامہ پیش کیا گیا۔ حضرت خواجہ صاحب نے اپنے خطاب میں دار العلوم کی خدمات کو خراج تحسین پیش کیا بعد ازاں آپ نے مدرسہ میں 200 روپے عطیہ بھی دیا۔

(از کتاب تحریک جامع محمد شریف جھنگ منقول انکشاف حق۔ ص:13-12)

☆......☆......☆

مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمہ اللہ اور علمائے دیوبند

مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ نے علمائے دیوبند کے خلاف لکھنے سے سختی سے منع کیا۔

مولوی عبد السمیع رامپوری رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ:

مرحمت نامہ جناب مولانا رحمت اللہ صاحب
شفیق عالم مولوی عبدالسمیع صاحب سلامت

سلام مسنون کے بعد مرام یہ ہے کہ آپ سے جو قدیم سے محبت اور بے تکلفی ہے اس لئے لکھتا ہوں کہ آپ کی اور مولوی رشید احمد صاحب کی مخالفت حد کو پہنچ گئی ہے اور تحریر بھی اب بڑی سختی سے ہوتی ہے اس لئے حافظ عبداللہ صاحب جو مدرس دوم مدرسہ فقیر کے ہیں ان کو دہلی سے چھتاری واسطے لینے زر مقررہ دو برس کے جو سرکار چھتاری سے وصول نہیں ہوا تھا بھیجنا ضرور تھا سو ان کو تاکید کی گئی کہ جاتے یا آتے آپ سے بھی میرٹھ میں ملیں سو وہ ملاقات کر کے زبانی بھی آپ سے کہیں گے کہ یہ مقدمہ جتنا دب سکے دبائیو اور ہرگز نہ بڑھائیو۔ فقط والسلام!

راقم آثم محمد رحمت اللہ از مکہ معظّمہ۔

(انوار ساطعہ۔ ص:30، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

نوٹ: معلوم ہوا کہ مولانا رحمت اللہ صاحب (مدرسہ صولتیہ) حضرات علمائے دیوبند کے خلاف سخت کلامی یا ان کے خلاف لکھنے کو سخت ناپسند فرماتے تھے اور جتنا ہوسکتا تھا اپنے متعلقین کو اس سے منع کرتے تھے اور اس قدر مبالغہ کرتے کہ باقاعدہ خطوط اور علماء بھجوا کر علمائے دیوبند کی مخالفت سے روکتے۔ (اکابر دیوبند کیا تھے)

☆......☆......☆

جماعت فریدیہ اور امن وآشتی کا پیغام

اندرون سندھ ایک جماعت ''جماعت فریدیہ'' کے نام سے بنائی گئی ہے جو کہتے ہیں کہ ہم حضرت خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ کوٹ مٹھن والوں سے نسبت رکھتے ہیں ہمارا نصب العین خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کو عام کرنا ہے اس جماعت کے سیکرٹری جنرل انوار الحسن صاحب سے ہماری گفتگو ہوئی انہوں نے سختی سے اس امر کی تردید کی کہ وہ

اوران کی جماعت علمائے دیوبند کو کافر سمجھتی ہے ان کا کہنا تھا کہ پاکستان کے حالات اس وقت اس قسم کی فرقہ واریت کے متحمل نہیں ہمارا تعلق صوفیاء کے گروہ سے ہے ان کا مقصد پیار ومحبت کا عام کرنا ہے نہ کہ کفر کے فتوے بانٹنا ان کی یہ تمام گفتگو ہمارے پاس ریکارڈ میں محفوظ ہے اور مطالبے پر انشاءاللہ وہ ریکارڈنگ بھی پیش کردی جائے گی۔

(بحوالہ، اکابر دیو بند کیا تھے۔ مولانا منیر احمد اختر صاحب دامت برکاتہم)

☆......☆......☆

کیا ایسا شخص گستاخ ہوسکتا ہے؟

(ایک شخص نے) خدام حرم نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے افسر اعلیٰ کو جو ایک ترکی تھا حضرت کی طرف سے اس طرح مشتعل کیا کہ اس وقت حرم نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بیٹھا ہوا ایک شخص درس دے رہا ہے جو معاذ اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں اچھا اعتقاد نہیں رکھتا بلکہ گستاخی کرتا ہے۔ ترکی افسر یہ سن کر جھلا گیا اور غصہ میں سرخ ہوکر باب الرحمۃ کے قریب پہنچا جہاں حضرت درس دے رہے تھے۔ حضرت کا چہرہ مبارک دیکھ کر ترکی افسر کا غصہ یکلخت ٹھنڈا ہوگیا اور وہ کچھ دیر کھڑا ہوا درس سنتا رہا۔ پھر بے ساختہ بولا اے شیخ اس وقت ایک شخص نے مجھ سے اس طرح شکایت کی ہے۔ مگر میں آپ کی صورت دیکھ کر سمجھ گیا ہوں کہ وہ جھوٹا ہے۔ وماھذاوجھک لکذاب اور آپ کا چہرہ جھوٹوں کا سا نہیں ہے۔ حضرت نے فرمایا ”اولئک یفترون علینا وعلیٰ اکابرناویحرفون اقوالنانفوض امرھم وامرانااناالی اللّٰہ“ ترجمہ: وہ لوگ ہم پر اور ہمارے اکابر پر بہتان لگاتے ہیں اور ہماری باتوں کو الٹ پلٹ کر غلط طور سے مشہور کرتے ہیں ہم اپنا اوران کا معاملہ خدا کے سپرد کرتے ہیں۔ اس کے بعد افسر نے کہا کہ آپ مطمئن رہیں اور اپنا بابرکت درس جاری رکھیں۔ (تذکرۃ الخلیل۔ ص:287)

(اکابر دیو بند کیا تھے، مولف مولانا منیر احمد اختر صاحب دامت برکاتہم)

☆......☆......☆

کتاب ''اسوہ حسنہ المعروف شمائل کبریٰ'' رواداری کا پیغام

نام کتاب: ۔اسوہ حسنہ المعروف شمائل کبریٰ
مولف: ۔مولانا مفتی محمد ارشاد صاحب القاسمی مدظلہ تعالیٰ
پسند فرمودہ: ۔حضرت مفتی نظام الدین شامزئی رحمۃ اللہ علیہ
ناشر: ۔زم زم پبلشرز

ہر فاسق وفاجر غیر متقی امام کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر نیک وصالح اور فاجر کے پیچھے نماز پڑھ لو اور ہر نیک اور فاجر کی نماز جنازہ پڑھو۔ ہر نیک وفاجر کی ماتحتی میں جہاد کرلو۔ (دار قطنی جلد ۲ ص: ۷۵، ابوداوٗد)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر امیر کے ساتھ جہاد تم پر واجب ہے خواہ نیک ہو یا برا نماز تم پر ہر مسلمان کے پیچھے واجب ہے خواہ نیک ہو یا فاجر اگرچہ کبیرہ کا مرتکب ہو۔ (ابوداوٗد جلد ۱ ص: ۳۴۳، سنن کبری)

عبدالکریم البکار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے دس نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو دیکھا کہ وہ ظالم خلفاء اور حاکم کے پیچھے نماز پڑھ لیا کرتے تھے۔ (نیل الاوطار صفحہ، البخاری فی تاریخہ)

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین فاسق امام کے پیچھے نماز پڑھ لینا

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حجاج بن یوسف کے پیچھے نماز پڑھ لیا کرتے تھے۔ (تلخیص ص: ۴۵، بخاری نیل الاوطار، صفحہ ۱۶۳، اعلاء صفحہ ۲۰۶)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مروان کے پیچھے نماز پڑھی۔
(نیل الاوطار ۱۶۳)

حضرت حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم مروان کے پیچھے نماز پڑھا کرتے تھے۔

(اعلاء السنن جلد ۳، ص: ۲۰۶، مسند عبدالرزاق صفحہ ۲۰۶)

عبید اللہ بن عدی کہتے ہیں کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے جبکہ (بلوائیوں کے) فتنہ میں محصور تھے کہ آپ تو تمام لوگوں کے امام ہیں اور آپ پر جو حادثہ (بلوائیوں کا فتنہ) پیش آیا ہے ہم دیکھ رہے ہیں اور بلوائیوں کا امام نماز پڑھا رہا ہے جسے ہم پسند نہیں کرتے (یعنی ہم اس کے پیچھے نماز پڑھنا پسند وگوارا نہیں کرتے ہیں)۔ تو فرمایا: نماز پڑھنا انہیں کے ساتھ بہتر ہے جس کے پیچھے عام لوگ پڑھیں۔ (بخاری ص: ۹۶)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حجاج کے پیچھے نماز پڑھ لیتے تھے۔

(مرقات، ص: ۹۳)

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ اور خیثمہ رحمہ اللہ حجاج کے پیچھے نماز پڑھتے تھے۔

(مسند عبدالرزاق ص: ۳۸۵)

فائدہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ اگر ظالم وفاسق امام جماعت بن جائے تو اس کے پیچھے نماز جماعت کے ساتھ پڑ لی جائے۔ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جماعت نے ظالم فاسق امراء اور حکام کے پیچھے نماز پڑھی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظالم امراء کے ہونے کی پیشینگوئی بھی فرمائی اور ان کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم بھی دیا چنانچہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اسکے علاوہ بکثرت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا فاسق حکام کے پیچھے نماز پڑھنا ثابت ہے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بلوائیوں کے فاسق وظالم امام کے پیچھے نماز کی اجازت دی۔ حجاج کے فسق میں کوئی شبہ نہیں اسی طرح مروان۔ (اعلاء ص: ۲۰۶)

اس کے پیچھے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے جم غفیر نے جو اس جگہ موجود تھے نماز پڑھا کرتے تھے۔ (کذا فی المرقات ص: ۹۳)

علامہ شعرانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین حجاج کے پیچھے نماز پڑھتے تھے۔ حالانکہ وہ ظالم تھا اور اس کے ظالمانہ قتل کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار تھی۔ (کشف الغمہ ص: ۱۲۲)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا اولیٰ ہے ترک جماعت سے۔ (فتح صفحہ ۱۹۰، عمدہ صفحہ ۲۳۲)

فاسق اور ظالم کے پیچھے نماز اہل سنت کی علامت

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر امام کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ (مجمع الزوائد صفحہ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع روایت ہے کہ ہر نیک و فاجر کے پیچھے نماز پڑھو۔ (تلخیص الحبیر جلد ۲ صفحہ ۲۶ دارقطنی)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان مبارک کے پیش نظر متکلمین اہل عقائد نے بیان کیا کہ اہل سنت والجماعت جس کے فرقہ ناجیہ ہونے کی آپ نے شہادت دی ہے علامت ہے کہ وہ ہر صالح اور فاسق کے پیچھے نماز پڑھ لے۔

فن عقائد کی مشہور اساسی کتاب شرح عقائد میں ہے۔

”صلوا خلف کل برووفاجر ولان علماء الامة کانو یصلون خلف الفسقة واهل الاهواء والبدع من غیر تنکیر“۔ (صفحہ ۱۵۹)

فقہ کی مشہور کتاب کنز الدقائق کی شرح بحر الرائق میں علامہ ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ نے اہل سنت والجماعت جو جمہور مسلمین کے نزدیک احادیث کے پیش نظر فرقہ ناجیہ ہے کہ بنیادی علامتوں کو بیان کرتے ہوئے لکھا ہے ”ویصلی خلف کل امام برو فاجر“ اور یہ کہ ہر امام کے پیچھے نماز پڑھ لیتا ہو۔

اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ اہل قبلہ کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے مسجد کی جماعت چھوڑ کر گھر میں آیا، بیٹھک میں یا دکان پر اپنی الگ نماز پڑھتے ہیں اور اپنی جماعت الگ کرتے ہیں۔ اہل سنت کے اصول کے خلاف کر رہے ہیں۔ اہل سنت کے اصول میں اس کی گنجائش نہیں۔

(بحوالہ: اسوہ حسنہ المعروف شمائل کبریٰ۔ ص: ۲۵۶۔ ۲۵۷)

ooo

المواعظ تحریری در

بیان رواداری

دورحاضر میں جہاں بہت سے فتنے ہیں وہاں ایک بڑا فتنہ آپس میں انتشار وافتراق کا ہونا بھی ہے۔ یہ فتنہ اس امت کیلئے ناسور ہے، اللہ کے فضل وکرم سے اس درد کو ہر مکتبہ فکر سے تعلق رکھنے والے بہت سے علمائے کرام محسوس کرتے ہیں اور امت کیلئے دادرسی کے طور پر آپس میں جوڑ، بھائی چارگی، محبت اور اخوت کا درس دیتے ہیں۔ یہ علمائے کرام آپس میں سوئی دھاگہ اور موم لئے تمام امت کے ٹوٹے اور بکھرے دلوں کو جوڑنے کی ہمہ تن کوشش کرتے ہیں، ان کے پاس چھری اور قینچی نہیں ہوتی کہ جس سے اس بکھرتی امت کو مزید کاٹا جائے۔ اللہ کریم ان علمائے کرام کو اپنی شایان شان جزائے خیر عطا فرمائے۔ یہ اس امت کا بہت بڑا سرمایہ ہیں۔

مولانا طارق جمیل دامت برکاتہم اور رواداری کا پیغام

آپس کی محبت سب سے بڑا عمل

آپ نے فرمایا کہ جن راہوں پر جارہے ہو یہ اللہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک نہیں جاتیں، اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جانیں والی راہیں اور ہیں جس میں سب سے بڑا عمل محبت ہے۔ میرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اسلام کا سب سے مضبوط عمل بتاؤ؟ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے فرمایا نماز، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نہیں۔ عرض کیا جہاد، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نہیں۔ عرض کیا روزہ، فرمایا نہیں، عرض کیا حج۔ فرمایا نہیں۔ عرض کیا اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جانتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''ان اوثقو الاسلام الحب للہ'' اسلام میں سب سے بڑا عمل آپس میں محبت کرنا ہے، سب سے بڑا عمل جس سے میں اور آپ اُمت بنیں گے وہ آپس میں محبت کرنا ہے۔

افسوس......! آج ہم اُمت نہیں......فرقے ہیں

آج ہم امت نہیں ہیں، فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں کیونکہ آپ سب کی Roots (جڑ) انڈیا یا پاکستان سے ہیں اور انڈیا پاکستان فرقہ واریت کی آگ میں جل رہا ہے اور خاص طور پر میرا دیس پاکستان خون وخون ہوا پڑا ہے اس فرقہ واریت نے ایسی آگ لگائی ہے، میں تمہیں اللہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا واسطہ دیتا ہوں مسلمان بن کے رہنا۔ تمہارا تعارف مسلم ہے اس سے آگے کچھ نہیں ہے۔

''ھو سما کم المسلمین من قبل، ان الدین عنداللہ الاسلام۔۔۔۔

اختلاف کے باوجود محبت کا حکم

مسلم، مومن یہی ہمارا تعارف ہے یہیں تک رہنا اللہ کے واسطے آگے نہ جانا کیونکہ

(میں فرقہ واریت کا) دھواں تھوڑا سا محسوس کر کے آیا ہوں۔ میں گلاسکو (Glassco) تک گیا ہوں، دھواں اٹھ رہا ہے...... آگ سلگ رہی ہے...... بجھانے والے بنو، تیلی دکھانے والے نہ بنو، اللہ کے واسطے اُمت بنو اس اُمت میں اختلاف رہے گا......! نہیں مٹ سکتا......! اختلاف کے باوجود محبت کا حکم دیا گیا ہے، لیکن ہماری نفرت یہاں تک چلی گئی ہے کہ سلام کا جواب نہیں دیتے! ایک دوسرے کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے! ایک دوسرے کو کافر کہہ رہے ہیں! کسی کو کافر کہنا اتنا آسان ہے؟ اور اچھا اگر وہ کافر ہے اور کہتا ہے کہ میں مسلمان ہوں تو اسے سینے سے لگانا میرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سکھایا ہے دھکا دینا تو نہیں سکھایا۔

عبداللہ بن ابی سے بڑھ کر کون کافر ہوگا، جہنم کے سات قید خانے ہیں۔ جہنم، حطمہ، لظیٰ، سعیر، سقر، جہیم، ہاویہ۔ سب سے نیچے ہاویہ ہے، اس میں منافق ہوں گے۔ ابو جہل بھی اس میں نہیں ہے ابو جہل جہیم میں ہے، پتھر کا پجاری جہیم میں اور منافق ہاویہ میں جو جہنم کی سب سے خوفناک آگ ہے۔ اور میرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو منافق کو بھی سینے سے لگایا۔ عبداللہ بن ابی کے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ پکے مسلمان، ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پانی پی رہے تھے حضرت عبداللہ نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھوڑا پانی تو بچادیں۔ فرمایا: کیا کرو گے۔ کہا باپ کو پلاتا ہوں شاید ایمان اس کے اندر آجائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دے دیا۔ ابا یہ پانی پیو، کیا ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بچا ہوا ہے پی لیں شاید آپ کے اندر ایمان آجائے۔

کہنے لگا جا کہیں سے پیشاب لے آؤ وہ پی لوں گا یہ نہیں پیوں گا۔ ان کو چڑھا غصہ سیدھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے اجازت دیں اس منافق کا سر اڑا دوں۔ (معاذ اللہ) اتنی بڑی گستاخی۔ میرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نہیں، نہیں، نہیں، تیرا باپ ہے جا کر اس کی قدر کرو، میں

یہ نہیں کہلوانا چاہتا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنے پاس بیٹھنے والوں کو قتل کر دیتا ہے۔

تم (ایسے شفیق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی) امت ہو کر ایک دوسرے کو سلام نہ کرو، تم فرقہ واریت میں بٹ جاؤ، تم کیا میسج دے رہے ہو پوری دنیا کے انسانوں کو......! امت بنو......اللہ کے واسطے امت بنو...... اللہ کے واسطے امت بنو......اللہ کا واسطہ دے رہا ہوں۔ ایک دوسرے کے اختلاف کو برداشت کرو۔ اتنی جلدی کفر تک پہنچا رہے ہو......! میرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو منافقوں کو سینے سے لگا رہے ہیں۔

چھوٹے چھوٹے اختلاف پر کفر کے فتوے......لمحہ فکریہ!

(عبداللہ بن ابی) مرنے پر آیا تو اس کے بیٹے آ گئے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرا باپ مر رہا ہے آپ اپنا کرتا تو دے دیں میں اسے پہنا دوں شاید بخشا جائے۔ (آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چاہتے تو کہہ دیتے جاؤ دفع کرو منافق خبیث کو)۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا کرتا مبارک دیا لے جاؤ، نماز جنازہ تیار ہوئی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آگے کھڑے ہو گئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سامنے آ کر کھڑے ہو گئے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا کر رہے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر نہیں یہ کون ہے! فرمایا: ہاں خبر ہے......! تو پھر کیوں پڑھ رہے ہیں......؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے اللہ نے کہا ہے کہ پڑھ یا نہ پڑھ میں معاف نہیں کروں گا۔ میں پڑھتا ہوں شاید اللہ معاف کر دے، میرے اللہ نے کہا ہے ستر دفعہ بھی پڑھ تو معاف نہیں کروں گا......! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر میرا اللہ کہتا تو ستر دفعہ پڑھ تو معاف کروں گا تو میں ستر دفعہ پڑھ لیتا۔

چھوٹے چھوٹے اختلاف پر یہ کافر وہ کافر۔ کوئی جنت میں پھر جائے گا......؟ کس نے جانا ہے جنت میں......! خالی پڑی رہ جائے گی اللہ کی جنت......اللہ نے کیا کرنا ہے خالی جنت کا......!

ہائے! پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (عبداللہ بن ابی کی میت کے) پیچھے گئے، قبر

میں اتار چکے تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لعاب مبارک نکالا اور اس کے منہ میں ڈالا کہ بخشش ہوجائے، اس کام کو دیکھ کر ایک سو منافق نے کلمہ پڑھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک ایک منافق کا پتہ تھا یہ ہے...... یہ ہے...... یہ ہے......آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زندگی بھر کسی کو نہیں بتایا سب کو سینے سے لگایا۔ تم ان کی اُمت ہوکر چھوٹے اختلافات پر کفر کفر (کے فتوے)، سلام کا جواب نہیں دیتے، کیونکہ تمہارے Roots (جڑ) وہاں (پاکستان و ہندوستان) سے ہیں انہیں کاٹ دو۔ کاٹ دو، کاٹ دو، امت بن جاؤ......! امت بن جاؤ......! امت بن جاؤ......! کس طرح میرے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب کو سینے سے لگایا ہے۔

منافقین سے حسن سلوک......اور ہمارا باہمی رویہ

”ظل خویس را“ ایک اور منافق ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مال تقسیم کیا، نئے مسلمانوں کو زیادہ دیا، زید الخیر کو عقرا ابن ہابس کو عباس بن مرداس کو زیادہ دیا اوروں کو تھوڑا دیا وہ کھڑا ہوگیا یہ تقسیم میں انصاف نہیں ہوا۔ تو میرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ فق ہوگیا صدمہ سے......غم سے......فرمایا: اگر میں انصاف نہیں کرتا تو پھر کون کرتا ہے تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو جوش آیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ”داعنی اضرب عنقہ“ اجازت دیں میں اس کا سر اڑا دوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیوں......اس نے فجر کی نماز میرے ساتھ پڑھی ہے۔

کہنے لگے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ منافق ہے اس کی نماز کا اسے کیا فائدہ؟ میرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تو نے دل کے اندر دیکھ لیا ہے کہ یہ منافق ہے حالانکہ سب کو پتہ تھا کہ یہ منافق ہے۔

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا مرادیں غریبوں کی بر لانے والا
وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا خطا وار سے درگزر کرنے والا
غریبوں کا والی یتیموں کا مولا

جو ایسی صفات کا مالک ہو اسکی اُمت کلمہ گو کو کافر کہے کہ نہیں تم اوپر سے کچھ اور ہو...... اندر سے کچھ اور ہو......تو اگر میں کچھ اور ہوں تو میرا معاملہ اللہ کے سپرد کردو......! تمہیں کس نے ٹھیکیدار بنایا ہے کہ اندر دیکھنے کا......! سنا نہیں! میرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا فرمایا: خالد بن ولید (رضی اللہ عنہ) تم نے اندر دیکھ لیا تھا۔ اللہ کی قسم! سب کو پتہ تھا کہ منافق ہے......تم اسکی امت ہو جس نے منافقوں کو گلے سے لگایا اور تم چھوٹی چھوٹی باتوں پر ایک دوسرے سے اتنے دور...... نہ سلام ......نہ نماز......وہ جراثیم یہاں (اپنے ملک میں) مت آنے دو۔ تم پر امن ملک میں ہو......تمہاری حکومت پر امن ہے......تمہاری خیر خواہ ہے...... طاقتور ہے......آپس میں رخنہ مت ڈالو! امت بنو! اختلاف کو برداشت کرو! اختلاف رائے ایک لازمی چیز ہے یہ ختم ہو ہی نہیں سکتا، اس کے باوجود امت بنو۔

"ھو سمّا کم المسلمین من قبل . . . دوسری جگہ فرمایا کنتم خیر امۃ"

مسلم، امت اور مسلم (ہمارا یہ نام ہے) ہم نے فرقوں میں نہیں بٹنا......ورنہ ہم اللہ اور اسکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظروں سے گر جائیں گے! ہم نے تو گرے ہوئے کو بھی سینے سے لگانا ہے، کسی کو گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہنا آسان کام ہے......! کسی پر اتنا بڑا الزام لگانا آسان کام ہے......! (مرنے کے بعد) کیا جواب اللہ کو دیا جائے گا...... پتہ نہیں اللہ کس بات پر معاف کردے......کیا بات پسند آئے......امت بنو!۔

☆......☆......☆

مولانا طارق جمیل دامت برکاتہم کا رواداری پر دوسرا بیان

امت بنو فرقہ بازی نہ پھیلاؤ......!

ظلم و ستم ہو رہا ہے بلکہ ظلم کا لفظ بھی چھوٹا پڑ گیا ہے۔ ایک کلمہ گو دوسرے کو کافر کہے جا رہا ہے......وہ اس کو کافر کہے جا رہا ہے......تو جنت میں جانا کس نے ہے! جنت تو خالی ہے پھر......امت بن کے رہو! میرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امت بنائی اپنا خون دے کر اپنی اولاد کو ذبح کروا کے، سوا لاکھ صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کی قربانیاں دلوا کر ایک امت بنائی ہے۔

اللہ کا واسطہ فرقوں میں نہ بٹو......!

میں اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا واسطہ دیتا ہوں فرقوں میں مت بٹو! فرقوں میں مت بٹو! فرقوں میں مت بٹو! یہاں اچھی مثال قائم کرو مسلمان بن کر رہو، ! مومن بن کر رہو! مسلم بن کے رہو! اپنا تعارف بطور مسلمان کراؤ! یہاں بھی اگر وہ لڑائیاں تم نے کھڑی کر دیں تو آنے والی نسلیں تمہیں معاف نہیں کریں گی...... میرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہیں معاف نہیں کریں گے کہ میں تو لوگوں کو جنت میں پہنچانے آیا تھا تم نے میرے کلمہ گو کو کافر کہنا شروع کر دیا۔

فرقہ واریت کو فروغ دینا سب سے بڑا جرم

کسی کو کافر کہنا اتنا آسان کام ہے...... کیوں منبر پر بٹھاتے ہو ایسے لوگوں کو جو تمہیں فرقوں میں بانٹ کر چلے جاتے ہیں...... میں بھی آ کر آگ لگا سکتا ہوں نہیں میں نے اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جواب دینا ہے...... یہ منبر محبت کیلئے بنایا گیا ہے! یہ منبر نفرت کی آگ بھڑکانے کیلئے نہیں بنایا گیا......کہ تم یہاں بھی مسجدوں میں بٹ چکے ہو......فرقوں میں بٹ چکے ہو......کیوں اپنے پاؤں پر کلہاڑی

www.ubqari.org www.ubqari.org

مار رہے ہو...... تمہیں کون آ کر بتائے گا، سمجھائے گا کہ تم وہ گندے جراثیم یہاں بھی لے کر بیٹھے ہوئے ہو اور اس نفرتوں کی آگ میں جل رہے ہو...... جل رہے ہو...... جل رہے ہو...... جاؤ! عبرت کیلئے دوسرے کو دیکھنا چاہئے ...... میرے دیس میں کیا ہو رہا ہے یہ اس نفرتوں کی آگ نے مسجدوں کو کیا بنا دیا ہے......؟ معصوموں کا خون دین کے نام پر ...... بے گناہوں کا خون دین کے نام پر...... کس نے یہ آگ لگائی ہے......؟ تم سب سے بڑے ظالم ہو! یہ شراب بیچنے سے بھی بڑا جرم ہے! اگر تم نے یہاں فرقہ واریت کو فروغ دیا یہ سٹے سود سے بڑا جرم ہے اگر یہاں فرقہ واریت کی آگ لگائی......! امت بن کے رہو، امت بن کے رہو، امت بن کے رہو، جو تمہارا مذہب مسلک ہے اسے سینے سے لگاؤ، کسی سے نفرت کیوں کرتے ہو، نہ کرو نفرت! پتہ نہیں کون سی ادا میرے اللہ کو پسند آئے اور میرا اللہ جنت کا فیصلہ کر دے۔

تم کسی کے ٹھیکیدار ہو، وہ تو کریم مہربان ہے کوئی ایک عمل پسند آتا ہے اور جنت کا فیصلہ کر دیتا ہے ساری زندگی کی عبادات کو ایک کوئی عمل ناپسند ہوتا ہے دھتکار کر پھینک دیتا ہے۔ اپنے دین کو بدنام نہ کرو...... اپنے قرآن کو بدنام نہ کرو...... اختلاف رائے رہے گا، اختلاف رائے رہے گا۔ ایک دوسرے کی عزت کرنا سیکھو! ایک دوسرے کو گلے لگانا سیکھو!

میرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عبداللہ بن ابی کو گلے سے لگا کر نہیں رکھا؟ تم جانتے ہو عبداللہ بن ابی کون ہے ابوجہل سے بڑا کافر! اس نے ظاہری کلمہ پڑھا میرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سینے سے لگا کر رکھا، وہ مر گیا تو ان کے بیٹے سچے صحابی رضی اللہ عنہ تھے آئے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرا باپ مر گیا ہے اپنا کرتہ مبارک دے دیں اسے کفن پہناؤں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ لو شاید بخشا جائے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پتہ ہے نہیں بخشا جائے گا۔ کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم جنازہ پڑھ دیں، فرمایا: حاضر ہوں۔ تشریف لے جا کر جنازہ کیلئے کھڑے ہو گئے۔ آگے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ آ گئے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا کر رہے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پتہ نہیں یہ کون ہے۔ فرمایا: پتہ ہے۔ کہا پھر جنازہ کیوں پڑھا رہے ہیں۔ فرمایا: شاید بخشا جائے...... شاید بخشا جائے......شاید بخشا جائے......!

تم ایک مسلمان کو کہتے ہو یہ منافق ہے، یہ کافر ہے، یہ تمہارا ملک ہے کہ یہاں سے لوگ حج پر جاتے ہیں اور مکہ کے امام کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے...... مدینے کے امام کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے...... جہاں سے اسلام آیا تھا ان کو ہی تم نے کافر بنا دیا، تو اسلام پھر ہے کہاں......؟ کیا کعبہ کے مصلیٰ پر کافر کھڑے ہیں......؟ اپنے خون دے کر اپنی اولادیں قربان کر کے سوا لاکھ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے قربانی دے کر ایک امت بنائی ہے۔ میں تمہیں اللہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا واسطہ دیتا ہوں فرقوں میں مت بٹو......فرقوں میں مت بٹو......فرقوں میں مت بٹو......!

فرقوں میں بانٹنے والوں سے احتراز کریں

یہاں اچھی مثال قائم کرو مسلمان بن کے رہو! مومن بن کے رہو! مسلم بن کے رہو! اپنا تعارف بطور مسلمان کراؤ! یہاں بھی اگر وہ لڑائیاں تم نے کھڑی کر دیں تو آنے والی نسلیں تمہیں معاف نہیں کریں گی! میرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہیں معاف نہیں کریں گے کہ میں تو لوگوں کو جنت میں پہنچانے آیا تھا تم نے میرے کلمہ گو کو کافر کہنا شروع کر دیا۔ کسی کو کافر کہنا اتنا آسان کام ہے کیوں منبر پر بٹھاتے ہو ایسے لوگوں کو جو تمہیں فرقوں میں بانٹ کر چلے جاتے ہیں میں بھی آ کر آگ لگا سکتا ہوں میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جواب دینا ہے۔ یہ منبر محبت کیلئے بنایا گیا ہے یہ منبر نفرت کی آگ بھڑکانے کیلئے نہیں بنایا گیا۔

اپنے دین کو بدنام نہ کرو! ایک دوسرے کو عزت دینا سیکھو! کچھ تو عقل سے کام لو!

کچھ تو روکو ان لوگوں کو جو یہاں تک تمہیں پہنچا رہے ہیں......! کچھ تو دین سیکھو! اتنے غافل نہ بنو! اتنی آگ تو نہ بھڑکاؤ! بھائیو ہم تو غیروں کو اپنا بنانے آئے تھے تم نے اپنوں پر توپیں کس لی ہیں۔ سلام کرنا چھوڑ دیا......دوسرے کی مسجدوں میں جانا چھوڑ دیا......دنیا میں واحد کام ہے تبلیغ کا جو فرقہ واریت سے پاک ہو کر پھیلا اور پہنچا ہے، ان مجمعوں کو اللہ نے ایسے نہیں اکٹھا کیا ہے، کتنی دفعہ مسجدوں سے ہم نکالے گئے نکل جاؤ تم کافر ہو نکل جاؤ...... مسجد دھوؤ......ارے مسجد میں کافر آجائے تو دھونے کا حکم نہیں ہے......! مسجدیں دھوئیں گئیں۔

میں نیا نیا گیا تھا تبلیغ میں ایک مسجد میں گئے تو امام مسجد نے ہمیں ماں بہنوں کی گالیاں نکالیں میں تو پہلی دفعہ گیا تھا میں حیران پریشان اور سارے تبلیغی بھائی ان کیلئے دعا کرو...... بھائی ان کیلئے دعا کرو......تو میرا اپنا دماغ Analysis کر رہا تھا کہ یہ امام کہتا ہے میں عاشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں اور بھری محفل میں لوگوں کو ماں بہن کی گالیاں دے رہا ہے اور یہ لوگ اس کو دعا دے رہے ہیں کون گستاخ ہے اور کون عاشق ہے......!

☆......☆......☆

حضرت مولانا طارق جمیل صاحب دامت برکاتہم کا رواداری پر تیسرا بیان

فیصل آباد بار کونسل کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الصلوٰۃ والسلام علی رسول الکریم وعلی آلہ واصحابہ اجمعین، امابعد۔

ایوب صاحب نے چند سوال پیش کئے، میں ایک کہانی سناتا ہوں، حکایت چھوٹی سی ہے ''ایک ٹیچر نے ورلڈ میپ (دنیا کا نقشہ) لیا اسے یوں پھاڑا، کئی ٹکڑے و پرزے کر کے اسے طالب عالم کے سامنے پھینک دیا اور کہا اسے دوبارہ جوڑو، ٹھیک ٹھیک جوڑو، ملک کے ساتھ ملک، سمندر کے ساتھ سمندر اور براعظم کے ساتھ براعظم اس کو ٹھیک ٹھیک کر کے تم نے جوڑنا ہے وہ پریشان ہو گیا......! مجھے تو ملکوں کے نام نہیں آتے میں جوڑوں گا کیسے وہ اس کو تلاش کر رہا ہے اسے ایک ٹکڑے میں انسانی آنکھ نظر آئی تو اس کو خیال آیا کہ شاید انسان کی تصویر بھی یہاں ہے، تو اس نے ملکوں کو چھوڑ کر انسانی اعضاء اکٹھے کرنے شروع کئے۔ کہیں سے آنکھ کا ٹکڑا مل گیا کہیں سے ناک مل گئی، ماتھا مل گیا، انگلیاں مل گئیں آہستہ آہستہ چونکہ انسان تو چھوٹا سا وجود ہے تو انسانی سارے اعضاء اس نے تلاش کر کے اس نے ان کو جوڑ کر ٹیپ لگائی جب الٹا کر کے دیکھا تو پوری دنیا کا نقشہ ٹھیک ٹھیک بیٹھ چکا تھا تو اس نے آکر اپنے استاد کو پیش کیا کہ جی یہ میں نے بنا دیا ہے۔ استاد جی کہنے لگے کیسے بنا دیا اتنی جلدی کیسے بنا دیا۔ کہا استاد جی وہ تو نہیں بن سکتا تھا میں نے دیکھا کہ ایک ٹکڑے پر آنکھ ہے مجھے خیال آیا کہ شاید اس کی بیک سائیڈ پر انسان بنا ہوا ہے تو میں نے انسان کو ڈھونڈنا شروع کیا جب وہ بن گیا تو یہ نقشہ بھی بن گیا۔ تو استاد نے کہا بیٹا بس یہی آپ کو سمجھانا

تھا کہ جب انسان بنتا ہے تو دنیا بنتی ہے، جب انسان بگڑتا ہے تو دنیا بگڑ جاتی ہے۔

وکالت عظیم الشان چیز ہے......! عدالت عظیم الشان چیز ہے......! منبر ومحراب نبیوں کی وراثت ہے......! سچا تاجر نبیوں کے ساتھ ہے......! زراعت کرنے والا حلال کمانے والا، اس کے صبح سے شام تک سارے گناہ معاف ہوتے ہیں......! شعبے بگڑے ہوئے نہیں اس میں بگڑے ہوئے انسان داخل ہوئے تو کائنات میں بگاڑ آ گیا، بگڑا ہوا انسان کالا کوٹ پہن کر آیا تو وکالت عدالت بگڑ گئی، بگڑا ہوا انسان سفید گاؤن پہن کر آیا تو میڈیکل لائن بگڑ گئی، بگڑا ہوا انسان سر پر پگڑی چہرہ پر ڈاڑھی اور جبہ پہن کر منبر پر آیا تو منبر ومحراب بگڑ گئے، فرقہ واریت کی آگ نے پورے ملک کو اپنی لپیٹ میں لیا ہوا ہے، یہ فتنہ وکیلوں نے نہیں اٹھایا، تاجروں نے نہیں اٹھایا، زمینداروں نے نہیں اٹھایا، یہ بیوروکریٹس نے نہیں اٹھایا، یہ فتنہ منبر سے اٹھا ہے ایسی مقدس جگہ بھی آگ بن جاتی ہے جب انسان بگڑا ہوا ہو تو، منبر ومحراب سے مقدس جگہ کوئی نہیں، مسجد کا تعلق بیت اللہ سے ہے اور منبر کا تعلق میرے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات سے ہے لیکن بگڑا ہوا انسان جب منبر پر بیٹھا تو اس نے مسجد کو لڑائی کی جگہ بنا دیا اکھاڑا بنا دیا۔

یہ تو ایک حکایت تھی لیکن یہ حکایت حقیقت کے قریب ہے۔ آپ ناراض ہوں گے تو میں نے اپنی مثال دے دی کہ بگڑا ہوا انسان عالم بنا تو اس نے فرقہ واریت میں اتنی آگ لگائی کہ مسلمان مسلمان کو کافر کہنے لگے، قتل کرنے لگے، سلام کرنا چھوڑ گئے، مسجدیں اپنی اپنی بنالیں ایک دوسرے کے پیچھے نمازیں پڑھنا چھوڑ دیا، ایک دوسرے کو سلام کا جواب دینا چھوڑ دیا اگر ان کے فتوؤں کے متعلق تسلیم کر لیا جائے پھر تو مسلمان ہیں ہی نہیں چونکہ میری نظر میں آپ کافر ہیں اور آپ کی نظر میں میں کافر ہوں، تو مسلمان ہیں کہاں اس کائنات میں؟

اب میں آپ کو ایک حدیث سنا دیتا ہوں کہ دنیا میں بگاڑ کب آتا ہے۔ میرے نبی

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

پندرہ باتیں میرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتائیں اور انبیائے کرام علیہم السلام کا علم لکھنے پڑھنے سے نہیں ہوتا۔ انبیاء کرام علیہم السلام کا علم ڈائریکٹ اللہ کی طرف سے ہوتا ہے۔ ''فاوحی الی عبدہ مااوحی '' ڈائریکٹ سینے پر اللہ اتارتا ہے وہ خطا سے پاک ہوتا ہے، ایک دیانتدار جج پورے خلوص کے ساتھ غلط فیصلہ کرسکتا ہے کیونکہ وہ ادھورا علم ہے لیکن انبیاء کرام علیہم السلام کا علم بے خطا ہوتا ہے جب حکمران سرکاری خزانے کو لوٹنا شروع کردیں گے۔ ''اذتخذ الوئیدو خوادۃ '' حکمران میں صدر اور وزیر اعظم نہیں اس میں چپراسی سے صدر تک سب اس میں شامل ہیں اور پانچویں گریڈ سے لے کر 22 گریڈ تک سب اس میں شامل ہیں جو حکومتی مشینری کا حصہ ہیں۔

میرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس وقت بھی یہ بات کہی جب ایک ٹکہ کی کوئی بددیانتی کرنے کو تیار نہ تھا۔ اس وقت یہ بات فرمائی تھی جب سرکاری خزانہ ذاتی جائیداد بن جائے گا۔ جب امانت دار دنیا سے اٹھ جائیں گے امانت رکھی جائیگی اور وہ کھاجائینگے۔ مالدار لوگ زکوٰۃ نہیں دیں گے۔ جب علماء پیسے پر بک جائینگے۔ جب لوگ بیویوں کے فرمانبردار ہوں گے، اور ماؤں کو ذلیل کریں گے۔ عجیب بات بتاؤں نافرمانی کیلئے معصیت کا لفظ آتا ہے ''من یعصی اللہ ورسولہ '' جس نے اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی کی عصیان اردو میں بھی بولا جاتا ہے، عصیان معصیت، اعصاء والدین کی نافرمانی کیلئے اللہ نے یہ لفظ استعمال نہیں کیا اس کیلئے بڑا خوفناک لفظ استعمال کیا ہے عقہ یا عقہ۔ یہ آپ دیکھیں میں نے ایک چھوٹے سے پیپر کو پرزہ پرزہ کردیا ہے یہ جڑ نہیں سکتا۔ عقوق کا مطلب کیا ہے جس نے ماں اور باپ کو دکھ دیا وہ پرزہ پرزہ ہوجائے گا جیسے ٹکڑا پرزے پرزے ہوکر جڑ نہیں سکتا جس کو ہم کہتے ہیں کہ کرچی کرچی کردیا ہے۔

میرے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیامت کب آئے گی۔ فرمایا: اللہ کو پتہ ہے۔ (عرض کیا کوئی نشانی بیان فرمادیں) فرمایا: جب ماؤں کو ذلیل کیا جائے گا قیامت آجائے گی، یہ نہیں کہا قیامت تب آئے گی جب کفر پھیلے گا، فرمایا جب ماؤں کو ذلیل کیا جائے گا باپ کا نام نہیں لیا، ماں کا نام لیا ماؤں کو ذلیل کرنے والی اولاد ہوگی اور خاص طور پر بیٹیاں، تو ڈنکا بج جائے گا قیامت کا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے ماں باپ کو ذلیل کیا اس پر اللہ کی لعنت اس پر فرشتوں کی لعنت نہ اس کی نماز قبول ہے، نہ روزہ قبول ہے، نہ صدقہ قبول ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کاش میرے والدین زندہ ہوتے دونوں نہیں تو ماں ہی ہوتی (کیونکہ ماں کو دیکھا ہے باپ کو تو دیکھا نہیں) تو تم دیکھتے میں اپنی ماں کی اطاعت کیسے کرتا میں عشاء کی نماز کے مصلیٰ پر کھڑا ہوتا سنت نفل نہیں فرض سورۃ فاتحہ پڑھ رہا ہوتا الحمدللہ رب العالمین اور ادھر سے میری ماں کہتی ''محمد'' (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تو میں نماز چھوڑ کر کہتا لبیک اماں جی میں نماز توڑ دیتا......! لبیک حاضر۔

ایک صحابی رضی اللہ عنہ کا پیغام آیا کہ کلمہ نہیں پڑھا جا رہا نزع کا عالم ہے (صحابی رضی اللہ عنہ کون ہیں اللہ نے قرآن میں فرمایا ''کلا وعداللہ الحسنیٰ'' اے میرے محبوب آپ کے جتنے صحابہ ہیں پہلے دن سے لے کر آج تک جو ایمان لائے سب جنتی ہیں میرا وعدہ ہے اللہ نے فرمایا میرا وعدہ ہے سب کیلئے جنت کا وعدہ ہے ان کی خطائیں معاف کر دیں۔)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تیزی سے تشریف لے گئے ان صحابی رضی کا نام علقمہ تھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بیٹا کلمہ پڑھو کہا جی پڑھا نہیں جا رہا......! بول تو رہے ہیں، یہ نہیں کہ سکرات ہے۔ فرمایا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں پڑھ پا رہا۔ پوچھا والدین میں کون زندہ ہے؟ کہا ماں۔ فرمایا: ناراض ہے؟ کہا جی۔ فرمایا: بلاؤ۔ ماں تیزی سے آئیں کہا ام علقمہ بیٹے سے ناراض ہیں؟ کہا جی۔ کیا ناراضگی ہے

www.ubqari.org www.ubqari.org

؟ کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت نیک بچہ ہے راتوں کو اٹھتا ہے نوافل کیلئے دن میں روزہ رکھتا ہے لیکن مجھ سے بولتا ہے تو بدتمیز ہو کر بولتا ہے بس سخت لہجہ میں بولتا ہے کبھی میٹھا بول اس نے میرے لئے نہیں بولا ہمیشہ تنگ کے بولتا ہے......! سخت ہو کر بولتا ہے......! نافرمانی کوئی نہیں ہے، زبان کی شدت نے دل دکھا دیا ہے (اور کہاں تک پہنچا کہ کلمہ نہیں پڑھا جا رہا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہلوانے والے اور صحابی رضی اللہ عنہ کہنے والے اور نہیں پڑھا جا رہا۔ ماں پیچھے کھڑی ہوئی ہے،) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا معاف کرو گی؟ جی نہیں میں نہیں معاف کرتی۔ فرمایا اسے اگر میں آگ میں جلاؤں سفارش کرو گی؟ کہا جی کروں گی۔ اتنا تو میں نہیں چاہتی تو پھر دیکھو اگر تم نے معاف نہیں کیا تو یہ سیدھا جہنم میں جائے گا۔ اللہ کی آگ میں جائے گا اور میری آگ اللہ کی آگ سے بہت تھوڑی ہے اس نے کہا اچھا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں معاف کرتی ہوں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بیٹا کہو لا الہ الا اللہ زبان سے کہا کلمہ اور ساتھ ہی جان نکل گئی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا جنازہ پڑھایا اور اس کے بعد ان کے دفن کا اعلان فرمایا اور اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لوگو! جس نے ماں باپ کو دکھ دیا ان پر اللہ کی لعنت، فرشتوں کی لعنت، زمین آسمان کی لعنت، نہ اس کی نماز قبول ہے، نہ روزہ، نہ صدقہ قبول ہے وہ وکیل ہو، وہ جج ہو، وہ مولانا ہو، وہ تاجر ہو، وہ زمیندار ہو، وہ ڈاکٹر ہو، وہ انجینئر ہو، وہ ان پڑھ ہو، وہ بیٹی ہو، وہ بیٹا ہو، اگر ماں باپ دکھی ہیں تو خطرے کا الارم بج رہا ہے، ہاں ایک شرط ہے کہ اگر نافرمانی کا کہیں اللہ کی پھر اطاعت نہیں (مثلاً) ماں باپ یہ کہیں رشوت لے کر آؤ، ہماری تبلیغ کی وجہ سے بہت سے ڈاڑھیاں رکھتے ہیں ماشاءاللہ چھوٹی عمر میں ماں باپ پیچھے پڑ جاتے ہیں تیری عمر ڈاڑھی رکھنے کی، یہ اطاعت حرام ہے، اطاعت صرف اللہ کی فرمانبرداری میں ہے۔

''وان جاھداک ان یشرک'' فرمایا:

جب اخلاق اوپر جاتا ہے توقومیں اوپر اٹھتی ہیں جب اخلاق نیچے جاتا ہے توقومیں نیچے گرتی ہیں۔ جس قوم میں جھوٹ ہوگا جس قوم میں فراڈ ہوگا، ذلت انکا مقدر ہونا ایسا یقینی ہے جتنا میں آپ کو دیکھ رہا ہوں اور آپ مجھے دیکھ رہے ہیں۔ وہ مسلمان ہوں وہ کافر ہوں وہ تہجد گزار ہوں یا نماز کے باغی ہوں دہریے ہوں یا بیت اللہ کے طواف کرنے والے ہوں اگر ظالم ہیں اگر جھوٹے ہیں اگر وہ دھوکہ باز ہیں ذلت ان کا مقدر ہے۔ جس قوم میں سچائی ہوگی، جس قوم میں عدل ہوگا، جس قوم میں دیانت ہوگی، اللہ کی قسم وہ اگر پتھروں کے بھی پجاری ہوں گے تو اللہ انہیں عزت دے گا (اور اگر وہ) ایمان والے ہوں گے تو دنیا کی عزت بھی اور آخرت کی عزت بھی۔

میرے دیس کی تباہی کے پیچھے کوئی چیزوں کی کمی نہیں، اخلاق کی کمی ہے، میرے دیس کے اندھیروں کے پیچھے لوڈ شیڈنگ نہیں جھوٹ کے اندھیرے ہیں۔ ظلم کہتے ہی اندھیرے کو ہیں۔

آج جاوید صاحب دوسروں کی فائل اٹھا کے جا رہے ہیں اللہ کی قسم کل یہ اپنی فائل اٹھائے ہوں گے۔ آج صفدر صاحب اوروں کی فائل چیک کر رہے ہیں ایک دن ان کی اپنی فائل چیک ہو رہی ہوگی، آج طارق جمیل اوروں کو وعظ کر رہا ہے ایک دن اس کا اپنا حساب ہوگا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مسجدیں فرقہ واریت کا زہر اگلیں گی، میرے بھائیو! میرا سب کچھ لٹ چکا ہے جس دیس کا واعظ ہی لٹ جائے، جس دیس کا واعظ ہی بک جائے، پیچھے کیا رہ گیا۔ واعظ سارے معاشرے سے جڑا ہوتا ہے، جب وہ بک جاتا ہے تو سب کچھ بک جاتا ہے۔

تو ادھر اُدھر کی نہ بات کر
یہ بتا کہ قافلہ کیوں لٹا
مجھے رہزنوں سے گلہ نہیں
تیری رہبری کا سوال ہے

مسجدیں فرقہ واریت کی آگ برسائیں گی، ہاتھ جوڑتا ہوں امت بن کے رہو، امت بن کے رہو، جو آپ کا عقیدہ ہے میں اسے سلام کرتا ہوں، میں اسے سلام کرتا ہوں مگر یہ بات کہ یہ تو ہمارے فرقہ کا ہی نہیں اسے سلام کرو تو نکاح ٹوٹ جاتا ہے، یہ امت کو توڑنے والے بول ہیں۔ ہمارے برصغیر میں امت نہیں ہے فرقہ واریت ہے فرقے ہیں، میرے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا مسجدیں بھڑک اٹھیں گی موسیقی کی محفلیں قائم کی جائیں گی، گانا بجانا تہذیب بنے گا، مرد ریشم پہنیں گے اور شراب پی جائیگی، شراب کی محفلیں سجائی جائیں گی اور آج کے لوگ پہلے لوگوں کو بیوقوف کہیں گے، جاہل کہیں گے، ان پڑھ کہیں گے کہ جب میری امت یہ کام کرے گی، پھر موسم کے تیور بدل جائیں گے۔

زمین بھی تیور بدل رہی ہے   فلک بھی آنکھیں دکھا رہا ہے

پھر ہوائیں پاگل ہوجائیں گی، بجلیاں کڑکنے لگیں گی، بے موسم کی بارشیں فصلیں کیا انسان بھی بہا کر لے جائیں گی اور زلزلے آئیں گے اور آسمان سے اللہ کی ناراضگی کے دروازے کھلیں گے، جیسے تسبیح کا دھاگہ ٹوٹتا ہے اور دانے ٹپ ٹپ ٹپ زمین پر گرتے ہیں اس طرح اللہ کی ناراضگی کی نشانیاں اوپر نیچے اوپر نیچے آتی رہیں گی، یہاں تک کہ تم لوٹو اپنے اللہ کی طرف واپس جاؤ اپنے اللہ کی طرف۔

☆……☆……☆

حضرت مولانا طارق جمیل دامت برکاتہم کی دعا بطور مہمان

انٹرنیٹ پر ایک ویڈیو کلپ بہت ہی مشہور ہے جس میں ہے کہ مبلغ اسلام حضرت مولانا محمد طارق جمیل صاحب دامت برکاتہم (دیوبندی) حضرت شیخ الاسلام علامہ طاہر القادری صاحب (بریلوی) کے ایک جلسے میں تشریف لے گئے اس جلسے میں مولانا طاہر القادری صاحب دامت برکاتہم نے مولانا طارق جمیل صاحب دامت برکاتہم کو دعوت دیتے ہوئے کہا کہ مولانا (مولانا طارق جمیل صاحب) ہمارے مہمان ہیں دعا یہ کروائیں گے۔:

مولانا طارق جمیل صاحب دامت برکاتہم کی دعا

بسم اللہ الرحمن الرحیم اللھم لک الحمد کما انت اھلہ و صلی علی سیدنا و مولانا محمد کما انت اھلہ و افعل بنا ما انت اھلہ فانک اھل التقوی و اھل المغفرۃ

’’یا اللہ! ان سب شرکائے مجلس کو قبول فرما، اپنی مرضیات کے مطابق چلنے والا بنا، اپنے اور اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت نصیب فرما، ان کے جمع ہونے کو، اعتکاف کو قبول فرما، ان کے ادارہ کو قبول فرما، محنت کرنے والے مؤسسین کو قبول فرما اور دنیا و آخرت کی کامیابیاں نصیب فرما، ہر قسم کے شرور سے پناہ عطا فرما، ہر قسم کی محبتیں نصیب فرما، ہر قسم کی نفرتوں سے پاک فرما، یا اللہ! جو کہا گیا ہے اس پر عمل کی توفیق نصیب فرما، وصلی اللہ تعالیٰ علی نبی الکریم۔ آمین!

دعا کے بعد مولانا طارق جمیل صاحب دامت برکاتہم نے فرمایا: اگر اجازت ہوتو ایک بات عرض کروں:۔ مولانا طاہر القادری صاحب دامت برکاتہم نے اجازت عطا فرمائی.....تو مولانا طارق جمیل صاحب دامت برکاتہم نے یہ بیان فرمایا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم و الصلوٰۃ و السلام علی رسول الکریم الامر فوق الادب

حضرت نے فرمایا دعا کرائیں ہم تو مہمان بن کے آئے تھے اور مہمان میزبان کے زیر باب ہوتا ہے اس لئے مجھے یہ بادل نخواستہ کام کرنا پڑا تو جو مضمون بیان کیا گیا ہے، اس کے ساتھ ایک چھوٹی سی بات عرض کر دیتا ہوں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''**بعثت لاتمم مکارم الخلاق**'' میں مکارم اخلاق کی تکمیل کیلئے بھیجا گیا ہوں پھر آپ نے فرمایا ''**یا ابا ھریرۃ علیک باحسن الاخلاق**'' حسن اخلاق کو لازم پکڑو، انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حسن اخلاق کیا ہے؟۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''**وصلو من قطعت اعطی من حرمت...**'' جو توڑے اس سے جوڑو، جو تمہارا حق چھینے تم اسے اس کا حق ادا کرو اور جو تم پر زیادتی کرے تم اسے معاف کرو، صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں چاہتا ہوں میرا ایمان کامل ہو جائے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''حسن خلقت'' پھر ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میٹھا بول بولنا لوگوں کو کھانا کھلانا۔ (جیسے آپ سب اعتکاف والوں کو کھانا کھلایا جا رہا ہے) صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ''ما لایمان'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا صبر کرنا درگزر کرنا۔ پھر انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے بہترین اسلام کیا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''**من سلم المسلمون من لّسانه ويديه**'' سب سے بہترین اسلام یہ ہے کہ تمہاری زبان سے ہاتھ سے دوسرے مسلمان کی عزت آبرو محفوظ رہے، پھر اس نے پوچھا سب سے بہترین ایمان کیا ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا حسن اخلاق۔ سب سے بہترین ایمان وہ اچھے اخلاق ہیں جو سبق آپ کو دیا گیا تھا اس سے چند باتیں میرے ذہن میں آئی تھیں وہ بھی سوچا عرض کر دوں اللہ ہم سب کو عمل کی توفیق نصیب فرمائے۔

☆......☆......☆

مفتی سید عدنان کاکاخیل دامت برکاتہم اور پیغام رواداری

قال اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ، واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا، وقال اللہ تعالیٰ محمد رسول اللہ والذین معہ اشدآء علی الکفار رحماء بینھم صدق اللہ العظیم

میرے عزیز دوستو بزرگو! انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام دنیا میں بڑے عظیم الشان مقاصد لے کر آتے ہیں اور دنیا میں بڑی خوبصورت مرتب اور اللہ تعالیٰ کی بڑی چاہت والی زندگی بسر کرتے ہیں اور ان کے جانے کے بعد تا دیر ان کی محنتوں کے اثرات باقی رہتے ہیں، انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی زندگیاں عام لوگوں کی زندگیوں سے بہت مختلف ہوتی ہیں اور ان کی زندگیوں کے مقاصد بڑے واضح ہوتے ہیں چونکہ ان کی تربیت اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں اس لئے ان کو بہت واضح مقصد حیات دے کر بھیجا جاتا ہے اور ان کی زندگی کا ایک ایک لمحہ اپنے مقصد کے حصول پر گزرتا ہے اور جب وہ چلے جاتے ہیں تو ان کے تربیت یافتہ لوگ ان کی جماعت، ان کے کاموں کو جاری رکھتے ہیں، اور بہت زمانے کے بعد تک ان کا نام اور ان کا کام اور جو چیزیں وہ چھوڑ کر گئے اس کا غلغلہ باقی رہتا ہے۔ جیسا کہ آج حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چودہ سو سال سے زیادہ عرصہ گزر گیا ہے لیکن دیکھئے کیسے آج بھی ان کے نام مبارک اور ان کے کام پر پوری دنیا عمل پیرا ہے۔

ایک ارب 65 کروڑ ان کے ماننے والے اس وقت دنیا میں موجود ہیں۔ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی زندگی کا اگر خلاصہ کیا جائے تو ان کی زندگی میں بے شمار کام ہوتے ہیں، دو بڑے کام نظر آتے ہیں، یہ دو کام ان کی محنتوں کا عنوان ہوتے

ہیں، ایک یہ کہ وہ فرد فرد پر محنت کرتے ہیں دوسرا پھر وہ ان تیار شدہ افراد کو جوڑتے ہیں اور ان کو جوڑ کر ان کی ملت بناتے ہیں، امت بناتے ہیں۔

آج ہم نے امت کو توڑ کر رکھ دیا

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آتے ہی جو مواخات کا معاملہ فرمایا ایک مہاجر کو ایک انصاری کا بھائی اور چونکہ مہاجرین کی تربیت ہو چکی تھی وہاں جو مواخات کا سلسلہ قائم ہوا یہ اُمت کی تشکیل کی ابتداء تھی، تمہارے درمیان جوڑنے کی بنیاد ہے وہ اسلام ہے اور وہ لا الہ الا اللہ ہے، لیکن ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محنت کا شیرزاہ بکھیرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی! ہر چیز جس سے ہمارے درمیان تفریق ہو سکتی تھی......جس سے ہمارے درمیان پھوٹ پڑ سکتی تھی......جس سے ہماری شناخت جدا ہو سکتی تھی......ہم نے وہ نعرہ بھی لگایا اور اس مشن والوں کے پیچھے چلے بھی سہی، جن سوراخوں کو نبیوں کی محنتیں بند کر کے جاتی تھیں ہم نے وہ ساری چیزیں کھول دیں اپنے معاشرے میں اور یہی امت مسلمہ کے زوال کا سب سے بنیادی سبب ہے جب تک اس سطح پر امت نہیں آئیگی جس طرح نبیوں کا معاملہ ہوتا ہے کہ وہ جوڑتے ہیں، اختلافات کو ختم کرتے ہیں، اختلافات کو برداشت کرنے کی تربیت دیتے ہیں۔

باہمی اختلافات امت کی تباہی کی وجہ

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کو مالٹا میں ساڑھے چار سال قید میں اپنی عمر کے آخری حصہ میں مسلمانوں کے احوال پر غور کرنے کا موقع ملا، فرمانے لگے واپس آکر میں نے مسلمانوں کی زبوں حالی پر اور ان کی تباہ حالی کے اسباب پر غور کیا اور میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ دو چیزیں بنیادی طور پر اس کی وجہ ہیں۔ کیوں وہ مقہور ہیں اور کیوں وہ مظلوم ہیں۔ ایک اختلافات جو مسلمانوں کے درمیان ہیں اور دوسرا قرآن

سے دوری، جولوگ مسلمانوں کوتقسیم کرتے ہیں مذہب کے نام پر، چاہے وہ تقسیم قوم کے نام پر ہو...... چاہے وہ تقسیم زبان کے نام پر ہو...... چاہے وہ تقسیم علاقے کے نام پر ہو...... کسی بھی نام پر مسلمانوں کی جماعت کوتقسیم کرنا اوران کوجدا شناختیں دیناان کو جدا نام دینا کہ تم اس بنیاد پر پہچانے جاؤ؟۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر بھر کی محنت پر پانی پھیرنے کے مترادف ہے جیسے کوئی آدمی باقاعدہ نبوت کا دشمن ہواور وہ نبوت کی محنت کوجڑ سے اکھاڑنا چاہتا ہوتو وہ اس کام میں مشغول ہوگا۔ اسی لیے آج جب ہم لوگ اکٹھے ہوتے ہیں اورلوگوں کواسی بات پر جوڑتے ہیں ہمیں آپس کے جوڑ کی کوشش ہر جگہ کرنی چاہیے کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امتی ہیں۔ لا الہ الا اللہ کوسب چیزوں پرفوقیت حاصل ہے، آج کتنی بنیادوں پر ہم تقسیم ہیں، کتنی مشکلوں میں ہم تقسیم ہیں۔ آراء کا اختلاف ہوسکتا ہے، فکر میں اختلاف بھی ہوسکتا ہے ایک سے زائد نظریات بھی ہوسکتے ہیں یہ سب چیزیں رہیں گی مگر یہ کہ ان کے ہوتے ہوئے ایک امت وجود میں آتی ہے، یہ نبیوں کی محنت کا طریقہ ہے۔

باہمی نفرت نے ہماری ملت کوخاکستر کردیا

ہمیں پاکستان میں اصلاح اور سدھار کیلئے 25 سال کی خاموش محنت چاہیے بغیر کسی نعرہ بازی کے، بغیر کسی ہنگامہ کے، ہم ایک نئی نسل اٹھائیں بچوں سے محنت شروع کریں ان کو بالکل نیا ذہن دیں ان کو امت کی سطح پر اٹھائیں۔ انکے دماغ کو ان ساری زہریلی چیزوں سے روکا جائے جس کا شاخسانہ آج ہم لوگ دیکھ رہے ہیں، ہم نے اپنی زندگیاں مشکل بنادی ہیں، کیا انسانوں کا معاشرہ ایسا ہوتا ہے؟ یہ ایک آگ ہے جس نے ہمارے گھروں کواور ہماری امت کواور ہماری ملت کوخاکستر کردیا ہے۔ کسی گھر کو اٹھا کر دیکھ لیں جس گھر میں اختلاف ہوگا اس گھر کے دشمنوں کو انہیں بکھیرنے میں آسانی ہوگی۔ اور اگر وہ متفق ہیں اور باہم مجتمع ہیں تو اس کو کوئی کیسے

بکھیرے گا؟ ہمیں سوچنا چاہیے جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے صلاحیتوں سے نوازا ہے اور اس نیت سے یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت ہے اور اس کو جوڑ کر ہم ایک دوسرے سے عداوتیں اور دوریاں اور نفرتیں ختم کر کے اس کو ایک کر رہے ہیں اور اس کی قوت میں اضافہ کر رہے ہیں، یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محنت ہے اللہ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

☆......☆......☆

امیر جمعیت علمائے اسلام اور پیغام رواداری

مولانا فضل الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم

ایک پروگرام Views on News میں ڈاکٹر شاہد مسعود صاحب کا مولانا فضل الرحمٰن دامت برکاتہم سے انٹرویو:

ڈاکٹر شاہد مسعود صاحب نے سوال کیا کہ مولانا چونکہ آپ دیوبند مکتب فکر سے ہیں اور وزارت بریلوی مکتب فکر کے پاس تھی اور آپ شروع سے وہ وزارت چاہتے تھے یہ بھی ایک تاثر ہے لوگوں میں کہ......وہ وزارت آپ کو نہیں ملی۔

مولانا فضل الرحمٰن دامت برکاتہم :ایک بات ذہن میں رکھیں کہ ہم نے پارلیمنٹ کے اندر کبھی مسلک کی سیاست نہیں کی، میں اس کے خلاف ہوں مولانا عبدالستار خان نیازی وزیر مذہبی امور رہے میں ان کو اپنا بزرگ سمجھتا تھا اور وہ مجھے اپنا بیٹا کہتے تھے اور وہ دنیا سے گئے ہیں تو ایک احترام اور شفقت اور چھوٹے بڑے کے درمیان جو ایک رشتہ ہوتا ہے اس رشتہ کے ساتھ گئے ہیں۔ مولانا شاہ احمد نورانی رحمہ اللہ جن کو میں نے اپنے سر کے اوپر تاج کی طرح رکھا اس حیثیت سے وہ دنیا سے گئے ہیں آج جو پھر تحریک ناموس رسالت کی بات ہو رہی ہے اس کی مرکزی کمیٹی کے چیئر مین ڈاکٹر ابوالخیر محمد زبیر صاحب کا اعلان میں نے کیا ہے اور پارلیمنٹ میں جن لوگوں نے زندگیاں گزاری ہیں وہ اس چیز کو سمجھتے ہیں کہ ملکی سیاست میں اس کی گنجائش ہی نہیں ہوتی کہ ہم مسلک کی بات کریں۔

ڈاکٹر شاہد مسعود صاحب نے سوال کیا کہ مسلک کا آ گیا نا مسئلہ؟

مولانا فضل الرحمٰن دامت برکاتہم :خدا کیلئے میں یہ گزارش کرتا ہوں ڈاکٹر صاحب آپ کی خدمت میں کہ کبھی بھی سیاست میں مسلک کے حوالے سے ہمارا کوئی بھی کردار نہیں ہے۔ ہم آہنگی کیلئے کردار ہے......یکجہتی کیلئے کردار ہے......

میں نے آپ سے عرض کیا کہ ہم نے ان (مولانا شاہ احمد نورانی رحمہ اللہ) کو سر پر تاج بنا کر رکھا ہے، ان کے بزرگوں سے ہمارے تعلقات ہیں، سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ختم نبوت کا مسئلہ اٹھایا تو مولانا سید ابوالبرکات رحمۃ اللہ علیہ کو جو بریلوی مکتب فکر سے تعلق رکھتے تھے ان کو اس تحریک کا صدر بنایا، ایسا کبھی نہیں ہوا کہ ہمارے درمیان اس قسم کے کوئی سوالات آئے ہوں میں اب بھی آپ سے عرض کرنا چاہتا ہوں۔

ڈاکٹر شاہد مسعود صاحب نے سوال دہرایا کہ پھر آپ نے کیوں کہا کہ یہ وزارت نہیں چلے گی ان سے؟

مولانا فضل الرحمٰن دامت برکاتہم: یہ تو میں اپنے بھائی کے بارے میں بھی کہہ سکتا ہوں کہ شاید ان سے نہ چلے، یہ ایک رائے بنتی ہے...... میں نے ایک مثال آپ کو دی ہے، میں ایک رائے کا حق رکھتا ہوں کہ آپ یہ ڈیوٹی پوری کر سکیں گے یا نہیں۔ میری رائے کو نہیں مانا گیا تو میں نے کوئی احتجاج نہیں کیا اس بارے میں، نہ میں نے ان پر کوئی اعتراض کیا ہے نہ مجھے آج کوئی اعتراض ہے نہ میں آج اس عہدہ کا طلبگار رہوں، نہ آئندہ ہوں گا، یہ بات ذہن میں رہے جب میں طلبگار ہی نہیں ہوں اس چیز کا تو خواہ مخواہ یہ بات کہ مسلک ہے مسلک ہے۔

☆......☆......☆